والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا (القرآن)

تجھے کرتے ہیں قائل یا خطا میری بتاتے ہیں
مجھے بھی دیکھنا ہے منصفی انصاف والوں کی

حقیقۃ حقیقۃ الالحاد

یعنی

مولوی عبدالعزیز نورستانی غیر مقلد کی
حقیقت الحاد کتاب کا مکمل جواب

مسئلہ تقلید کے ہر پہلو پر اعتدال کا موقف امام اعظم ابو حنیفہؒ کی منقبت مولوی عبدالعزیز صاحب کے فقہائے احناف اکابرین اسلام خصوصاً شاہ انور شاہ کشمیری، شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مفتی اعظم محمد شفیع رحمہم اللہ پر شرک، یہودیت کا رویہ اپنانے، الحاد اور بے دینی جیسے الزامات واعتراضات کا دفاع اور علمی جائزہ اور اہل حدیث، سلفیہ، اہل ظاہر کے اصطلاحات کی حقیقت اس کتاب کے بنیادی مضامین ہیں۔

تالیف
مولانا امداد الحق شیوودی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر
اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی ۵

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً واثماً مبیناًo (القرآن)

تجھے کرتے ہیں قائل یا خطا میری بتاتے ہیں
مجھے بھی دیکھنا ہے منصفی انصاف والوں کی

حقیقۃ حقیقۃ الالحاد

یعنی

مولوی عبدالعزیز نورستانی غیر مقلد کی
حقیقت الحاد کتاب کا مکمل جواب

مسئلہ تقلید کے ہر پہلو پر اعتدال کا موقف امام اعظم ابو حنیفہ" کی منقبت مولوی عبدالعزیز صاحب کے فقہائے احناف اکابرین اسلام خصوصاً شاہ انور شاہ کشمیری، شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مفتی اعظم محمد شفیع رحہم اللہ پر شرک، یہودیت کا رویہ اپنانے، الحاد اور بے دینی جیسے الزامات واعتراضات کا دفاع اور علمی جائزہ اور اہل حدیث، سلفیہ، اہل ظاہر کے اصطلاحات کی حقیقت اس کتاب کے بنیادی مضامین ہیں۔

تالیف

مولانا امداد الحق شیوی

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی ۵

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام	....	حقیقۃ حقیقۃ الالحاد
اشاعت اول	....	
تعداد طباعت	....	۱۱۰۰
باہتمام	....	اسلامی کتب خانہ

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون:- 4927159

فاروق اعظم کمپوزرز

فہرست مضامین

عنوان

باب اول

بیان مباحث تقلید

باب دوم
اصول فقہ اور علم منطق کے بارے میں

باب سوم

فقہ اور تاریخ کے حوالوں کی حقیقت

باب چہارم

رای اور اھل الرای کی حقیقت

باب پنجم

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند ضروری باتیں

(۱) بعض خاص حالات کے رونما ہونے کی وجہ سے چند مہینے پہلے جناب مولوی عبدالعزیز نورستانی کی کتاب "حقیقۃ الالحاد" کا مطالعہ کیا۔ اسی کتاب پر مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کی اجمالی لیکن اصولی گرفت "احسن الفتاویٰ" میں نظر سے گزری۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد تاثرات ذیل اجمالاً عرض کرتا ہوں۔ فقہ حنفی کو نہایت مکروہ اور ڈرامائی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ، فقیہ العصر شاہ انور کشمیری، شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مفتی شفیع رحمہم اللہ جیسے مجاہدین اسلام کو ملحدین اور بے دین ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرکے اطمینان کا سانس لیا ہے۔ محقق ابن ہمامؒ اور صاحب ھدایہ پر علمی تحقیق سے آنکھیں چرا کر تنقید برائے تنقید کتاب میں کی گئی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ پر اس کتاب میں اشارۃً اور "المعلوم" میں صراحۃً کیچڑ اچھالا ہے۔ فقہ، اصول فقہ، علم منطق، لغت، تاریخ، حدیث اور اصول حدیث جیسے علوم کے حوالہ سے اس کتاب میں ان علوم کے ساتھ وہ معاملہ کیا گیا ہے جو نادان بوڑھی عورت تحقیق و تدقیق، دلسوزی اور نیک نیت کے جذبہ سے بادشاہ کے "باز" کے ساتھ کرچکی تھی۔

اگر تصویر کا دوسرا رخ دیکھ لیں تو جو محقق قرآن و حدیث کہہ کہہ کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ اس نے خواب، تقلید جامد اور تاریخ کے تاریک واقعات کو

معیاری دلائل سمجھ لئے ہیں' حوالے مبہم اور بعض جگہ نامکمل ہیں توضیح و تلویح' نیل الفرقدین اور بسط الیدین کا فرق نہ سمجھنے والا بھی امام' اعظم اور مفتی اعظم پر تنقید برائے تنقید کرتا ہے۔

(۲) کتاب کے بعض مباحث درس نظامی کی کتابوں کے ساتھ متعلق ہیں ان مقامات کے عربی عبارات بغیر ترجمہ کے اکثر درج کئے گئے ہیں۔ طالب علم بھائی ان مباحث کو سمجھتے ہیں اور ترجمہ کرنا کتاب کی طوالت کا باعث ہے۔

(۳) اپنا عقیدہ قطعاً یہ نہیں کہ فقہ حنفی' فقہ محمدیہ نامی کتاب' فتاوی احناف یا فتاوی اھل حدیث کا ایک ایک سطر اور ایک ایک جزیہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے نیز نظریہ یہ ہے کہ فقہ حنفی مفتی بھا مسائل کا نام ہے شاذ' ضعیف اور مجہول روایات و مسائل کا نام نہیں۔ جیسا کہ احادیث کی بعض کتابوں میں ضعیف' منکر اور موضوع روایات بھی ہوتی ہیں اسی طرح فقہ میں بھی ہے۔ ہاں کسی مسئلہ کے اثبات کے لئے خاص بخاری یا بلوغ المرام میں موجود ہونا ضروری نہیں۔

(۴) اگر کسی کا قول و عمل قرآن وحدیث کا یکسر اور بالکل مخالف ہو اور اس قول پر ایک آیت اور حدیث' اجماع یا قیاس مجتہد اس کے ساتھ نہ اور اس کے قول و عمل کے لئے صحیح تاویل و محمل نہ ہو تو قرآن وحدیث کے ایسے مخالف قول اپنانے پر اصرار کرنا "شرک" سمجھتا ہوں یہ بریلیوں اور مشرکین کا طریقہ ہے۔

(۵) مطلق تقلید کے نہ ہم چھوڑنے والے ہیں اور نہ نورستانی صاحب' جیسا کہ بٹالوی صاحب کی عبارت کی توضیح کرتے وقت نورستانی صاحب کے چپکے چپکے انداز سے معلوم ہوتا ہے۔ ہم تقلید شخصی اور تقلید شرعی کے قائلین میں سے ہیں (وضاحت آگے آئے گی انشاء اللہ) اور نورستانی وغیرہ لاعلی التعیین کسی کی تقلید واتباع کے قائلین میں سے ہیں۔ تو عبدالعزیز صاحب بھی غیر شعوری طور پر سہی ایک گونہ مقلد ہے۔ ہر نوع کی تقلید پر غیر مقلد بھی شرک کا فتویٰ نہیں لگا سکتے۔ اور ڈاکٹر شمس الدین سلفی نے تصریح کی ہے کہ :

ان التقليد له تفصيل وله انواع وله مباح وله
شرك مبين۔ (الماتریدیہ ا-۱۱۴)

بہرحال تقلید کی ایک قسم ڈاکٹر صاحب کے نزدیک بھی مباحات میں سے ہے۔

(۶) اپنا عقیدہ ہے "اعتقادیات وضروریات دین" کے علاوہ اجتہادی اور قیاسی مسائل میں کسی ایسے مجتہد کے مذہب یعنی مفتی بہا مسائل کی تقلید غیر مجتہد کے لئے درست ہے۔ شرک، حرام اور گمراہی نہیں جبکہ اس مجتہد کا مذہب اصولاً اور فروعاً مدون ہو اور مکمل مذہب اور اس کے فروعی اور قیاسی مسائل آسانی کے ساتھ معلوم ہو سکتا ہو لیکن مجتہد کی یہ تقلید و اطاعت شارع یا قانون ساز کی حیثیت سے نہیں بلکہ شارح قانون کی حیثیت سے ہے۔ کسی فرعی مسئلہ میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہ کرنا ہی اسلم اور احوط ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے :

هذه مسئلة اجتهاد ولسمت هذه من مسائل
الشناعات (منہاج السنہ ۲-۹۵)

"یہ اجتہاد کا مسئلہ ہے اور طعن و تشنیع کے مسائل میں سے نہیں"۔

فروعی مسائل میں ائمہ مجتہدین کی تقلید کرنے سے مقلدین کو عیسائیوں جیسے سمجھنا اور انہیں فرعون کی پالیسی پر چلنے والوں کے ساتھ ملانا صاف ظلم ہے۔ علمائے دیوبند رحمھم اللہ پر شرک یہودیت اور انگریز دوستی کے فتوے لگانا اور ان کی اشاعت کرنا سراسر زیادتی ہے۔ رفع الیدین نہ کرنے کو فرقہ وارانہ کہنا اور ان کی نماز کو ناقص بتلانا افراط ہے۔

(۷) لکھتے وقت کوشش کی ہے کہ کسی کی دل آزاری اور دل شکنی نہ ہو صرف مبہمات کی وضاحت اور الزامات وافتراءات کی حقیقت واضح ہو جائے ہاں انفعال یعنی اثر قبول کرنا بھی انسانیت کے لوازم میں سے ہے کہیں کہیں "جواب آں غزل" اسی کے انداز اور ان کے الفاظ سے دیا گیا ہے تاکہ ذہن میں رہے۔

بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سنے

۸) نورستانی صاحب کا علمی سٹیشن غالباً "ایقاظ الھمم" اور "حقیقت الفقہ" ہے۔ ذیل کے نقشہ سے اجمالاً موافقت کا اندازہ لگائیں۔

حافظ یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ	مولوی عبدالعزیز کی کتاب حقیقۃ الالحاد
۱) کتاب الملل والنحل صفحہ ۱۲۲ میں علامہ شہرستانی فرماتے ہیں اصحب الرای وھم اھل العراق وھم اصحب ابوحنیفۃ النعمان۔ (حقیقۃ الفقہ صفحہ ۹۵)	۱) علامہ عبدالکریم شہرستانی الملل والنحل صفحہ ۱۲۳ مصری میں لکھتے ہیں واصحب الرای وھم الخ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۹)
۲) ضعفہ انسانی من جھۃ حفظہ وابن عدی صفحہ ۹۶	۲) ھکذا فی المعلوم صفحہ ۳۸
۳) عمر بن عبدالعزیز انہ لا رای لاحد الخ صفحہ ۵۰	۳) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۸۸
۴) التقلید اخذ القول من غیر معرفۃ دلیلہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۳۱	۴) ھکذا فی حقیقۃ الالحاد صفحہ ۵
۵) واشتغالھم بعلم الحدیث قلیل قلیما وحلھنا صفحہ ۱۰۲	۵) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۳۰
۶) امام اھل الرای ضعفہ انسانی صفحہ ۹۶	۶) ابوحنیفۃ الکوفی الخ۔ حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۸، المعلوم صفحہ ۳۸
۷) وصنف ابوحنیفۃ اللقو الرای صفحہ	۷) صنف ای (علم) حقیقۃ صفحہ ۳۰
۸) تاریخ ابن خلدون انقسم الفقہ	۸) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۹
۹) عبداللہ بن مبارک کان "ابوحنیفۃ" یتیما فی الحدیث	۹) پیغمبر کی نماز صفحہ ۳۲۸

ایقاظ الھمم	حقیقۃ الالحاد
(۱) السنۃ ما سنہ اللہ و رسولہ الخ صفحہ ۱۳	(۱) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۸۷
(۲) لمن قال ذلک براءہ فلا ادری الی حسناتہ صفحہ ۱۳	(۲) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۸۷
(۳) رای الاوزاعی ورای مالک ورای ابی حنیفہ صفحہ ۲۱	(۳) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۲
(۴) انما انا بشر اخطی واصیب صفحہ ۲۷	(۴) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۲
(۵) اذا صح الحدیث فھو مذھبی صفحہ ۵۲، ۶۲	(۵) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۰، ۲۴
(۶) لیس لاحد الا یوخذ من قولہ و یترک صفحہ ۲۳	(۶) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۳
(۷) لا تقلدنی ولا تقلد مالکا ولا الشافعی صفحہ ۱۱۳	(۷) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۱
(۸) ھذا رائی فمن جاء بخیر منہ الخ صفحہ ۱۱۴	(۸) حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری کتاب "حقیقۃ حقیقۃ الالحاد" ایک مقدمہ، پانچ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

باب نمبر۱ تقلید کے مباحث

باب نمبر۲ اصول فقہ اور علم منطق کے حوالوں کی حقیقت

باب نمبر۳ فقہ اور علم تاریخ کے حوالوں کی حقیقت

باب نمبر۴ رائی اور اھل الرائی کی حقیقت

فصل : امام اعظم ابو حنیفہؒ کی منقبت اور ان کے بارے میں شبہات کی حقیقت

باب نمبر۵ اہل حدیث، سلفیہ اور ظاہریہ اصطلاحات کی حقیقت

خاتمہ الکتاب

الراجی الی رحمۃ اللہ العلی
امداد الحق الحنفی
۹ر شوال ۱۴۲۶ ہجری

سخن ہائے گفتنی

تعصب و تصلب اور تشدد و اشدیت میں نمایاں فرق ہے۔ اول الذکر مذموم اور ثانی الذکر محمود ہے۔ بحر العلوم مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے "الفوائد البہیہ" کے صفحہ ۲۰۸ پر علامہ عینیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ :

"اس میں مذہبی تعصب کی بو تھی"۔

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے :

ومن المتعصبين على ابى حنيفه الدارقطنى وابونعيم

(مقدمہ ردا لمحتار صفحہ ۳۹)

"کہ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ تعصب کرنے والوں میں دار قطنیؒ اور ابو نعیم بھی ہیں"۔

ابن مطہر شیعہ جو "منہاج الکرامہ" کے بکواسیات کا مولف ہے اس کتاب کی یک عبارت جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تردید کے لئے نقل کیا ہے وہ یوں ہے :

الوجه الخامس فى بيان وجوب اتباع مذهب الامامية انهم لم يذهبوا الى التعصب فى غير الحق بخلاف غيرهم

"مذہب امامیہ کی تابعداری کے واجب ہونے کی پانچویں وجہ کا بیان یوں ہے کہ شیعہ نے ناحق تعصب کو نہیں اپنایا ہے اور ان کے مخالفین (سنیوں) میں تعصب ہے"۔

پھر غزالی ماوردی زمخشری اور صاحب ھدایہ رحمھم اللہ کے تعصب کے لئے مثالیں دی ہیں۔ "منہاج السنہ" ۲۔۱۴۳۔ اور اسی جلد کے صفحہ ۲۳۷ پر شیعہ کا قول ہے :

وتمادی بعلهم فی التعصب۔

"کہ بعض سینوں میں سخت تعصب ہے"۔

لیکن شیعوں کا صحابہؓ کرام اور ایمہ مجتہدین کے ساتھ تعصب ہر عالم دین پر عیاں ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ چار مذاھب کیوں؟ (حوالہ آگے آئے گا انشاء اللہ) اور کبھی کہتے ہیں کہ ایمہ مطہرین کے مسلک پر اہل السنت چار اماموں کو ترجیح دیتے ہیں۔ دیکھئے مختصر تحفہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا صفحہ ۳۷۔ کبھی شیعہ کہتے ہیں : ۔

فدع عنک قول الشافعی ومالک
واحمد والمروی من کعب احبار

"کعب احبار کے روایات نیز شافعی' مالک' احمد (رحمھم اللہ) کے اقوال چھوڑ دیں"۔ (دیکھئے :منہاج السنہ ۲۔۱۳۴)

مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں :

بعضے متعصبین حنفیہ را اصحاب الرآی مے نویسند۔ قول ایشاں ازپایہ اعتبار ساقط است۔ (مجموعہ فتاوی ۲۔۲۶۰ کتاب التقلید)

"کہ بعض تعصب کرنے والے احناف کو اصحب الرآی لکھتے ہیں (منجملہ ان میں سے نورستانی صاحب ہیں) ان کا قول' قابل اعتبار نہیں"۔

امام شعرانی کے کافی حوالے حقیقت الالحاد میں درج ہیں یہی امام شعرانیؒ لکھتے ہیں :

ولا عبرة بکلام بعض المتعصبین فی حق الامام ولا

بقولهم انه من جملة اهل الرأی (میزان الکبریٰ صفحہ ۴۷)

"امام بو احنیفہؒ کے حق میں بعض تعصب کرنے والوں کے اس قول وکلام کا بالکل اعتبار نہیں کہ وہ اھل الرائی میں سے تھے"۔

لہٰذا بقول مولانا عبدالحیؒ وامام شعرانی امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو اھل الرائے کہنے اور لکھنے والے متعصبین میں سے ہیں۔

تقی الدین السبکی کے بارے میں کہا گیا ہے

طعن علینا وابدی من تعصبہ

ابن ھمامؒ کے بارے میں مولانا عبدالحیؒ نے لکھا ہے :

قد سلک فی اکثر تصانیفہ لاسیما فی فتح القدیر سلک مسلک الانصاف متجنبا عن التعصب المذھبی والاعتساف الا ماشاء اللہ (الفوائد البھیہ صفحہ ۱۸۱)

"کہ ابن ھمام اپنی اکثر تصانیف میں عموماً اور فتح القدیر میں خصوصاً انصاف کی شاہراہ پر گامزن ہے اور مذہبی تعصب اور سختی سے کنارہ کشی کرنے والے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ"۔

لیکن عبدالعزیز صاحب نے حقیقۃ الالحاد میں ابن ھمام کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"وہ بناء بر تعصب مذہبی مجبور ہے اور حنفی مذہب کے احکام ومسائل کو ثابت کرنے کے لئے لنگوٹ کس لیا ہے"۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۶)

اور لکھا ہے :

"علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ وسعت اطلاع کے ساتھ حنفیت کے لئے تعصب کے ساتھ"۔

(دیکھئے شمشیر شاہنشاہ صفحہ ۱۴۰)

اب بنیادی بات یہ ہے کہ تعصب آخر ہے کیا بلا؟ "تلویح" کے صفحہ ۵۲ پر ہے :

عدم قبول الحق عند ظهور الدليل بناء على ميل الى جانب

"یعنی دلیل آشکارا ہونے کے باوجود کسی طرف میلان کی وجہ سے حق قبول نہیں کرنا"۔

پتہ چلا کہ اگر دونوں طرف کسی مسئلہ فرعیہ میں حق کی نسبت کرنا صحیح ہو اور دنیاوی مفادات سے قطع نظر اپنے مسلک کے خلاف چلنے والوں کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور خود اپنے موقف پر ڈٹا رہے تو یہ تعصب نہیں' تصلب ہے' نورستانی صاحب نے ابن الحمام کے متعلق لکھا ہے کہ "ذرا محقق ہے" شاید یہ اس لئے کہا کہ جماعت المسلمین والوں کے ہاں ابو عمر صاحب محقق اور مکمل محقق ہے۔

تو اس کی نسبت ابن ہمام ذرا محقق ہوگا۔؟ "مذہب اہل حدیث کی حقیقت" نامی رسالہ جماعت المسلمین کا شائع شدہ ہے اس کے صفحہ ۱۵ کی عبارت ملاحظہ کیجئے :

ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث مقلد ہیں۔ ایڈیٹر صاحب اس کا انکار کرتے ہیں اور عام اہل حدیث بھی بگڑ جاتے ہیں لہٰذا ہم انہی کے ایک محقق عالم کا قول پیش کرتے ہیں۔ سنئے مولوی ابو عمر عبدالعزیز صاحب نورستانی مدرس الجامعہ الاثریہ پشاور تحریر فرماتے ہیں :

"جب کسی فعل کا ثبوت نماز کے اندر ثابت نہیں اسکو نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن ہمارے اہل حدیث بعض وقت ایسی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ مقلدین سے بھی ان کی تقلید بدتر ہوتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ (کتاب الوتر صفحہ ۱۱۵)

یہ درست ہے کہ اصول دین اور اعتقادیات میں تقلید درست نہیں۔ تقلید

جامد مذموم ہے لیکن مسائل قیاسیہ میں تقلید ائمۂ مجتہدین کا ممدوح ہے لیکن نورستانی صاحب کی بے باکی ملاحظہ کیجئے صفحہ ۱۸ پر لکھتا ہے :

"مقلدین اور ائمۂ مجتہدین کی مثال حشر میں وہی ہوگی جو حضرت عیسیٰ اور ان کی امت کی ہوگی"۔

تو یہ کیسی سینہ زوری ہے کہ ائمۂ مجتہدین کے مقلدین کو عیسائیوں کے زمرہ میں داخل کرنے لگے۔

آیئے محمد سلطان المعصومی کے معصومانہ اداؤں پر غور کریں، لکھتا ہے :

ان فی یوم الجمعہ عاشر رمضان ۱۳۶۰ کنت فی الطائف فی مسجد عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اتلوا کتاب رب العالمین اذ ظهر لی فیہ ان فرعون علیہ اللعنہ هو الذی حزب الناس احزابا وفرقهم الی مذاهب وطرائق فعلم منہ ان بدعۃ المذهب والتمذهب وضلالۃ الطرق والطریقۃ من سنۃ فرعون الخ

(هل المسلم ملزم باتباع مذہب معین صفحہ ۳۷)

معہد شرعی کی شائع شدہ کتاب کی اوپر کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے :

"جمعہ کے دن ۱۰ ر رمضان ۱۳۶۰ھ میں طائف میں، عبداللہ ابن عباسؓ کی مسجد میں اللہ کی کتاب کی تلاوت میں مشغول تھا کہ اچانک مجھے یہ ظاہر ہوا کہ لعنتی فرعون ہی نے لوگوں میں گروہ بندیاں بنائیں اور مختلف مذاہب اور طریقوں میں لوگوں کو تقسیم کیا بس پتہ چلا کہ گروہ بندی اور مذہب بندی کی بدعت اور جتھہ بندیاں اور طریقوں کی گمراہی فرعونی سنت ہے الخ"۔

ابو عمر کے دوست طالب الرحمٰن پروفیسر نے لکھا ہے :

"انہیں امام اعظم ثابت کیا جائے اور پھر خود بمعہ دوسرے لوگوں کے ان کی تقلید کی جائے جو کہ شرک ہے"۔

(تبلیغی جماعت کا اسلام صفحہ ۵۵)

ایک سرپھرے کی کتاب ہے اس پر یار لوگوں کے تقاریظ بھی ہیں۔ کتاب کا نام ہے "توحید لامثال فی صفات الامثال" کتاب کے صفحہ ۱۴۶ پر ہے :

"آدم اور اس کی بیوی حواء نے شیطان کی تقلید کی تھی اب ان کی اولاد شیطان کی اولاد کی تقلید کرتی ہے جب آدم اور ان کی بیوی تقلید کی بناء پر جنت سے نکالے گئے تو ان کی اولاد تقلید پر کیسے جنت میں داخل ہوگی"۔ (عربی عبارت کا اردو ترجمہ)

جب موجودہ اہلِ حدیث کے ہاں فروعی مسائل میں مجتہدین کی تقلید کا مسئلہ اتنا اہم تھا کہ مقلدین ان کی نظر میں فرعونی' انگریز کے نقش قدم پر چلنے والے نیز ابلیس کی پالیسی اپنانے والے اور عیسائیوں جیسے تھے ان پر شرک کے فتوے داغے جاتے تھے تو اس مسئلہ کی وضاحت میں نے ضروری سمجھا۔ لہٰذا زیر نظر کتاب "حقیقۃ الالحاد" کی حقیقت کے ظاہر کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ جگہ جگہ المعلوم علی المجھول کے صفحہ ۸۸ کا قاعدہ پیش نظر ہے۔

"انصاف یہ ہے کہ اپنے مقابل کے لئے بھی اس پیمانہ سے ناپے جس سے اپنے لئے ناپا ہے"۔

"المعلوم" کی بات جب آگئی تو "بات پہنچی تری جوانی تک" کہ المعلوم کتاب کے مصنف مشکوک اور مجہول ہیں مجھے علم ہے کہ نورستانی صاحب نے لکڑی کے تلوار سے وار کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے لکھتے ہیں :

"رسالہ میں نے خود لکھا ہے مگر میں نے پنج پیریوں کی تقلید کرتے ہوئے سلطان محمد افغانی شاگرد کا نام لکھا مگر چھپنے کے بعد مجھے یاد

آیا کہ ہم نے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید چھوڑ رکھی ہے تو
پنج پیریوں کی تقلید کیوں کرتے ہیں استغفار پڑھ کر فورا سٹیکر
لگوایا"۔ (شمشیر شاہنشاہ صفحہ ۱۶۹)

ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

مجھے دال میں کچھ کالا کالا نظر آتا ہے کیونکہ المعلوم کتاب کے وسط میں صفحہ ۲۶
پر ہے"اور گم نام مولف کے رسالے کو شائع کرنے والی جماعت کے بانی جناب علامہ محمد
طاہر صاحب کے مکاتیب کے جواب التبیان لمکتوب شیخ القرآن اور شیخی شیخ القرآن
صاحب پنج پیر اور احادیث رفع الیدین میں ہمارے شیخ مولانا عبدالعزیز صاحب
النورستانی دے چکے ہیں اس کے دہرانے کے تو ضرورت نہیں تھی مگر پھر بھی اختصار
سے ذکر کرتا ہوں"انتہی عرض کرتا ہوں ۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی "نقش پا" کی

ہاں یہ مسلم ہے کہ ابو عمر کے شیخ، شیخ القرآن پنج پیری رحمہ اللہ ہیں۔ کیونکہ خود
شیخ القرآن صاحب پنج پیر اور احادیث رفع الیدین کے ۳ پر لکھا ہے "اللہ تعالیٰ نے شیخ
صاحب کے دروس سے مستفید کر کے الحمد للہ ہمیں اس حد تک پہنچایا" لیکن یہ اسلام
لانے کے بعد کی بات ہے کیونکہ قبر کی مٹی سے چھٹکارا اسے مودودی کی کتاب قرآن کی
چار بنیادی اصطلاحوں" سے ملا ہے۔ تقدیر میں یہی تھا کہ یہ کتاب اس کی ہدایت کا سبب
بن جائے گی آخر اس میں بھی تو قرآنی آیات ہیں۔ اور تقریباً ۵ مقامات پر اتخذوا
احبار ھم ورھبا نھم آیت درج ہے۔ مذکورہ کتاب کی حقیقت تک رسائی کے لئے
دنیائے اسلام کی عظیم شخصیت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تصنیف "عصر حاضر میں
دین کی تفہیم و تشریح" کا مطالعہ فوائد سے خالی نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی شرع لنا الشریعة الکاملة التی لیلها کنهارها۔ واتم الصلوات واکرمها واحسنها علی صاحب الملة الحنیفة التی سوادها کبیا ضها۔ وعلی اله واصحابه الذین ادرکوا حقیقة البعثة وخواصها۔ اللهم ارحم علی المجتهدین الذین استنبطوا الاحکام الشرعیة ونکات خواص الاعمال واسرارها۔ خصوصا افضلهم واعظمهم اعنی الامام ابا حنیفة (رحمه الله) الذی ابرز من النصوص دررها ونکاتها۔

اما بعد

اس میں دو مسلمانوں کا اختلاف نہیں کہ اسلام سلامتی اور وحدت کا نام ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی وضاحت کی اور اس نسخہ کیمیا کے چشمہ صافی سے جو خوش قسمت سیراب ہوئے وہی کامیاب ہوئے۔ قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا ستون "حدیث" ہے۔ قرآن وحدیث کے ذریعہ دین کی اصولی باتوں کی تکمیل ہوئی۔ جو لوگ "احادیث نبویۃ علی صاحبها الف الف تحیۃ" کو بالائے طاق رکھ کر صرف قرآن کی رٹ لگاتے ہیں اور احادیث نہ ماننے کے لئے بہانے تراشتے ہیں۔ وہ قرآن پر بھی کبھی عمل نہیں کر سکتے۔ ایک دفعہ کسی آدمی نے صحابی رسول عمران بن حصینؓ سے مطالبہ کیا کہ صرف اور صرف قرآن بیان کیا کریں تو اسی صحابی نے جواب دیا کہ تم احمقوں کی جنت میں رہتے ہو۔

انت الأحمق۔ هل فی القران بیان عدد رکعات

الفرائض او اجهروا فی کذا دون کذا۔

(میزان الکبریٰ للشعرانی صفحہ ۵۲)

”یقیناً تو بے وقوف ہے‘ کیا قرآن میں فرائض کے رکعتوں کی تعداد موجود ہے‘ یا کس رکعت میں انہوں نے اونچی آواز سے قرآت پڑھی ہے اور کس میں پست آواز سے‘ یہ کیفیت موجود ہے؟“۔

دور قریب کے ایک عالم سلامت اللہ جیراجپوری گزرے ہیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی طرف سے ”تراجم علمائے حدیث ہند“ نامی کتاب شائع ہو چکی ہے۔ مؤلف کا نام ہے ”ملک ابو یحییٰ امام خان نوشہروی“ اس کتاب کے عدد مسلسل نمبر۱۰۸ صفحہ ۳۱۵ پر مولانا سلامت اللہ کے حالات میں لکھا ہے :

”آپ کے صرف ایک بیٹے مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری ہیں جو مشہور عالم‘ نامور مؤرخ‘ صاحب تصانیف کثیرہ مثلاً تاریخ الامت‘ تاریخ نجد‘ تاریخ قرآن وغیرہ ہیں‘ اوائل عمر سے سلسلہ اہلِ حدیث میں منسلک تھے مگر آخر میں اس سے رشتہ توڑ لیا ہے آپ کا خیال ہے کہ قرآن ہدایت کے لئے کافی ہے اور حدیث دین نہیں بلکہ تاریخ دین ہے“۔

اب جب اسلم صاحب نے اہل حدیث کو خیر آباد کیا۔ اور پرویزیوں کے راستہ پر گامزن ہوا تو کیا صرف قرآن اسے بغیر حدیث ماننے کے کفر سے بچا سکتا ہے‘ ہرگز نہیں۔ (حافظ صاحب کے حالات القرانیون وشبھا تھم حول السنۃ نامی کتاب میں صفحہ ۱۴۱ سے دیکھئے)

قرآن و حدیث ہی سے مجتہدین نے مسائل کا استنباط کیا ہے لیکن ”مجتہدین“ دین متین کے شارحین ہیں نہ کہ شارعین اور جو مسئلہ قرآن و حدیث میں صاف صاف نہیں ملتا‘ اس کا حکم نظائر و دلائل میں غور کر کے نکالنا ”اجتہاد“ ہے۔ تیسیر الاصول

حافظ ثناء اللہ کی کتاب ہے جو جامعۃ العلوم الاثریہ جہلم کے روح رواں ہیں اس نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۳۲۴ پر اجتہاد کی تعریف کی ہے :

استفراغ المجتهد وسعه فی نیل حکم شرعی عملی بطریق الاستنباط

(ارشاد الفحول صفحہ ۲۵۰ المستصفیٰ ۲۔۳۵۰ مسلم الثبوت ۲۔۳۶۲)

یعنی "مجتہد کا اپنی مقدور بھر کوشش کسی عملی، شرعی حکم کے حصول کے استنباط کے طریقہ پر خرچ کرنا اجتہاد کہلاتا ہے"۔

علمائے اصول نے لکھا ہے کہ :

"قیاس کسی حکم کو ثابت نہیں کرتا بلکہ ظاہر کرتا ہے اور جس شخص میں اجتہاد کی قوت نہ ہو اس کو مجتہد کی تابعداری لازم ہے۔ اسی کا نام تقلید ہے"۔

تراجم علمائے حدیث ہند کے صفحہ ۳۴۷ عدد مسلسل نمبر ۱۷ پر ابو یحییٰ محمد صاحب الارشاد الی سبیل الرشاد کے ترجمہ میں ہے :

"تقلید شخصی ۲ قسم پر محمول ہے (۱) تقلید قولی۔ (۲) تقلید فعلی، شق اول کو ترجیح ہے، شق ثانی پر شکل اول کے مطابق تمام اہل حدیث حنفی ہیں۔ اس واسطے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اترکوا قولی بخبر الرسول' دوسرا قول' اذا صح الحدیث فهو مذهبی' ان دونوں قولوں کے موافق اہل حدیث سچے حنفی ہیں"۔

یہاں سے حقیقۃ الالحاد کے اصل مباحث پر تنقیدی او توضیحی انداز سے بتوفیق اللہ کام شروع کرتا ہوں۔

باب اول

بیان مباحث تقلید

تقلید لغت میں

لغۃً تقلید ممدوح اور مذموم دونوں میں مستعمل ہے جب جانوروں گھوڑوں اور اونٹوں کی گردنوں میں رسی یا دھاگہ ہو۔ یا تقلید کا مضاف الیہ اونٹ، بکری وغیرہ ہو۔ جیسا کہ تقلید الاہل، تقلید الغنم (بخاری کے ۱-۲۳۱ پر ہے) تو اس وقت یہ استعمال مذموم ہے۔

مشرکین ومتبدعین کی تقلید جامد کی تشبیہ اگر جانوروں کے گردنوں میں رسیوں کے ساتھ دی جائے تو مناسب ہے جیسا کہ ایقاظ الھمم کے صفحہ ۱۴ پر ہے لافرق بین مقلد وبھیمۃ چوپائے اور مقلد میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن لغوی اعتبار سے بھی جب یہ عاقل شخص کے لئے مستعمل ہو مثلاً قلدت المرۃ قلادۃ عورت نے ہار گلے میں ڈالا۔ یا قلدتھا قلادۃ یعنی میں نے اس کے گلے میں ہار ڈالا۔ تو ہار گلے میں ڈالنا ممدوح ہے۔ اس لئے لغات الحدیث ۵۔۱۴۳ میں ہے کہ تقلید کا معنی گلے میں ہار لٹکانا ہے۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۵)

واقعی اچھی تقسیم ہے، انسان کے گلے میں جب ہار ہو اسے قلادہ کہتے ہیں۔ بخاری شریف کے جلد اول صفحہ ۴۸ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے "باب اذالم یجد ماء ولا ترابا" اس کے تحت یہ عبارت ہے :

عن عائشہ انها استعارت من اسماء قلادۃ۔

یہاں ہار کے معنی میں مستعمل ہے۔ نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا القلائد' قلائد جمع ہے قلادہ سے تقلید ہے قرآن کریم کے اس ٹکڑے کا ترجمہ خود حکیم الاحناف سے سنئے : نہ ان جانوروں کے جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں"۔ (صفحہ ۴)

الجواب

ٹھیک ہے ترجمہ حکیم لاحناف کا۔ جانوروں کے ساتھ مستعمل ہونے کی صورت میں یہی معنی ہے وضاحت امام بخاریؒ سے سنئے۔ باب القلائد والسخاب للنساء یعنی قلادۃ من طیب وسک بخاری (۲-۸۷۳) اور (۲-۸۷۴) پر اس کے بعد متصل باب ہے۔ "باب استعارۃ القلائد" اور (۱-۲۳۰) پر ہے "قلد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الهدی" البتہ جب عاقلات یا عقلاء کے لئے ہو تو یہ استعمال ممدوح ہے۔ جس طرح حدیث کے لغوی اور عرفی معنی میں، سلف کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں اور سنت کے معانی لغویہ اور اصطلاحیہ میں فرق ہے۔ اس طرح تقلید کا لفظ بھی ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں ضابطہ لکھا ہے :

ولوكان فی احدهما عرفية والاخر لغوية فالعمل علی العرفية اولی۔ (اتقان ۲-۱۸۲)

لہٰذا عام استعمال کے وقت عرفی معنی کا لحاظ بہتر ہے۔

تقلید کا اصطلاحی معنی

علم الاصول کی کتاب "مولوی" کے (۱۔۳۸۰) پر ہے :

التقلید اتباع الانسان غیرہ فیمایقول اویفعل معتقدا
لحقیتہ من غیر نظر وتامل فی الدلیل

اس کے بعد یہ عبارت ہے :

فتقلید ھم بل تقلید کل مجتھد صورۃ اذا قلدہ بدلیل
یدل علی ان قولہ حجۃ فی حقہ

اور قاضی بیضاوی قرآن کریم کی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں :

(واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ) وھو دلیل علی
المنع من التقلید لمن قدر علی النظر والاجتھاد' واما
اتباع الغیر فی الدین اذا علم بدلیل ما انہ محق
کالانبیاء والمجتھدین فی الاحکام فھو فی الحقیقۃ لیس
بتقلید بل اتباع لما انزل اللہ۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ۱۳۶)

مولوی عبدالعزیز نے "اصطلاحی معنی" کا عنوان دیا ہے۔ پہلے "اصطلاح" کی تعریف ملاحظہ کیجئے :

اتفاق طائفۃ مخصوصۃ علی اخراج شیٔ عن معناہ الی
معنی اخر۔ (شامی ۱۔۲٦)

اس عنوان کے بعد یہ تعریف نقل کی ہے :

التقلید اخذ القول من غیر معرفۃ دلیلہ۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ نے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ :

"مجیب نے جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح ہے"۔

صفحہ ۲۶۳ پر ہے :

"دلیل کی پوری معرفت ہدایہ وغیرہ پڑھنے سے نہیں ہوتی کیونکہ معرفت دلیل اس کو کہتے ہیں کہ دلیل کو پورے طور پر جاننا' بالفاظ دیگر یہ جاننا کہ اس کا معارض کوئی نہیں اور یہ منسوخ بھی نہیں۔ ایسا جاننا مجتہد کا خاصہ ہے"۔

مولانا ثناء اللہ نے (۱-۲۶۰) پر اپنے فتاویٰ میں تقلید کی تمام تعریفوں کا حاصل مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم سے یوں ادا کیا ہے :

"تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلائے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا"۔

(الاقتصاد صفحہ ۱۷)

مولانا امرتسری کی تصریح سے معلوم ہوا کہ تقلید کی تعریف میں بنیادی عنصر "دلیل کی تحقیق نہ کرنا" شامل ہے۔ نہ یہ کہ اس قول پر سرے سے دلیل ہی نہ ہو گا۔ مفتی رشید احمد مدظلہ لکھتے ہیں :

"اس تسلیم و عمل کو اس مسئلہ کی دلیل معلوم ہونے پر معلق نہ کرنا۔ لیکن وہ دلیل اگر اس وقت معلوم ہو یا بعد میں معلوم ہو جائے تو یہ تقلید کے منافی نہیں۔ غرضیکہ تقلید میں مطالبہ دلیل شامل نہیں اور علم بالدلیل اس کے معارض نہیں"۔ (احسن الفتاویٰ ۱-۴۰۸)

اس طرح "مولوی" کی تعریف جو ابتداء میں گزری "من غیر نظر وتامل فی الدلیل" یا کشاف اصطلاحات الفنون میں اسی عبارت کا اضافہ بھی ہے :

"کان هذا المتبع جعل قول الغیر او فعله قلادة فی عنقه

من غیر مطالبۃ الدلیل"۔

اب تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ مجتہد کے قول و فعل کو معلوم کرکے محض حسن عقیدت کی بناء پر عمل کرے اور تسلیم و عمل کے وقت مجتہد کی دلیل خاص کی فکر نہ کرے اور نہ اس سے دلیل خاص طلب کرے۔ "الدلیل" میں الف لام عہدی ہے خاص وہ دلیل جس کو پیش نظر رکھ کر مجتہد نے اجتہاد کیا ہے اور من غیر تامل کی تفسیر "من غیر مطالبۃ الدلیل" ہے۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ بوقت اتباع مجتہد کی خاص دلیل کی طلب اور تحقیق نہ کرنا بلکہ محض حسن ظن کی بناء پر اس کی اتباع تقلید ہے۔ اس کے بعد مجتہد کی اسی خاص دلیل یا دوسری دلیل کا بدون طلب از مجتہد معلوم ہو جانا یا کسی دوسرے عالم سے دلیل طلب کرلینا یا مطالعہ کتب کے ذریعہ یا اپنے فہم وذکاوت کے ذریعہ دلائل پر اطلاع پالینا یا عوام کی تفہیم وافہام کے لئے یا مناظروں میں مناظرین کی زبان بندی کے لئے دلائل کا بیان کرلینا مفہوم تقلید کے ہرگز منافی نہیں اور تقلید رتبہ جہل و بے علمی کا نام نہیں۔

یہ بعض احباب کی غلط فہمی ہے کہ تقلید تب ہوگی جب دلیل کو بالائے طاق رکھ کر اس سے "سامری" جیسا معاملہ کیا جائے۔ اور غالباً یہ غلط فہمی مسلم الثبوت کی تعریف سے پیدا ہوتی ہے۔ صاحب مسلم الثبوت لکھتے ہیں :

التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ

(مسلم صفحہ ۲۸۹، فتاوی ثنائیہ صفحہ ۲۶۰)

لیکن اطلاعاً عرض ہے کہ مقلد ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کی تقلید تو نہیں کرتا بلکہ مجتہد کی تقلید کرتا ہے یعنی غیر مجتہد، مجتہد کی بات اعتماد اور حسن ظن کی بناء پر مان لیتا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے لکھا ہے :

"فروعی مسائل فقہیہ میں غیر مجتہد کا مجتہد کے قول کو تسلیم کرلینا اور اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا اس اعتماد پر کہ اس مجتہد کے

پاس دلیل ہے یہ تقلید ہے"۔ (شریعت وطریقت کا تلازم صفحہ ۷۳)

اور صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے :

"علامہ ابوالولید باجی مالکی شارح موطا اپنی کتاب الحدود فی الاصول صفحہ ۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ تقلید یہ ہے کہ جس کی تقلید کی جائے اس کے قول کو بلا دلیل مان لے۔ چاہے اس کو دلیل بھی معلوم ہو جائے"۔

تو ایک ہے مجتہد مطلق مستقل کا وظیفہ اور دوسرا ہے مقلد کا وظیفہ۔ تو جب کسی کو مجتہد مانا جاتا ہو تو اس کے پاس دلیل ضرور ہوگی۔ امام شعرانی میزان الکبریٰ کے صفحہ ۷ میں لکھتے ہیں :

فما من حکم استنبطہ المجتھد الا وھو متفرع من الکتاب والسنۃ اومنھما معاً ولا یقدح فی ذلک الحکم الذی استنبطہ المجتھد جھل بعض المقلدین بمواضع استنباطاتہ۔

"جب مجتہد کا اجتہاد کتاب وسنت اور آثار صحابہؓ سے استنباط پر مبنی ہے تو ضرور مجتہد کے پاس دلیل ہوگی چاہے ہمیں اس کا علم تفصیلی اور معرفت تامہ نہ ہو"

ہاں فروعی مسائل میں مجتہد کا اجتہاد اس رتبہ کا نہیں کہ یہی حق ہے ضرور بالضرور وماذا بعد الحق الا الضلال العیاذ باللہ بلکہ اس میں اس اجتہاد کے ساتھ موافقت نہ رکھنے والے کے لئے بھی تشدد اور تعصب سے پرہیز کرنا چاہئے اصول السرخسی میں ہے :

یحصل لہ بالاجتھاد العلم من طریق الظاھر علی وجہ یطمئن قلبہ وان کان لایدرک ماھو الحق باجتھادہ

لامحالہ (۲-۱۳۹)

جہاں تک مقلد کا وظیفہ ہے تو وہ مجتہد کی بات تسلیم کرنا ہے کیونکہ عمل کے لئے حجت ضروری نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ مجتہد کے پاس دلیل ہو' مجتہد کی بات تو بلادلیل نہیں۔ پتہ چلا کہ تعریف مذکور میں جو مسلم الثبوت سے نقل کیا جاتا ہے۔ "من غیر حجۃ" جار مجرور "العمل" کے ساتھ متعلق ہے' اور قول الغیر یعنی مجتہد کے ساتھ متعلق نہیں' اور یہی مطلب اس تعریف کا بھی ہے :

التقلید ھو قبول قول بلا حجۃ

"کہ مجتہد کا قول بلا حجہ نہیں"۔

کیونکہ قول میں تنوین مضاف الیہ کا عوض ہے ای قول الغیر۔ قول مجتہد قبول کرنا اگر بلا حجہ یعنی محض حسن ظن اور اعتماد کی بناء پر ہو تو بھی کافی ہے لہٰذا صفحہ ۶ پر فواتح الرحموت کے حوالہ سے مولوی نورستانی صاحب کی نقل کردہ تعریف سے مغالطہ مت کھایئے کہ : التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجۃ۔ بلکہ جمع الجوامع کی شرح سے صفحہ ۵ پر نقل کردہ تعریف ہمارے لئے دلیل بین ہے کہ : "من غیر حجۃ" متعلق ہے اخذ کے ساتھ کیونکہ "اخذ" ۲ جگہ ہے۔ "التقلید اخذ القول من غیر حجۃ علی الاخذ" یہاں بھی الف لام عوض مضاف الیہ سے ہے ای اخذ قول الغیر (یعنی مجتہد)۔

اور یہی تقلید مجتہد کا گمراہی اور شرک نہیں۔ تفسیر قرطبی میں ہے :

اما التقلید لی الحق فاصل من اصول الدین وعصمۃ من عصم المسلمین یلجأ الیھا الجاھل المقصر عن درک النظر۔

(۱-۲۱۱)

یعنی عامی بمعنی غیر مجتہد مراد لیا ہے۔ نہ بمعنی ان پڑھ۔ جیسا کہ حقیقۃ

الالحاد کے صفحہ ۹۲ اور ۹۳ میں ہے امی ان پڑھ کے لئے یہ ضروری ہے اور تفسیر قرطبی ا۔۲۱۲ میں ہے :

العامی الذی لایشتغل باستنباط الاحکام من اصولها۔

کیاامام ابوحنیفہؒ کے مجتہد ہونے میں شک ہے؟

زمانہ قریب میں مولانا محمد یونس نعمانی صاحب کا ایک مناظرہ مسئلہ تقلید پر غیر مقلدین کے مناظر پروفیسر طالب الرحمٰن کے ساتھ ہوا ہے۔ سرحد کے اہل حدیث بھی اس مناظرے میں وجود باجود رکھتے تھے۔ اس میں طالب الرحمٰن صاحب نے کہا تھا کہ مسائل اجتہادیہ میں بھی تقلید ناجائز ہے کیونکہ تقلید ہمارے نزدیک گمراہی ہے اور کہا تھا کہ ہم تقلید شخصی وغیر شخصی دونوں کو گمراہی کہتے ہیں۔ پھر کہا تھا کہ امام ابوحنیفہ کا منیب الی اللہ قرآن وحدیث سے ثابت کرو تو ایک لاکھ روپے انعام دوں گا اور امام ابوحنیفہ میں اجتہاد کے شرائط بتلائیں (اور متعصب نورستانی چپ سادھ لئے ہوئے تھے) اور منہ مانگا انعام لے لو۔

اطلاعاً عرض ہے کہ اگر چودھویں صدی میں ہر ایک غیر مقلد عالم ڈھیلے پر مینڈک کی طرح چڑھ کر کشمیر دیکھ سکتا ہے تو خیر القرون کے ایک اظہر من الشمس عالم جو ۸۰ر ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ اس کے لئے اجتہاد کوئی متعذر نہیں لیکن عجب دور دیدم۔ وہ تو مجتہد نہیں ہوسکتے اور قاضی شوکانی اور نواب صاحب وغیرھا مجتہدین ہیں' کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ۔

بوحنیفہ کو کہے طفل دبستان جاہل
مہر تابان کو دکھانے لگی مشعل قندیل

سامریؔ' موسیٰ عمران کو کہے جادوگر

شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجھل

پروفیسر کو پروفیسر کا جواب

اسلامی نظریات۔ سلفی عقائد اور روحانی اقدار کا پیامبر ماہنامے کا نام ترجمان الحدیث ہے۔ مدیر اعلیٰ اس کے ٹائٹل پر احسان الٰہی ظہیر مرحوم لکھا ہوا ہے اس میں تذکرۃ المحدثین کے عنوان سے ائمۂ اربعہ کے حالات مختصراً درج ہیں۔ اس کے صفحہ ۳۴ میں پروفیسر غلام احمد حریری کے مقدمہ سے اقتباس کے چند سطر پیش کئے جاتے ہیں۔

"آپ ان مجتہدین میں سے تھے جو کتاب وسنت اور ان کے مطالب ومعانی سے بخوبی آگاہ تھے"۔

(ترجمان الحدیث جلد ۱۳ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ ستمبر ۱۹۸۲ء)

پروفیسر طالب الرحمٰن تو طالب تھے کہ ابوحنیفہ کو مجتہد ثابت کرو تو دوسرے پروفیسر حریری صاحب نے یہ گتھی سلجھائی اس مضمون بالا میں یہ بھی ہے کہ تشدد فی الروایہ کی بناء پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف سترہ (۱۷) احادیث صحیح ہیں، اس پر تفصیلی بحث اپنی جگہ آنے والی ہے، انشاء اللہ۔ یہاں تو اتنا کافی ہے کہ جب وہ مجتہد تھے اور سنت کے مطالب ومعانی سے بھی بخوبی آگاہ تھے اور محدثین کے زمرہ میں بھی ہے جیسا کہ عنوان سے معلوم ہوتا ہے اور حدیث کا علم بھی حاصل ہے جیسا کہ صفحہ ۳۳ پر ہے اور کوفہ میں چار ہزار محدثین بھی تھے اور جب کتاب اللہ کی نص موجود نہ ہو تو حدیث رسول پر عمل پیرا ہوتا تھا۔ اور پھر بھی اس مضمون میں یہ بات بلا تردید کہ صفحہ ۳۴ میں ہے آپ پر حدیث میں قلیل الروایات ہونے کا الزام عائد کیا جاتا ہے ۔

فیصلہ کرو تمہیں راست میں کس کو مانوں
مژدۂ قتل کو یا وصل کی تیاری کو

گھر کی شہادت

علامہ وحید الزمان صحیح بخاری کے اردو ترجمہ کے حاشیہ میں پ ۱۶، صفحہ ۸۵، کتاب المغازی میں لکھتے ہیں :

"اہل حدیث تمام مجتہدین امت کے مداح اور ثنا خوان ہیں اور ہر ایک مجتہد سے محبت رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم اور تکریم کرتے ہیں کیونکہ ان بزرگوں نے بڑی محنت اور جانفشانی کی اور شرع کے احکام قرآن و حدیث سے نکالے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے اور درجات عالیہ مرحمت فرمائے ان مجتہدوں میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی ہیں"۔

آخر میں لکھتے ہیں :

"متاخرین میں بھی کئی مجتہد گذرے ہیں۔ امام ابن حزم۔ امام ابن تیمیہ۔ امام ابن قیم، امام شوکانی وغیرھم رحمھم اللہ رحمۃً واسعۃً"۔

(یہ آخری چار ائمہ وحید الزمان صاحب کے قول کے مطابق مجتہدین ہیں)۔

لیکن اللہ کی شان۔ یہاں بھی عجیب تماشہ ہے وحید الزمان صاحب نے مان لیا کہ امام ابو حنیفہ "مجتہد تھے اور پھر بھی کتاب التفسیر کے صفحہ ۵۹ میں سورہ جمعہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

"محمد بن نصر مروزی محدث لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی بضاعت حدیث میں بہت تھوڑی ہے"۔

اور "پیغمبر کی نماز" میں صفحہ ۳۸۴ میں وتر کی بحث میں اسی محدث کی تقلید کرتے ہوئے امام ابو حنیفہ کو نورستانی نے یتیم فی الحدیث لکھا ہے۔ (کیا یتیم فی الحدیث

بھی مجتہد بن سکتا ہے؟)

حنفیت اور تقلید شخصی کی حقیقت

دارالعلوم دیوبند کے سرخیل مفتی، مولانا محمود حسن صاحب نے فتاویٰ محمودیہ (۱-۳۹۲) میں لکھا ہے:

"امام اعظم کے اصول جن کو ان کے تلامذہ نے مفصلاً بیان کیا اور ان پر مسائل متفرع ہوئے خواہ وہ مسائل امام اعظم سے بتصریح منقول ہوں یا نہ۔ ان کے ماننے اور ان پر عمل کرنے والا حنفی ہے، امام صاحب کے تلامذہ کے اقوال بھی امام صاحب ہی کے اقوال ہیں خواہ وہ صراحۃً ہوں خواہ التزاماً، لہٰذا مواقع مخصوصہ میں ان پر عمل کرنے سے حنفیت سے خروج نہ ہوگا"۔

مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

"تقلید شخصی یہ ہے کہ کسی خاص مجتہد کی طرف جو مذہب منسوب ہے اس کے مفتی بہ مسائل کو لے کر ان پر بلا طلب دلیل عمل کیا جائے۔ عام ہے کہ وہ مسائل خود اس کے امام کے ہوں یا اس کے شاگردوں کے مگر اس طرح ہوں کہ ان پر ایک مذہب معین کا نام صادق آئے"۔ (احسن الفتاویٰ جلد۱۔ صفحہ۴۱۱)

اسی طرح امام شعرانی نے مقدمہ میزان الکبریٰ کے صفحہ ۵۶ پر لکھا ہے:

ان من اخذ بقول واحد من اصحب ابی حنیفہ فهو اخذ بقول ابی حنیفہ۔

تقلید شخصی کا حکم

تقلید شخصی کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے :

"کبھی وہ واجب ہوتی ہے اور کبھی نہیں' اگر ہندوستان یا ماوراء النھر کے کسی خطہ میں ایک جاہل مسلمان رہ رہا ہے اور اس کے قرب وجوار میں کوئی شافعی یا مالکی یا حنبلی عالم دین موجود نہیں نہ ہی ان تینوں مذاہب کی کوئی کتاب موجود ہے تو ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ مذہب ابوحنیفہ کی تقلید کرے اور حرام ہے کہ دائرہ حنفیت سے قدم باہر نکالے کیونکہ اگر اس نے ایسا کیا تو دائرہ اسلام سے بھی باہر جائے گا اور اس کے دین وایمان کا کوئی وزن باقی نہ رہ جائے گا"۔ (الانصاف اردو ترجمہ صفحہ ۱۱۴)

تقلید غیر شخصی کی حقیقت

قاری محمد طیب صاحب دیوبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"اگر ایک مسئلہ میں ایک امام کی تقلید ہو اور دوسرے میں دوسرے کی تو اس میں بھی تقلید ایک کی ہوئی پھر بھی وہی تقلید شخصی باقی ہے' زیادہ سے زیادہ امام کئی ہیں مگر ہر ہر مسئلہ میں امام ایک ہی رہا۔ اور تقلید بھی واحد کی رہی' یہ تو نہ ہوا کہ اسی کی ایک مسئلہ میں فلاں کی بھی تقلید ہوئی اور اسی ہی میں فلاں کی بھی تقلیدیں متعدد ہو گئیں امام متعدد ہو گئے مگر جس مسئلہ میں جس امام کی تقلید واقع ہوئی وہ شخصی رہی یا اگر ایک شخص صبح کو ایک امام کی تقلید کرتا ہے اور اس مسئلہ میں شام کو دوسرے کا جبکہ

دونوں مختلف الرائے بھی ہیں تو اب بھی وہی تقلید شخصی ہے کیونکہ جس صبح کو اس نے ایک امام کی تقلید کی تو اس صبح کو وہ یقیناً دوسرے امام کے نظریہ سے ہٹا ہوا اور اس کے عمل سے الگ تھا، شام کو جب اس نے دوسرا امام اختیار کیا تو یقیناً صبح کا مذہب اور صبح کا اسلام بھی بدل دیا اس لئے صبح کو تقلید شخصی ہی کی اور شام کو بھی تقلید شخصی ہی رہی"۔ انتہی۔

(اجتہاد اور تقلید مولف قاری محمد طیبؒ)

اور شاہ ولی اللہ نے بھی لکھا ہے :

"اب خواہ کوئی انسان کسی ایک ہی فقیہ سے ہمیشہ فتویٰ پوچھا کرتا ہو یا کبھی ایک فقیہ سے اور کبھی دوسرے سے، دونوں فعل جائز ہیں۔ بشرطیکہ مستفتی، فقیہ اور رسول کے فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھے"۔ (الانصاف اردو ترجمہ صفحہ ۱۵۵)

اس لئے تو صفحہ ۱۵۶ میں شاہ صاحب لکھتے ہیں :

"پس ہماری تقلید پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے جب کہ ہم کسی امام کے متعلق یہ ایمان نہیں رکھتے کہ وہ معصوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر علم فقہ کی وحی نازل فرمائی ہے اور اسکی اطاعت ہم پر فرض کی ہے ہم تو اگر کسی امام کا اتباع کرتے ہیں تو یہ جان کر کرتے ہیں کہ وہ کتاب و سنت کا عالم اور روح شریعت کا مزاج شناس ہے اس لئے اس کا قول یا تو آیات و احادیث کے صریح دلائل پر مبنی، یا ان سے ماخوذ اور مستنبط ہے یا پھر قرائن سے اس نے یہ بات تحقیق کرلی ہے کہ یہ حکم فلاں علت کی بناء پر ہے اور جب اسے اپنی فہم کی صحت پر پورا اطمینان ہوگیا ہے تب ہی اس نے غیر

منصوص کو، منصوص پر قیاس کر کے فتویٰ دیا ہے"۔

نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

"میں کہتا ہوں کہ ہمارے اہل حدیثوں کا بڑا مفتی تو شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ہیں"۔ (المعلوم، صفحہ ۲۰)

حقیقت

مجلّہ البحوث الاسلامیہ (۲۰ نمبر مجلّہ) کے صفحہ ۳۰۷ میں ان کے ایک سوال کا جواب ہے :

هل لسما حتكم مذهب فقهي خاص وما هو منهجكم في الفتوى الادلة؟

تو جواب دیتے ہیں۔

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا مذہب

منهجي في الفقه هو منهب الامام احمد بن حنبل رحمه الله وليس على سبيل التقليد ولكن على سبيل الا تباع في الا صول التي سار عليها۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ میرا انداز استدلال مجتہد مطلق امام احمد بن حنبلؒ کے اصول پر مبنی ہیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں :

"دوسرے وہ لوگ ہیں جو مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ ایسا شخص جو خود مجتہد ہو کر کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا مگر اس کے باوجود یہ لوگ ایک امام کی طرف اس بناء پر منسوب

کردیے جاتے ہیں کہ وہ طریق اجتہاد اور انداز استدلال اور اسلوب ترتیب دلائل وہی اختیار کرتے ہیں جو اس امام مجتہد مطلق کا ہوتا ہے۔ تیسرا طبقہ متوسطین کا ہے یعنی وہ لوگ جن کو اگرچہ اجتہاد کا مقام حاصل نہیں ہوسکا مگر اجتہاد کے وہ اصول ان کے سامنے روشن ہوتے ہیں جن کو امام نے اختیار کیا تھا اور اس امر کی پوری قدرت رکھتے ہیں جو مسئلہ (اقوال امام) میں تصریح کے ساتھ موجود نہیں اس کو امام کے مصرح اقوال پر قیاس کرکے جواب دے سکیں یہ لوگ بھی بہرحال امام کے مقلد (ہی) ہوتے ہیں"۔ (الانصاف صفحہ ۱۱۱ اردو ترجمہ)

تیسیر الاصول میں حافظ ثناء اللہ الزاہدی نے اجتہاد کے مراتب میں ایک مرتبہ اجتہاد مقید کا ذکر کیا ہے اور اس کی تعریف یوں کی ہے :

وهو بناء الاجتهاد على اصول وقواعد مذهب معين من المذاهب وهو ليس باجتهاد على الصحيح۔

(مسلم الثبوت ۲۔۳۶۳، کشف الاسرار ۴۔۱۵، تیسیر الاصول صفحہ ۳۲۵)

اور حجۃ اللہ کے جلد اول صفحہ ۱۵۳ میں ہے :

كان صاحب الحديث ايضا قلينسب الى احد المذاهب لكثرة موافقته له كانسائي والبيهقي ينسبان الى الشافعي

پتہ چلا عبدالعزیز صاحب کہ عبدالعزیز بن عبداللہ حنبلی مسلک کا پیروکار صاحب حدیث عالم ہے۔

نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

"سعودی حکومت کی بنیاد ہی الحمدللہ اہل حدیثوں نے رکھی"۔

(المعلوم صفحہ ۲۱)

حقیقت

شیخ محمد بن الشیخ عبد الطیف رسالہ خامسہ میں لکھتے ہیں :

اما مذھبنا فمذھب الامام احمد بن حنبل امام اھل السنہ فی الفروع والاحکام ولا ندعی الاجتھاد۔ واذا بانت لنا سنۃ صحیحۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عملنا بھا ولا نقدم علیھا قول احد کائنا من کان۔ الھدیۃ السنیۃ والتحفۃ الوھابیۃ النجدیۃ۔

(تالیف سلیمان بن سحمان النجدی صفحہ ۹۹)

اور عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نے رسالہ ثالثہ میں لکھا ہے :

ونحن ایضا فی الفروع علی مذھب الامام احمد بن حنبلؒ۔ (الھدیہ السنیہ صفحہ ۴۴)

الحمدللہ والشکر للہ کہ سعودی حکومت کی بنیاد حنابلہ نے بھی رکھی ہے۔

تقلید جامد

حجۃ الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ کے (۱۔۱۵۵) میں توحید جامد کی تردید کرتے ہوئے الشیخ عزالدین بن عبد السلام کا قول نقل کرلیا ہے اس کے آخری جملوں میں سے ایک جملہ یہ ہے :

فان احدھم یتبع امامہ مع بعد مذھبہ عن الادلۃ مقلدا لہ فیما قال کانہ نبی ارسل۔

مولوی عبدالعزیز نے بھی حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۹۹ پر یہ جملہ جو برائے تردید

تقلید جامد ہے، نقل کیا ہے پھر شاہ صاحب لکھتے ہیں :

ولم نومن بفقیہ اما کان انہ اوحی اللہ الیہ الفقہ

وفرض علینا طاعتہ وانہ معصوم

"ہم کسی فقیہ پر ایمان نہیں لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو فقہ کی
وحی بھیجتا ہے اور اللہ نے اس کی اطاعت ہم پر فرض کی ہے اور
وہ بالکل معصوم ہے"۔ انتہی

اور حقیقت ہے کہ عصمت انسانوں میں سے صرف انبیاء علیہم السلام کی
خصوصیت ہے اور عجائبات میں سے سمجھ لیں کہ جو شخص انبیاء کی عصمت نہیں مانتا تو
اس مودودی کی مدح کے لئے غیر مقلدین جو اپنے آپ کو کہتے ہیں کے قلم وقف ہیں
جیسا کہ المعلوم اور توحید لامثال سے معلوم ہوتا ہے گویا یہ مودودی کے پکے دیندار ہیں۔
اور اس کی تعریف گویا قرآن وحدیث کی ترجمانی ہے۔ جہاں تک دعویٰ کا مقام ہے تو
صفحہ ۷۷ پر لکھتا ہے :

"جو قول و فعل اس (غیر مقلد) سے قرآن وحدیث کے خلاف
سرزد ہو تو وہ سمجھتے ہیں کہ گویا ان کا مال و اولاد ہلاک ہوئے"۔

ان کو اہل حدیث غیر مقلد کہتے ہیں ۔

انسان کے قول و فعل میں اس درجہ اختلاف
منبر پناہ مانگ رہا ہے خطیب سے

بہرحال ہماری تقلید جامد نہیں کیونکہ ہم فقیہ اور رسول کے فرق کو ہمیشہ ملحوظ
رکھتے ہیں، اس مجتہد کو نبی مرسل نہیں سمجھتے۔ کیونکہ نبی معصوم اور مجتہد غیر معصوم
ہیں۔ درمختار کے صفحہ ۳۰ میں ہے :

ویابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ۔

اور علامہ شامی نے مزنی کا واقعہ نقل کیا ہے :

قرءت كتاب الرسالۃ على الشافعي ثمانين مرة فما من مرة الا وكان يقف على خطا فقال الشافعي هيه ابى الله ان يكون كتابا صحيحا غير كتابه۔ (شامی صفحہ ۲۱)

تقلید جامد اور شیخ القرآن پنج پیر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نے قولاً و تحریراً تقلید جامد کے پرخچے فضائے آسمانی میں بکھیر دیے ہیں۔ لکھتے ہیں :

ومن الاسباب التى تعارض بها السنة وتترك بها الكتاب العمل بقول المشايخ والاحبار معتقدين فيهم العصمة الخ۔ (اصول السنۃ صفحہ ۸۰)

دوسری جگہ رقم فرماتے ہیں :

ومنها اتباع الاكابر والاستنان بسنة الرجال وهذا من حجج المشركين الضالين وليس كذالك اتباع الائمة المجتهدين فانهم كانوا على هدى مستقيم۔

(اصول السنۃ صفحہ ۱۷)

تیسری جگہ لکھتے ہیں :

التقليد والاقتداء بالغير بمجرد حسن الظن انما يجوزلمن كان مجتهدا عدلا لالمن كان مقلدا۔

(اصول السنۃ صفحہ ۶۳)

تقلید جامد کے لئے ایک مثال

نماز میں تشہد کے وقت اشارہ احادیث سے صراحتہً ثابت ہے لیکن خلاصہ کیدانی میں ہے کہ یہ حرام ہے حالانکہ یہ قول احادیث کے بالکل مخالف ہے اور نہ یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے لیکن تقلید جامد کے متوالوں کے کرتوت دیکھئے۔ بیان الایمان المعروف عقائد المومنین پشتو نظم ونثر میں مولوی ثانی صاحب آف مانکی کی کتاب ہے اس کے صفحہ ۹ میں ہے :

"نو حکم ددغہ سړی دادے چہ غاخونہ ئے ډماتے کړی خولہ د ورلہ د خاورو نہ ډکہ کړی۔ مخ دئے تور کړی او پہ خرد ے سور کړی۔ چار پیرہ دے پہ وطن کښې اوگرځوی ترحال توبے پورے کہ توبہ ئے اوکړہ نو پرېږدے دی او کہ توبہ ئے اونکړہ نو د وطن نہ دے اوشړی"۔

اردو ترجمہ "(جس نے یہی اشارہ کیا) تو ایسے شخص کا حکم یہ ہے کہ اس کے دانت توڑ دیں۔ اس کا منہ مٹی سے بھر دی جائے اور اس کے چہرے کو سیاہ کرلیں اور گدھے پر سوار کرکے وطن کے چاروں اطراف میں گھمایا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے 'اگر توبہ کرلے تو اسے چھوڑ دے ورنہ اسے وطن سے دربدر کیا جائے"۔

توبہ اللہ۔ مانکی خیل کی شریعت میں شاید یہ بدترین سزا دہریہ اور کیمونسٹ کے لئے بھی نہ ہو۔ صرف فقہ کی کسی غیر معتبر کتاب میں لکھنے سے یہ ایسی شریعت بن گئی جیسا آسمانی کتاب۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ اور تقلید جامد

مولانا سرفراز خان صاحب نے عبارات اکابر کے حصہ اول کے صفحہ ۶۰ میں

لکھا ہے :

"حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ نے علمائے پشاور کے نام جو خط لکھا اس میں اس کا تذکرہ بھی ہے کہ اس فقیر کا مذہب اماعن جد حنفی ہے اور اس وقت بھی خاکسار کے تمام اقوال واعمال احناف کے اصول وقواعد کے مطابق ہیں ان میں سے ایک بھی ان اصول سے باہر نہیں ہے"۔ (سیرت سید احمد شہید صفحہ ۲۱۶)

پھر لکھا ہے :

"ابھی ہم نے اوپر حیات طیبہ کے حوالہ سے حضرت مولانا شہید علیہ الرحمہ کی اپنی رائے اور بیان عرض کیا کہ وہ حدیث سے ثابت شدہ بعض مسائل کے علاوہ اکثر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی فقہ اور مسائل کو تسلیم کرتے تھے۔ اور حنفیت اس کے سوا اور ہے کیا؟ (صفحہ ۶۱)

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ نورستانی صاحب نے صفحہ ۱۳ پر تنویر العینین کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن یہ حوالہ نورستانی صاحب کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث نہیں۔ کیونکہ حوالے کا تعلق تقلید جامد کے ساتھ ہے جس میں تعصب اور غلو کافی حد تک داخل ہے غلا الناس اور تعصبوا اس کے قرائن ہیں' یا التزام مذہب کے ساتھ حوالے کا تعلق ہے جس کی تفصیل آنے والی ہے بلکہ ومنعوا تقليد غير امامه فی بعض المسائل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض مسائل کے علاوہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی فقہ اور رائے کو تسلیم کرتے تھے لیکن تنویر العینین کے حوالہ نقل کراتے وقت نورستانی صاحب کی آنکھیں شاید خیرہ ہو گئیں کہ "فی بعض المسائل" جار مجرور جو شاہ شہیدؒ کی عبارت میں بمنزلہ قید ہے اس کو ترجمہ میں اڑا دیا۔ شاہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ وہ سخت مرض ہے جس نے شیعہ کو ہلاک کر لیا"

"التی اھلکت الشیعہ" بھی قرینہ ہے کہ تقلید جامد پر رد ہے کیونکہ ہمارے امام بنانے اور شیعوں کے ائمہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے ہم اپنے اماموں کو معصوم نہیں سمجھتے، بلکہ بقول شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی امام صرف دین میں پیشوا کو کہتے ہیں۔ آپ تحفہ اثناء عشریہ میں لکھتے ہیں :

"امامت نزد اہل سنت ۔ بمنی پیشوائی در دین نیز اطلاق کنند ۔ ہمین معنی امام اعظم را و امام شافعی را کہ در فقہ پیشوا بودند و امام غزالی و امام رازی کہ در عقائد و کلام"۔ (صفحہ ۲۴۳)

اور شیعوں کا جرنیل اعظم جو کفر و شرک کی وجہ سے مانے ہوئے شخصیت ہے یعنی خمینی علیہ ما علیہ ولایت فقیہ کے صفحہ ۶۷ میں لکھتا ہے :

"از ضروریات مذہب ما است کہ کسی بہ مقامات معنوی ائمہ نمیرسد حتی ملک مقرب و نبی مرسل"۔

اور صفحہ ۶۸ میں بکتا ہے :

"ان لنا مع اللہ حالات لا یسعہ ملک مقرب ولا نبی مرسل"۔

لہٰذا فرق ہمارے ائمہ اور ان کے ائمہ میں صاف ظاہر ہے اسی طرح شاہ صاحب کی اس عبارت میں ہے :

الروایات المنقولہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلاف قول الامام۔

تقلید جامد پر ہی فٹ ہے کیونکہ جب صریح صحیح روایات ہو اور کسی امام کے قول پر ایک دلیل شرعی بھی نہ ہو تو ان صریح روایات کے مقابلہ میں امام کی بات لینا بلا کسی دلیل کے اگر ظلم نہیں تو اور کیا ہے (اگر نفس الامر میں اس کا وقوع بھی ہو) ہاں یہ ضروری نہیں کہ امام کے قول کی دلیل ضرور صحیح بخاری میں ہوگی اور بس۔ اسی طرح :

فعلم من هذا اتباع شخص معين بحيث يتمسك بقوله

وان ثبت على خلافه دلائل من السنه والكتاب۔

کا جملہ تفریعیہ مقیدہ قرینہ ہے کہ تقلید جامد مراد ہے شاہ اسماعیلؒ کی عبارت میں :

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔

آیت سے استدلال بھی تقلید جامد کی تردید کے لئے قرینہ ہے۔

آیت سے استدلال نورستانی صاحب کا

حقیقۃ الالحاد کے سرورق پر، صفحہ ۳ پر اور صفحہ ۹ اور صفحہ ۱۰۰ پر مزے لے لے کر اس آیت کو پیش کیا ہے۔ اور ہر غیر مقلد اس آیت اور عدیؓ کے سوال کو جب تک نہ ذکر کرلے مدقق نہیں بن سکتا۔ البانی صاحب کی کتاب ہے "الحدیث حجۃ بنفسہ فی العقائد والاحکام" جماعت الدعوۃ نے شائع کی ہے تاکہ مجاہدین کے لئے توشہ بن سکے۔ اس کے صفحہ ۷۶ اور ۷۷ پر یہ آیت زیر تحقیق لے آئے۔ لہٰذا اس کی وضاحت ضروری ہے۔

وضاحت

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

ولما نزل قولہ تعالی (اتخذوا احبارھم ورھبانھم) الایہ۔ سال عدی بن حاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذلک فقال کانوا یحلون لھم اشیاء فیستحلونھا۔ ویحرمون علیھم اشیاء فیحرمونھا وسر ذالک ان التحلیل والتحریم عبارۃ عن تکوین نافذ فی الملکوت ان الشئی الفلانی یواخذبہ اولا یواخذبہ

ليكون هذا التكوين سببا للمواخذة وتركها وهذا من صفات الله تعالى- واما نسبه التحليل والتحريم الى النبى صلى الله عليه وسلم فبمعنى ان قوله امارة قطعيه لتحليل الله وتحريمه واما نسبتها الى المجتهدين من امته فبمعنى روايتهم ذالک عن الشرع من نص الشارع اواستنباط معنى كلامه الخ-

(حجۃ اللہ ا- ۶۲' باب اقسام الشرک)

"یعنی جن چیزوں کو وہ حلال کردیا کرتے تھے ان کو لوگ حلال سمجھنے لگتے تھے اور جن چیزوں کو حرام بناتے تھے ان کو لوگ حرام ہی سمجھتے تھے۔ اس کا راز یہ ہے کہ تحلیل اور تحریم کا موجود کرنا ملکوت میں جاری ہوا کرتا ہے کہ فلاں شے قابل مواخذہ ہے اور فلاں نہیں' اس طرح پر موجود کرنا مواخذہ کا سبب ہوا کرتا ہے۔ ایں بہ جز خدا کے کسی دوسرے کی صفت نہیں ہو سکتی' تحلیل و تحریم کی نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لئے کرتے ہیں کہ اس کا فرمانا قطعی قرینہ ہوتا ہے کہ یہ خدا ہی نے حلال یا حرام کیا اور امت محمدیہ کے مجتہدین کی طرف ان کی اس لئے نسبت کرتے ہیں کہ انہوں نے نص شارع سے نقل کیا ہے۔ یا شارع کے کلام سے اس کو مستنبط کیا ہے"۔ انتہی۔

عام جمہور دیوبندیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ حلال وحرام کا اختیار ایجاد کے اعتبار سے تو پیغمبر کو بھی نہیں۔ ائمہ مجتہدین تو بعد میں آنے والے غیر معصوم ہستیاں ہیں۔ حقیقۃ شارع پیغمبر بھی نہیں۔ یہ تو احمد رضا بریلوی اور اس کی ذریت ہے کہ وہ حلال وحرام کا اختیار پیغمبر بلکہ ہر ولی اللہ کے ہاتھ میں دے چکے ہیں' مسئلہ مختار کل دیوبندیوں اور بریلیوں کے درمیان ضروری مسائل میں سے ایک اہم اور اعتقادی نزاعی مسئلہ

ہے۔ اور کسی کے متعلق اعتقادی حیثیت سے فیصلہ سوانح کی کتابوں سے نہیں بلکہ ان کے اپنے عقائد کی کتابوں سے ہوتا ہے جو بقلم خود ان کی لکھی ہوئی ہیں۔

شاہ عبدالعزیز کا حوالہ

آپ لکھتے ہیں :

"مذہب صحیح آنست کہ امر تشریع مفوض بہ پیغمبر نمی باشد۔ زیرا کہ منصب پیغمبری منصب رسالت وایلچی گری است نہ نیابت خدا ونہ شرکت درکار خانہ خدائی۔ آنچہ خدائے تعالٰی حلال وحرام فرمائد۔ آنرا رسول تبلیغ می کند وبس از طرف اختیاری ندارد"۔ (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۴۱)

شاہ صاحب یہی فرماتے ہیں کہ پیغمبر کو تشریع یعنی شریعت بنانے کا اختیار نہیں سونپا گیا ہے جیسے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت میں ہے کہ تحلیل و تحریم کی نسبت پیغمبر کی طرف صرف اس لئے ہے کہ اللہ کے حلال یا حرام کرنے کے لئے قطعی قرینہ ہے اور مجتہد کی طرف اس لئے کہ قرآن وحدیث سے اس نے استنباط کیا ہے۔

حلال وحرام کا اختیار اور تفسیر قرطبی

سورۂ تحریم کے ابتدائی آیت کی تشریح میں آپ لکھتے ہیں :

قال الزجاج لیس لاحد یحرم ما احل اللہ ولم یجعل لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یحرم الا ما حرم اللہ علیہ۔ (تفسیر قرطبی صفحہ ۱۷۹)

اور ھذا حلال وھذا حرام کی تفسیر کرتے وقت ارقام فرماتے ہیں :

ان التحلیل والتحریم انما ھو للہ عزوجل ولیس لاحد

ان يقول اويصرح بهنا فى عين من الاعيان الا ان
يكون البارى تعالى يخبر بذالك عنه۔

ذرا آگے لکھتے ہیں :

وقد يقوى الدليل على التحريم عند المجتهد فلا باس
عند ذالك ان يقول ذالك۔ (تفسیر قرطبی صفحہ ۱۲۹)

ان گزارشات کے بعد "اتخذوا احبارهم" اور ترمذی کی روایت کی وضاحت قارئین کرام کو ہوئی ہوگی۔ نہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ احبار و رھبان ہیں اور نہ مقلدین یہودی اور عیسائی۔ یہ تو حقیقۃ الالحاد کے سرورق صفحہ ۳، صفحہ ۹ اور صفحہ ۱۰۰ پر درج شدہ آیت سے استدلال کی وضاحت تھی۔

ابتدائیہ نورستانی صاحب کا

گروہ اہل حدیث کا مسلک احناف سے وابستہ دیوبندی فرقہ کے ساتھ سلوک یہ رہا ہے کہ ان سے حتی الوسع ٹکراؤ کی صورت پیدا نہ ہونے دی جائے اور وجہ قادیانیوں، پرویزیوں اور مبتدعین کے باطل فرقوں کی تقویت بتلائی کہ ٹکراؤ سے ان باطل فرقوں کا فائدہ ہوگا اور پھر لکھتے ہیں کہ :

"دیوبندی اپنی طاقت ان فرقوں کی سرکوبی میں صرف نہیں کرتے"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۳ مختصراً)

حقیقت

① آپ بٹالوی صاحب کے مجربانہ نسخہ سے اس قدر پیچ پا ہو گئے کہ ۱۰۰ سے اوپر صفحات پر مشتمل کتاب لکھ دی۔ اور مفتی محمد شفیعؒ اور علامہ تھانویؒ وغیرھما پر دل کا "لاوا" اگل لیا کہ ہمیں بے دین کیوں کہا گیا۔ بے دین تو ایسے نام نہاد اہل حدیثوں کو

نواب صدیق حسن نے بھی کہا ہے' وضاحت آگے آئے گی انشاء اللہ کہ انہوں نے ایک سانس میں ایسے اہل حدیثوں کو بے دین' فتنہ گر اور فسادی کہا ہے۔ لیکن ایسا ہرگز نہ کریں کہ اس "مجتہد" کے خلاف ۳۰۰ صفحات کتاب لکھ دیں۔ کیونکہ وہ اپنا بھی ہے اور نواب بھی ہے۔

(۲) بدعات و محدثات کی ظلمتیں اسلام کے روشن زاویوں کو بے نور کر رہی ہے۔ درست ہے لیکن بدعات کی تردید اور مبتدعین کا کامیاب تعاقب شیخ القرآن علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ اور ان کی جماعت اشاعت التوحید نے جتنی کی۔ "ولا فخر" اس دور میں اس کی نظیر کہاں؟

(۳) فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف خیر القرون کے دور سے شروع ہے اور ہر جانب وسعت ہے۔ تعصب اور غلو اس میں درست نہیں۔ اس میں اپنی طاقت صرف کرنا اور الاہم فالاہم کو نہ دیکھنا کہاں کا انصاف ہے۔ آپ نے شیخ القرآن پنج پیرؒ کے ایک خط کے جواب میں جو چند سطروں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں خالص ایک فرعی مسئلہ ہے' ۳۲ صفحات کا کتابچہ لکھا۔ شیخ القرآن صاحب پنج پیر اور احادیث رفع الیدین" کے نام سے' اور البلاغ کے ایک مضمون کے چند سطروں کی تردید میں ۱۰۵ صفحات کی حقیقۃ الالحاد نامی کتاب لکھی' وغیرہ وغیرہ۔ آپ مشرکین و مبتدعین کا مقابلہ کیوں تحریراً نہیں کرتے باوجود یہ کہ آپ علمی' اخلاقی' افرادی لحاظ سے مکمل ہے اور مال کی فراوانی رکھتے ہیں۔ اگر مبتدعین و مشرکین' پرویزوں اور قادیانیوں کی تردید کے لئے آپ نے قلم اٹھایا ہو تو اس کتاب کی نشاندہی کرلیں تاکہ ہم ان کے دلائل سے فائدہ اٹھائیں۔ شاید آپ کا مذہب یہ ہو کہ جو آپ کی تردید کرلے تو اس کی تردید کے لئے تیار ہوں گے اور جو آپ کی تردید نہ کرے چاہے وہ قادیانی' مشرک' دہری اور پرویزی کیوں نہ ہو وہ آزاد ہے اور آپ کی تردید کا مستحق نہیں۔

(۴) یہ آپ نے غلط لکھا ہے کہ دیوبندی جماعت قادیانیوں اور پرویزیوں کی سرکوبی نہیں کرتی' قادیانیوں کا مقابلہ شیخ الحدیث سید محمد یوسف بنوری اور مفتی محمد شفیع رحمہما

اللہ نے جس طرح کیا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ استاد محترم مولانا منظور چنیوٹی نے تو مناظرہ اور مباہلہ کے ذریعہ ان کا ناطقہ بند کیا ہے' پرویز کے خلاف تفصیلی فتویٰ "فتنہ انکار حدیث" کے نام پر الاستاذ المحترم شیخ الحدیث مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ نے شائع کیا اور مفت تقسیم کیا۔ شاہ انور اور مولانا ثناءاللہ نے قادیانیوں کے ساتھ تحریراً اور تقریراً مقابلے کئے ہیں۔

(۵) دیوبندی جماعت کے آفتاب و ماہتاب تو شیخ انور اور شیخ الہند رحمہما اللہ ہیں۔ اور آپ نے صفحہ ۱۰۱ میں لکھا ہے کہ وہ نص کو چھوڑ کر ایسی تقلید پر جمے رہے' حرام اور شرک کا ارتکاب کیا ہے' یہودیانہ رویہ اپنایا ہے' جب یہی صورت حال بزعم شما ہے تو حتیٰ الوسع ٹکراؤ کی صورت نہ پیدا ہونے کی بات آپ کرتے ہیں چاہئے کہ تن من دھن کی بازی لگا کر چٹان کی طرح ان کا مقابلہ کرے۔ ہاتھی کے کھانے کے دانت اور دکھانے کے اور۔

کیا چار مذاہب کی وجہ سے انتشار ہے ؟

نورستانی صاحب کہتے ہیں :

> "مصری ظاہر بادشاہ کا عذاب قبر" حقیقت الالحاد صفحہ ۳۵۔ امام تاج الدین سبکی شافعی نے ایک حکایت بیان کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کسی نے شاہ ظاہر کو خواب میں دیکھا تو اس سے خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے چار قاضی مقرر کرنے پر بہت سخت عذاب دیا اور فرمایا کہ تو نے مسلمانوں کے مجتمع کلمے کو منتشر کر دیا"۔

خواب سے استدلال کی حقیقت

(۱) اگر اس مجہول شخص کا خواب حدیث النفس اور ماحوا شیطن کے قبیلہ سے نہیں

اور "من الرحمن" ہے تو کیا اس کی تعبیر کی ضرورت ہے یا نہ۔ ایسا کہیں نہ ہو کہ مسٹر ابلیس ظاہر بادشاہ کی شکل میں ظاہر ہوا ہو۔

(۲) تقلید شرعی تو اجتماعیت کا سبب ہے منشاء اختلافات کا تو یہ ہے کہ ہر کوئی مجتہد بننے کا شوق پیدا کرتا ہے' اہل حدیث میں آج کل کیوں بڑے بڑے چار فرقے ہیں۔ روپڑیہ' ثنائیہ' غزنویہ اور غرباء۔ یہ کلے کو متفق کرنے کے لئے ہیں یا مختلف کرنے کے لئے؟ یاد رہے کہ چار مصلوں کے سسٹم سے اتفاق نہیں۔

(۳) حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۴۴ میں نورستانی صاحب نے لکھا ہے۔ محسن احناف ملا علی قاری کی بات سنئے کیونکہ ایسی بات ان پڑھ آدمی بھی نہیں کر (کہہ) سکتا ہے۔ قاری صاحب عین العلم میں فرماتے ہیں :

"امام ابو حنیفہؒ لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف بلانے کی طرف مشغول نہیں ہوئے مگر خواب میں نبی علیہ اسلام کے اشارے سے۔ اور آخر میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے خواب سے احکام شرعی ثابت نہیں ہوتے"۔

قارئین انصاف کرلے کہ خواب دیکھنے والا ابو حنیفہؒ جیسے امام ہے جس کی منقبت سب پر عیاں ہے اور ابن داوٗد کا قول ہے :

الناس فی ابی حنیفہ حاسد وجاھل۔

اور ابن معین کا قول ہے کہ :

کان ثقۃ

اور ابن مبارک کا قول ہے :

ماراءیت فی الفقہ مثلہ (دیکھئے تہذیب التہذیب ۱۰۔ ۴۴۹ تا ۴۵۲)

اور جس کو خواب میں دیکھا گیا ہے وہ پیغمبر پاک ہیں جو فرماتے ہیں :

"ان الشیطن لا یتمثل بی"۔

اس کے ناقل ملا علی قاری جیسی شخصیت ان پڑھ نکلا اور صاحب المجہول کا نقل کردہ خواب جس میں دیکھنے والا سرے سے مجہول ہے "رءی لی النوم" اور جس کو خواب میں دیکھا گیا ہے وہ ظاہر بادشاہ ہے۔ اس سے حکم ثابت کرتا ہے۔ المعلوم کے صفحہ ۸۸ پر تو ہے۔ انصاف یہ ہے کہ اپنے مقابل کے لئے بھی اس پیمانہ سے ناپے جس سے اپنے لئے ناپتا ہے۔

اگر معلوم ہستیاں اور دیندار اولیاء اللہ خواب دیکھ لیں تو احکام شرعیہ خوابوں سے ثابت نہیں لیکن مبشرات تو ہیں۔

④ مذکورہ خواب کی وجہ سے نورستانی صاحب نے ملا علی قاری کو ان پڑھ سے بھی بدتر بنایا۔ تو اگر میں ظاہر بادشاہ کے خواب کے نقل کرنے کی وجہ سے نورستانی صاحب کو عامی غیر مجتہد مان لوں تو کیا یہ تعصب و تحزب ہوگا؟ چلو مانتے ہیں کہ نورستانی صاحب کے آنکھوں کا نور ملا علی قاری نہیں بن سکتا لیکن ملا علی قاری کی طرح اس خواب کا ناقل حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی ہیں۔ دیکھئے اوجز المسالک الی موطا مالک (۱۔۵۶) وہ تو ان پڑھ نہیں بلکہ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔ کیونکہ فتح الباری میں اس کے جمع کردہ دلائل کتنے کار آمد ہیں؟

مولوی عبدالعزیز نے صفحہ ۳۵ پر عنوان لگایا "مصری ظاہر بادشاہ کا عذاب قبر" اور مجہول کے خواب سے اسے ثابت کیا اور پروفیسر طالب الرحمٰن نے لکھا ہے:

"بزرگ کا خواب میں آکر یہ دھمکی دینا کہ اگر قبر بتلائی تو آفات میں پھنس جائے گا معلوم ہوتا ہے کہ بزرگ نے یہ اس لئے کہا ہے کہ تمام لوگ قبر کے عذاب وثواب پر مطلع نہ ہو جائیں جبکہ نبی کے معجزے کے علاوہ کوئی ولی بھی قبر کے عذاب وثواب پر مطلع نہیں ہو سکتا"۔ (تبلیغی جماعت کا اسلام صفحہ ۱۰۸)

اور اپنا نظریہ یہ ہے کہ ۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اور دلائل مقلدین کے ہاں بھی ۴ ہیں۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم کے ہاں بھی۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے :

الکتاب والسنۃ فی الحقیقۃ ھما الا صل والآخران مردود ان الیھما۔ (فتح الباری ۴-۲۹۱)

اور نواب صاحب ارشاد فرماتے ہیں ۔

اصول الفقہ اربعہ ولیھا
شفاء الداء عند ذوی العقول
فاولھا کتاب اللہ نصا
وثانیھا اقاویل الرسول
وثالثھا ھوالا جماع فاعلم
وذالک فی الھدی نھبح البسل
ورا بعھا القیاس لفقد نص
ورد الحادثات الی الاصول

(الحطہ صفحہ ۲۹۹)

امام رازیؒ کا حوالہ

حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۱۰۰ پر تفسیر کبیر کا حوالہ ہے کہ شیخ خاتمۃ المجتہدین نے فقہاء مقلدین کی ایک جماعت کے سامنے آیات پڑھ لیں تو انہوں نے آیات کی طرف التفات نہیں کیا اور میری طرف حیران آدمی جیسے دیکھتے رہے۔

"کیف یمکن العمل بظواھر ھذہ الایات مع ان الروایہ عن سلفنا وردت علی خلافھا"۔

اس طرح ھل المسلم ملزم باتباع مذہب معین کتاب میں صفحہ ۳۲ پر ہے۔

وضاحت

(۱) مقلدین کی حیرانی اور عدم التفات کی وجہ شائد یہ ہوگی کہ انہیں خاتمۃ المجتہدین جیسے کتاب اللہ کے معانی کا ادارک نہ ہو' اعتماد اور حسن ظن سے کام لیا ہوگا کہ ہمارے علماء کے پاس بھی آیات قرآنیہ اس مسئلہ میں ہونگیں اور ان آیات کے ظواہر مراد نہیں ہیں کیونکہ ہر جگہ ظاہر پر ہر آیت حمل نہیں ہو سکتا۔ تو یہ ایک گونہ سلف پر خلف کا عتماد وانقیاد ہے اور مع ان الروایہ "عن سلفنا" اس پر قرینہ ہے۔ کیونکہ سلفنا دلیل سے تہی دست نہیں ہوں گے۔ اس وجہ سے تفسیر نیشاپوری میں اس واقعہ کے بعد یہ عبارت ہے :

قلت ولعلهم توقفوا لحسن ظنهم بالسلف لانهم ربما وقفوا من تلک الای علی مالم یقف علیه الخلف۔

(۱۰-۷۱)

(۲) امام رازی کے استاد کی حکایت مذکورہ جو تفسیر کبیر میں ہے۔ بلا توجیہ مذکورہ تقلید جامد پر حمل ہے۔ نہ کہ تقلید شخصی کے ابطال پر کیونکہ صاحب التفسیر امام رازیؒ خود بھی مقلد ہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں :

ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم (النسآ ۸۳)

(۱) ان فی احکام الحوادث مالا یعرف بالنص بل بالاستنباط۔ (۲) ان الاستنباط حجت (۳) ان العامی یجب علیه تقلید العلماء فی احکام الحوادث۔ (صفحہ ۲۰۰)

اور الاعتصام للشاطبی میں ہے :

العامی جاهل بمواقع الاجتهاد۔

اور ا۔۲۶۲ میں یہ عبارت ہے :

"لا مدخل فی السوال لمن لیس بعالم مجتهد لانه داخل فی اهل التقلید"۔

کیا تقلید شخصی ۳۰۰ سال تک نہ تھی ؟

حقیقۃ الفقہ کے مصنف لکھتے ہیں :

"ابتدائے اسلام میں ۳۰۰ سال تک تو تقلید کا نام ونشان بھی نہ تھا"۔ (صفحہ ۳۰)

اور صفحہ ۳۲ پر شاہ ولی اللہ کی عبارت نقل کی ہے :

اعلم ان الناس کانوا قبل المأة الرابعة غیر مجتمعین علی التقلید الخالص لمذهب واحد۔

حقیقت

(۱) تقلید کا لفظ علمائے سلف نے استعمال کیا ہے امام طحاویؒ فرماتے ہیں :

فان کان یجب فی مثل هذا تقلید ابن عمر فتقلید من ذکرنا اولی من تقلید ابن عمر۔

(طحاوی ا۔۶۰' باب الوضوء ۔ مس الفرج)

امام دارمی نے ابن مسعودؓ کا فتویٰ نقل کیا ہے :

فا باح ابن مسعودؓ التقلید للاموات۔

اور شریح وابن سیرین کے اقوال کے نقل کرنے کے بعد صاف صاف لکھا :

فالا کتفاء بالاثار تقلید۔

(ردالامام الدارمی عثمان بن سعید علی بشر المریسی العنید صفحہ ۴۵)

② امام شعرانی فرماتے ہیں کہ التزام مذہب معین مقصود بالذات نہیں ہاں اس کے لئے ممدو معاون ہے۔

سمعت سیدی علیا الخواص انما امر علماء الشریعہ الخطاب بالتزام مذھب معین تقریبا للطریق۔

(مقدمہ میزان صفحہ ۲۵)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں :

"تقلید شخصی اس کو حکم مقصود بالذات سمجھنا بے شک بدعت ہے لیکن مقصود بالغیر سمجھنا یعنی مقصود بالذات کا مقدمہ سمجھنا بدعت نہیں بلکہ طاعت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۴۔۵۶۹)

مفتی محمد شفیعؒ صاحب لکھتے ہیں :

"(تقلید شخصی) در حقیقت ایک انتظامی حکم ہے جس سے دین کا انتظام قائم رہے اور لوگ دین کی آڑ میں اتباع ہوئی کے شکار نہ ہو جائیں۔

(معارف القرآن۔ آیت (فاسئلوا اھل الذکر نحل)

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :

"رفتہ رفتہ تعین و التزام اور تقلید شخصی کو اختیار کیا گیا لیکن اس کی حیثیت بھی تشریعی نہیں بلکہ انتظامی تھی۔ انتشار اور اتباع ہوئی سے بچانے کے لئے نیز عملی سہولت کی بناء پر ایک مذہب کی تقلید عملاً رائج ہو گئی"۔

(تاریخ دعوت و عزیمت حصہ دوم صفحہ ۳۶۵)

حقیقت بھی یہی ہے کہ تقلید غیر شخصی میں آج کل اعجاب کل ذی رائی برائیہ'

رخصتوں کی تلاش، سولت پسندی کی جستجو، نفسانی خواہشات کی آڑ میں مسئلہ پر عمل کرنے جیسے مفاسد کا خطرہ موجود ہے اور علماء نے "مصالح" کا لحاظ کر کے اسے حسن بالذات اور قبح للغیر کا درجہ دیا۔ ہاں سلف صالحین کے دور میں مجموعی حیثیت سے ان مفاسد کا خطرہ نہ تھا۔ نیز ہمتوں میں کوتاہیاں، جور قضاۃ اور تعصب وغیرہ سے بچنے کے لئے مجبوراً آج کل کے دور میں تقلید شخصی کی ضرورت مزید بڑھ گئی تو جس شخص کو امام ابو حنیفہ پر ان کے مجموعی حالات سے یہ ظن غالب اور اعتقاد راجح ہوا کہ نیب و مصیب ہیں ان کی تقلید کرنے لگا اور کسی کو امام شافعیؒ پر اور کسی کو امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ پر۔

(۳) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے تو قریب کے صحابہ براہ راست پیغمبر سے مسئلہ پوچھتے اور دور کے صحابہ اگر مجتہد ہوتے تو اجتہاد کرتے اور اگر مجتہد نہ ہوتے تو اپنے علاقے کے مجتہد کی تقلید کرتے ۱۰ھ میں وفات رسول کے بعد پھر ۲ طریقے رہ گئے۔ مجتہد کا اجتہاد کرنا اور مقلد کا بلا مطالبہ دلیل و بلا معرفت تامہ بالدلیل اعتماد اور حسن ظن کی وجہ سے ماننا۔

(۴) شاہ صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ۲۰۰ سال سے پہلے شخصی اور غیر شخصی تقلید کی دونوں قسمیں تھیں۔ تقلید بھی تھی اور ایک مذہب کی بھی تھی لیکن تمام یا اکثر اصحاب کا اجماع تمام مسائل میں ایک معین مذہب پر نہیں ہوا تھا اور چونکہ اس وقت کے مسلمان تلفیق، خواہشات نفسانیہ اور اعجاب برآیہ کے امراض میں مبتلا نہ تھے تو غیر شخصی تقلید میں مفاسد نہ تھے ہاں بعد میں مصالح کثیرہ کو دیکھتے ہوئے تقلید شخصی پر تقریباً اجماع ہوا یاد رہے کہ تقلید شخصی کا یہ مطلب کسی ذمہ دار محقق عالم سے ثابت نہیں کہ ایک ہی امام کو مقرر کرنا کہ اس کا ہر حکم مان لے اگرچہ وہ صریح صحیح حدیث کے خلاف ہو۔ اگر یہ مفروضہ ثابت ہو تو پھر یہ شرک فی الاطاعت کی طرف مفضی امر ہے۔ بہر حال شاہ صاحب کی عبارت میں غیر مجمعین اور لم یکونوا مجتمعین جیسے قرائن سے بالکل ظاہر ہے کہ ۲۰۰ھ سے پہلے اجتماعی حیثیت سے اس

قسم کی تقلید نہیں تھی' اس سے ۴۰۰ھ کے بعد کی تقلید کی تردید نہیں ہو سکتی اس سے پہلے تو ان ابواب اور فصول کے ساتھ دین کے امور مرتب نہ تھے اور نہ خیر القرون میں اجتماعی طور پر کسی ایک مجتہد کی تقلید کی ضرورت تھی اور یہی شاہ صاحب کا مقصد ہے کہ عدم الشیئی بسبب عدم غایتہ کی وجہ سے خیر القرون میں ضرورت نہیں تھی' التزام مذہب معین اجتماعی طور پر بوجہ عوارض مجبوراً کرنا پڑا۔

شاہ ولی اللہ اگرچہ تقلید جامد کے قائل نہیں۔ لیکن بلاجمود تقلید کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں' لکھتے ہیں :

ان ھذہ المذاھب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ قد اجتمعت الامۃ اومن یعتد بہ منہا علی جواز تقلید ھا الی یومنا ھذا وفی ذالک من المصالح مالا یخفی لاسیما فی ھذہ الایام الخ۔ (حجۃ اللہ ۱۵۴' نیز الانصاف صفحہ ۱۰۴)

الحاصل شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تقلید مذہب کا ہو گا اور وہ مدون ہو گا اور اس تدوین و تحریر کے ذریعہ آسانی سے مذہب معلوم ہوتا ہو گا' اس سے نورستانی کا یہ وہم زائل ہونا چاہئے کہ لکھا ہے :

"ابو ہریرہؓ کی تقلید باوجود عظمت مقام صحبت واجب نہیں تو امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کہاں واجب ہے"۔ (حقیقۃ الالحاد)

اولاً اگر ابو ہریرہؓ کی تقلید کرتے تو پھر بھی اعتراض ہو گا کہ یہ رسول اور معصوم نہیں' ثانیاً مانتا ہوں کہ ابو ہریرہؓ مجتہد ہیں لیکن اصولاً فروعاً ان کا مذہب یوں مدون مسطور نہیں کہ مکمل مذہب آسانی کے ساتھ معلوم ہو سکے' ویسے تو فقہ ابو بکر و عمر کے نام پر بھی کتابیں شائع ہیں لیکن اصولاً فروعاً مذاہب اربعہ کی طرح مدون محرر نہیں۔

چلتے چلتے یہ شبہ بھی زائل ہونا چاہئے کہ مقلدین سفیان ثوری' اوزاعی اور داؤد ظاہری کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟ وجہ یہ ہے کہ امام شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ کے

مقدمہ میں لکھا ہے :

ومذھب الامام داؤد قد انقرض فی القرن الخامس۔

(صفحہ ۳۲)

اور یہی حال سفیان ثوری، اوزاعی رحمہما اللہ کے مذاہب کا بھی ہے۔ دیکھئے تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی مع تحقیق عبدالوہاب (۲۔۳۶۰، ۳۶۱)

مختصراً یہ ہے کہ مشیت الٰہی سے ان چار مذاہب کے سوا دیگر مذاہب مندرس ہوکر کان لم یکن ہوگئے۔ دو چار، دس بیس یا پچاس سو اقوال و احکام اگر آج ان کے منقول و موجود بھی ہوتو وہ کوئی مستقل مذہب نہیں بن سکتا تاکہ لوگ اس کی تقلید کیا کریں۔

شاہ ولی اللہ کی عبارت کا مطلب جو بیان کیا گیا یہ اس لئے بھی درست ہیں کہ خود شاہ صاحب حنفی ہیں۔

(۱) جماعت الدعوۃ کی طرف سے الانتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصحیح" کتاب شائع ہوئی ہے اس کے صفحہ ۳ میں شاہ صاحب کے متعلق لکھا ہے والحنفی مذھبا ("جماعت" کے نام رکھنے پر عرفا وارد شدہ اعتراض سہام الصیام کے صفحہ ۹۰ پر دیکھ لیں)۔

(۲) مولوی عبدالعزیز نے پیغمبر کی نماز میں ان کا نام احناف کے زمرہ میں لایا ہے۔

(۳) دکتور شمس الدین نے لکھا ہے :

"الشاہ ولی اللہ والکنوی من الحنفیۃ"۔ (ماتریدیہ صفحہ ۱۳۶)

التزام مذہب اور مولانا عبدالعزیز

معیار الحق کے حوالہ سے صفحہ ۱۶ میں ابن امیر الحاج کا قول نقل کیا ہے :

وجوب تقلد مجتھد معین لاحجۃ علیہ

اور صفحہ ۱۰ پر ابن ہمام کا قول نقل کیا ہے اور پھر فواتح الرحموت کی لمبی عبارت لے آئے ہیں اور صفحہ ۱۵ پر شامی کا حوالہ دیا لیس علی الانسان التزام مذھب معین

حقیقت

مولوی صاحب کا خیال ہے کہ ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ایک مجتہد مثلاً امام شافعیؒ کا قول لے لو اور کبھی دوسرے مجتہد مثلاً امام بخاریؒ یا امام ابو حنیفہؒ کا قول لے لو۔ اور ایک مذہب کی پابندی اگر غیر مجتہد بھی نہ کرے تو درست ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ :

علم لزوم بعد ان لایخرج عن المذاهب الاربعہ

کہ اگر پہلے مذہب مثلاً شافعیت کو حقیر نہ جانے اور دنیوی اغراض سے قطع نظر اخلاص و تحقیق کے ساتھ دوسرے مجتہد کا مسلک مثلاً حنبلیت یا حنفیت اپنائے تو یہ درست ہے۔

اور مقصود ان عبارات کا فقہ کے بعض ضعیف جزائیات کی تردید ہے۔ ایک غلط جزئیہ ہے کہ اگر کوئی امام ابو حنیفہؒ یا کسی اور مجتہد کا مذہب چھوڑ کر مجموعی حیثیت سے دوسرے مجتہد کا مذہب اختیار کرے حنفی شافعی بنے یا عکس تو یہ درست نہیں اور اس کے لئے تعزیر ہے۔ تو اس غلط جزئیہ کی تردید ہے۔

لیس علی الانسان التزام مذھب معین۔[۱]

جہاں تک تعزیر کی بات ہے تو مولانا عبدالحیؒ نے امام طحاویؒ کے حالات میں لکھا ہے :

هذا يدلك على جواز الانتقال من مذهب الى مذهب واما في بعض الفتاوى ان المنتقل يعزر فمحمول على ما اذا انتقل لغرض دنيوى اوبتحقير المذهب المنتقل

عنه والا فلا۔ (الفوائد البہیہ صفحہ ۳۲)

نیز علامہ شامیؒ نے لکھا ہے :

ثم اعلم انه ذكر في التحرير وشرحه ايضا انه يجوز تقليد المفضول مع وجود الا فضل وبه قال الحنفيه والمالكيه واكثر الحنابله والشافعيه وفي روايه عن احمد وطائفه كثيرة من الفقهاء لايجوز ثم ذكر انه لو التزم مذهبا معينا ابي حنفيه والشافعي فقيل يلزم وقيل لا وهوالاصح۔ (۱-۳۵)

نیز اگر کسی مسئلہ میں اگر مقلد کو دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کی اجازت ہے تو وہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ اس کے لئے شرائط ہیں۔ نورستانی صاحب نے صفحہ ۱۵ پر شامی کا قول جو نقل کیا ہے اس کے ساتھ متصل یہ عبارت ہے :

وانه يجوزله العمل بما يخالف ماعمله على مذهبه مقلدا فيه غير امامه مستجمعا شروطه۔

اسی طرح علامہ شامی تو لکھتے ہیں کہ جب مشائخ صراحۃً امام ابو حنیفہؒ کے قول کے علاوہ امام ابو یوسفؒ یا امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیں یا کسی اور امام کے مسلک پر بوقت اشد ضرورت فتویٰ دیں تو یہ درست ہے :

في فتاوى ابن الشلبي لايعدل عن قول الامام الا اذا صرح احدمن المشائخ بان الفتوى على قول غيره۔

(شامی ۴-۳۲۷)

واضح رہے کہ اگر ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جانا یا کسی مذہب پر پابندی سے جم کر رہنا دنیاوی مال و منفعت اور اپنی جاہ کے بڑھانے کے لئے ہو۔ اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے نہ ہو تو یہ اتفاقاً ناجائز ہے۔

امام شعرانی نے میزان کے مقدمہ میں ان علماء کے نام لکھے ہیں جو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کر چکے ہیں اور پھر بھی مقلد ہی رہے ہیں۔ اور تقلید سے آزادی نہیں اختیار کی، دیکھئے صفحہ ۴۴۔ اور بحث کے آخر میں لکھا ہے :

ان یکون الحامل لہ علی الانتقال امرا دنیویا اقتضتہ الحاجۃ الی الرفاھیہ لانقہ بہ کحصول وظیفہ اومرتبہ اوقرب من الملوک واکابر الدنیا فھذا حکمہ حکم مہاجر ام قیس۔ (مقدمہ میزان صفحہ ۴۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

ولا ریب ان التزام المذاھب والخروج منھا ان کان لغیر امر دینی مثل ان یلتزم مذھبا لحصول غرض دنیوی من مال اوجاہ ونحو ذالک فھذا مما لا یحمد علیہ بل یذم علیہ فی نفس الامر الخ

(مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۰۔۲۲۲)

پتہ چلا کہ شیخ الاسلام شرائط کے ساتھ مذہب معین کی پابندی کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

لطیفہ

طرب الاماثل بتراجم الافاضل کے صفحہ ۲۹۰ پر ہے :

"المبارک بن ابی الازھر"

سعید بن الدھان اول حنبلی مسلک سے وابستہ تھے پھر حنفی اور اس کے بعد شافعی بن گئے لیکن ابھی تک مالکی نہیں بنے تھے۔ ابو البرکات المؤید نے اس کے بارے میں چند شعر کہے۔

تمذ هبت للنعمان من بعد احمد
وفارقته اذا أعوزتك المآكل
وما اخترت رای الشافعی تدینا
ولکنما تهوی الذی هو حاصل
فعما قلیل انت لاشک صائر
الی مالک فافطن لما انا قائل

شاہ ولی اللہؒ کی طرف منسوب عبارت کی حقیقت

لکھتا ہے:

حجتہ الهند شاہ ولی اللہ الدهلوی "القول السدید" میں
فرماتے ہیں "اعلم انه لم یکلف الله احدا الخ"
(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۶)

حقیقت

① عبارت کے اس حصہ میں جو مسئلہ درج ہے درست ہے کیونکہ تقلید ایمانیات میں سے نہیں۔

② اس عبارت کے آخر میں ہے:

فمن لم یکن له قدرة ......الخ وجب علیه اتباع من ارشده الی مایکلف به ممن هو من اهل النظر والاجتهاد

عبارت کا یہ حصہ تو ہماری دلیل ہے کہ عامی غیر مجتہد کے لئے مجتہد کی تقلید واجب ہونی چاہئے۔

(۳) نورستانی صاحب نے صفحہ ۱۵ پر نصیحت کی ہے کہ اپنے آپ کو تقلید کی اندھیروں سے نکال کر چراغ تحقیق سے نور حاصل کرلیں، چراغ تحقیق روشن کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ معیار الحق سے آپ کی نقل کردہ عبارت بلا تحقیق اور بلا چراغ ہے کیونکہ شاہ ولی اللہ کی یہ کتاب سرے سے نہیں بلکہ القول السدید نامی کتاب شیخ محمد بن عبد العظیم کی تالیف ہے اور عبد الغنی نابلیسی نے اس کی تردید میں لکھا ہے :

القول السدید فی حکم التقلید للشیخ محمد بن عبد العظیم ابن الملا فروخ۔

نیز علامہ عبد الحی لکھتے ہیں :

مفتی اعظم مفتی الحنفیۃ بمکۃ المتوفی ۱۰۵۰ھ

کہ حنفیہ معتبرین میں سے ہیں اپنے رسالے القول السدید فی مسائل التقلید میں لکھتے ہیں۔ (مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۷۲ کتاب التقلید)

بہرحال کتاب مذکور نہ شاہ ولی اللہ کی تصنیف ہے اور نہ یہ عبارت آپ کو فائدہ مند ہے ۔

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے پر یہ تماشا نہ ہوا

ملا علی قاری کی عبارت کی حقیقت

نورستانی صاحب لکھتا ہے :

ملا علی قاری فرماتے ہیں ومن المعلوم ان اللہ سبحانہ وتعالی ما کلف احدا ان یکون حنفیا او مالکیا الخ۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۲)

حقیقت

فروعی مسائل میں ملا علی قاری امام ابو حنیفہ کے مقلد تھے۔ وہ مرقات کی ابتدا میں لکھتے ہیں :

فاحببت ان اذکر ادلتهم وابین مسائلهم وادفع عنهم مخالفتهم لئلا یتوهم العوام الذین لیس لهم معرفة بالادلة الفقهیه ان المسائل الحنفیه تخالف الدلائل الحنیفیة (المرقاۃ ۱۔۳)

اور آپ کی نقل شدہ عبارت میں جو مسئلہ ہے درست ہے کہ تقلید کرنا ایمانیات میں سے نہیں ہے۔ علامہ عبدالحیؒ نے اپنے فتاویٰ کے جلد دوم میں کتاب التقلید کے عنوان سے صفحہ ۲۶۳ پر لکھا ہے :

”نام میرا مولوی عبدالحیؒ بن مولوی عبدالحکیم صاحب ساکن فرنگی محل، عمر تخمیناً ۳۲ سال بقول صالح بیان کرتا ہوں کہ حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں کیا گیا ہے اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور امام کے وقت میں حنفی شافعی وغیرہ سے مسلمان موسوم نہ تھے“۔

مذکورہ عبارت صاحب المعلوم نے معیار الحق سے نقل کی ہے۔ لیکن یہ ملا علی قاری کی بات کی تلخیص ہے ایقاظ الھمم کا حوالہ نورستانی صاحب نے جو دیا ہے، سیاق وسباق کے اعتبار سے اس طرح ہے کہ بعض احناف کے ہاں ۲ قاعدے مشہور ہیں۔ لیکن نفس الامر کے اعتبار سے دونوں غلط ہیں۔ پہلا قاعدہ یہ ہے کہ اگر حنفی، امام شافعی کے مذہب کی طرف انتقال کرلے تو تعزیر کا مستحق ہوگا۔ اور شافعیؒ اگر حنفی بنتا ہے تو دروازے کھلے ہیں اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر حنفی عالم شافعی بن گیا تو مردود الشہادت

ہے اور یہ ظاہراً درست نہیں کیونکہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسی بات
زبان سے نکالے۔ الخ

اس کے بعد معیار الحق کا نقل شدہ عبارت ہے کہ یہ دونوں باتیں اس لئے
غلط ہیں کہ لایجب علی احد من ھذہ الامۃ ان یکون حنفیا پتہ چلا کہ حقیقۃ
الحاد کے صفحہ ۱۱ کے دونوں حوالوں کے تعلق بعض متعصب احناف کا رد ہے کہ یہ دونوں
قاعدے صحیح نہیں۔ اگر کوئی حنفی شافعی بننا چاہے یا عکس ہو تو شرائط کے ساتھ درست
ہے لیکن ملا علی قاری کی اس عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان چار میں سے ایک
کی بھی اس زمانہ میں اگر کوئی عامی پابند نہ ہو تو یہ بھی درست ہے اور اس لئے ملحقہ
عبارت نورستانی صاحب ہڑپ کر چکے ہیں تاکہ اس کی دینداری ظاہر ہو جائے۔ متصل
عبارت اس طرح ہے۔

بل یجب علی احاد الناس اذا لم یکن مجتھدا ان
یقلد واحدا من ھؤلاء الاعلام الخ (ایقاظ صفحہ ۵۴)

شاہ عبدالعزیز کا حوالہ

اس میں صاف موجود ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں ایک فقیہ کے صرف قول کو
(جب حدیث اس کے پاس نہ وہ اور حدیث میں تاویل نہیں بلکہ تحریف کرتا ہو) ترجیح
دینا یقیناً علماء کو نبوت کے مقام پر بٹھانے کے مترادف ہے اس کاروائی کی جتنی بھی
مذمت کی جائے کم ہے اس وجہ سے ہم علامہ عبدالغنی نابلسی کے اس قول کو بالکل نہیں
مانتے کہ قبروں کا پختہ کرنا جائز ہے کیونکہ یہ نص کے مقابلہ میں محض بلا دلیل قول ہے
بلکہ دلائل صریحہ اس کے خلاف موجود ہیں اور مولانا اشرف تھانویؒ نے بھی بہشتی زیور
میں اس کا نام لے کر صراحۃ زوردار رد کیا ہے۔

مسئلہ تقلید اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

مجالس حکیم الامت سے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں فرمایا کہ :

ایک عالم غیر مقلد مگر غیر متعصب یہاں آئے تھے میں نے ان سے کہا کہ تقلید کا مدار حسن ظن پر ہے جس شخص کے متعلق یہ گمان غالب ہوتا ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کوئی بات بے دلیل شرعی کے نہیں کہتے اس کا اتباع کرلیا جاتا ہے اگرچہ وہ کوئی دلیل بھی مسئلہ کی بیان نہ کریں اس کا نام تقلید ہے اور جس شخص کے متعلق یہ اعتقاد نہیں ہوتا وہ دلیل بھی بیان کرے تو شبہ رہتا ہے۔ دیکھئے حافظ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں اور بعض رسائل مثلاً رسالہ مظالم میں محض احکام لکھتے میں کوئی دلیل نہیں لکھتے۔ مگر غیر مقلد حضرات چونکہ ان کے معتقد ہیں کہ وہ بے دلیل بات نہیں کرتے اس لئے ان کی بات کو مانتے ہیں تو حنیفہ کو بھی حق ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے بیان کئے ہوئے مسائل پر بایں اعتقاد عمل کرلیں کہ وہ کوئی بات بلا دلیل نہیں فرمایا کرتے"۔

ایک صفحہ کے بعد بحث کے آخر میں لکھتے ہیں۔

"بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے نفرت ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ہم خود ایک غیر مقلد کے معتقد اور مقلد ہیں کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے پھر فرمایا مگر ان کی تقلید بوجہ خود مجتہد عالم ماہر ہونے کے جائز تھی اب جاہل لوگ یا معمولی عربی جاننے والے اپنے آپ کو ابو حنیفہ پر قیاس کرکے تقلید نہ کریں تو یہ ان کی غلطی ہے"۔

حنفی

(مجالس صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۶)

بحرالعلوم مولانا عبدالحیؒ اور مسئلہ تقلید

جابجا نورستانی صاحب اور بعض دیگر غیر مقلد ان کے قول پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کی وضاحت ضروری ہے۔ کہ وہ مقلد تھے یا نہیں۔ اور اگر مقلد ہی تھے۔ تو کس نوعیت کے؟

(۱) مجموعہ فتاویٰ جلد اول کتاب الصلاۃ کے صفحہ ۱۷۴ پر ہے:

"بعد انقراض زمانہ مجتہدین اور اندراس مذاہب مجتہدین کے اتفاق علماء و صلحاء کا اوپر انحصار مذہب اہل السنت کے درمیان آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے ہوا۔ اور فی زمانا یہی چار مذاہب شائع ہیں اور جو مسائل درمیان ان ائمہ اربعہ کے مختلف فیہا ہیں کوئی بلا دلیل نہیں بلکہ ان ہر ایک کے دلائل موجود ہیں۔

اور الفوائد البہیہ کے مقدمہ میں صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:

ان من اشتہرت مناہبھم ودونت مشاربھم وحققت مسالکھم ووضحت دلائلھم وحصل لھم القبول من ارباب العقول فی اطراف الارضین مع مرور الشہور وکرور السنین ھم اربعہ ابوحنیفۃ الکوفی ومالک واحمد والشافعی۔

(۲) "علامہ شوکانی کہ جن کا انتقال ۱۲۵۵ھ یا ۱۲۵۰ھ میں ہے گو علم ادب میں تحقیق ان کی اچھی مگر اجتہاد اور فتوی ان کا مقابلہ میں اجتہاد اور فتویٰ ائمہ اربعہ وغیرہ مجتہدین سابقین کے قابل اعتبار نہیں"۔ (مجموعہ فتاوی ۲۔ ۶۴ کتاب الحظر والاباحۃ)

(۳) "ہم مقلد ہیں"۔ (مجموعہ فتاوی ۲۔۷۰۲)

(۴) شرح مسلم الثبوت اور شرح تجرید کے حوالہ سے لکھتے ہیں :

"عوام زمانہ هذا ایشاں را بجز تقلید مذہبے چارہ دیگر نیست واگر ایشاں مجاز در اختیار مذہب وغیرہ می شوند ہر آئینہ فتنہا در دین واقع میسازند و زبان طعن و تشنیع بر ائمہ کبار خصوصاً اعظم الائمہ امام ابو حنیفہ وغیرہ کشادہ میگویند کہ مارا ازیں مذاہب کار نیست، کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی ست ونمی فہمند کہ تقلید ایں مذاہب عین تقلید نصوص است"۔

(مجموعہ فتاوی ۲۔۳۶۳ کتاب التقلید)

بڑے بڑے ائمہ حدیث کی تقلید کی حقیقت

علامہ آلوسی بڑے نقاد اور محقق عالم ہیں، مسلکاً حنفی ہے۔ (ثلاثۃ قروء) کی تشریح میں لکھتے ہیں :

وبالجملۃ کلام الشافعیۃ فی هذا المقام قوی۔ (صفحہ ۱۳۳)

اور (فرجالاً او رکباناً) کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

وانت تعلم انا انصفت ان ظاهر الاٰیۃ صریحۃ مع الشافعیۃ۔ (روح المعانی صفحہ ۱۵۸)

دوسری طرف امام بیہقی کو لیجئے۔ ان کا امام حدیث ہونا مسلّم ہے۔ لیکن باوجود فراوانی علم کے وہ کٹر شافعی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے حالات میں ہے۔

قال امام الحرمین : مامن شافعی الا وللشافعی علیہ منۃ الا البیہقی فان لہ علی الشافعی منۃ لتصانیفہ فی نصرۃ مذھبہ (مقدمہ کتاب بیان خطأ من اخطأ علی الشافعی للبیہقیؒ) از

خلیل ابراہیم ملا خاطر صفحہ ۱۳

اس لئے علامہ سید محمد یوسف بنوری ؒ نے لکھا ہے کہ عوام اور محدثین جو اپنے فن کے ماہرین ہیں ان دونوں کی تقلید ایک جیسا نہیں بلکہ دونوں میں اچھا خاصا فرق ہے۔ انہی کے الفاظ پڑھیے۔

"ان اتباع هئولاء المحدثين الجهابذة الكبار لائمة الامصار غير تقليد العامى لامامه وبينهما فرق كبير ولا يخرج احد عن دائرة امامه باختياره عدة من مسائل غيره فرجل انما يلوح له دليل قوى خلاف امامه ويسكن اليه قلبه فيخالفه فى مسائل مع شدة اتباعه فى بقيه المسائل" (معارف السنن ٦-٤٩٢)

ایمانیات وعقائد میں تقلید

محسن الاحناف ملا علی قاری ؒ اس مسئلہ میں تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ان ايمان المقلد الذى لا دليل معه الصحيح قال ابوحنيفة وسفيان الثورى والمالك والا وزاعى والشافعى واحمد وعامة الفقهاء واهل الحديث رحمهم الله صح ايمانه ولكنه عاص بترك الاستدلال۔

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۵)

نورستانی صاحب لکھتے ہیں التحریر کے حوالہ سے :

"تقلیدی ایمان اگرچہ صحیح ہے لیکن گنہگار بھی ہے ایسے شخص کو کافر اور مشرک نہیں کہا جا سکتا صحیح قول کی بناء پر اور قول با لکفر کمزور ہے"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۰)

وضاحت

عقائد میں تقلید اتفاقاً باطل اور ممنوع ہے کسی نے اس کو واجب نہیں کہا ہے، تفسیر قرطبی میں ابن عطیہ کا قول ہے :

اجمعت الامۃ علی ابطال التقلید فی العقائد

(قرطبی ا-۲۱۱)

عبدالعزیز صاحب نے صفحہ ۹ پر جو قطر المحیط کا حوالہ دیا ہے اس میں تو صاف "من العقائد" موجود ہے۔

اب نورستانی صاحب نے جو لکھا ہے :

"اب مقام غور یہ ہے کہ ان کی اور ان کی تقلید میں کیا فرق ہے؟

جواب غور کرنے کے بعد یہی ہے کہ اہل کتاب عقائد میں تقلید کیا کرتے تھے اور ہم عقائد میں تقلید کو درست نہیں کہتے اور یہ مقلدین سے اہل کتاب بنانے کی ایک ناکام اجتہاد اور کوشش ہے، اتخذوا احبار ھم الخ آیت اور ترمذی کی روایت مولوی صاحب کا رأس المال ہے لیکن مقامِ افسوس ہے کہ قیاس مع الفارق سے کام لیا گیا ہے وہ تحلیل اور تحریم محرمات یقینیہ ضروریہ اور مباحات یقینیہ ضروریہ قطعیہ کی تھی۔ جیسا کہ خود مولوی صاحب نے "من العقائد والشعائر اللدینۃ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ اور مجتہدین کی تحلیل و تحریم ان محرمات مباحات کی ہے کہ جن کی حرمت و اباحت ظنی ہے اور اس میں جانبین سے دلائل ہوتے ہیں۔ کیونکہ نصوص ۳ قسم ہیں۔

(۱) واضحہ غیر متعارضہ۔ (۲) نصوص غیر واضحہ۔ (۳) واضح متعارضہ۔

پہلی قسم میں نہ اجتہاد کی ضرورت ہے اور نہ تقلید کی۔ اور باقی ۲ قسموں کا حکم یہ ہے کہ یہ شخص خالی نہ ہوگا یا مجتہد ہوگا اور یا مقلد اگر مجتہد ہو تو اپنے اجتہاد کی وجہ

سے خفاء دور کر کے مجتہد غیر واضح' واضح کر کے تعارض اٹھائے گا اور اگر مجتہد نہیں تو مخفی نص پر بھی عمل نہیں کر سکتا اور متعارض نصوص پر بھی عمل نہیں کر سکتا لہذا غیر مجتہد ان میں سے کسی مجتہد کی تقلید کرے گا۔

صفحہ ۱۰ پر حاشیہ نبانی کا جو حوالہ دیا ہے اس میں بھی "التقلید فی العقائد" دو دفعہ موجود ہے۔ عقائد اور ضروریات دین میں چونکہ واضح غیر متعارض نصوص ہوتے ہیں ، تو تقلید کی ضرورت ہی نہیں۔ نورستانی صاحب لکھتے ہیں کہ :

"ابوالحسن اشعری کے اس قول کے خلاف اگرچہ جمہور تقلیدی ایمان کی صحت کے قائل ہیں"۔ الخ

وضاحت

تفسیر قرطبی میں ہے :

حتی انہ اکتفی بالاشارۃ فی ذلک الاتراہ لما قال للسوداء "این اللّٰہ ؟" قالت "فی السماء" قال "من انا؟" قالت "انت رسول اللّٰہ" قال "اعتقہا فانہا مومنۃ" ولم یکن ھناک نظر ولا استدلال بل حکم بایمانھم من اول وھلۃ وان کان ھناک عن النظر والمعرفۃ غفلۃ (تفسیر سورۃ الاعراف اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض) (صفحہ ۲۱۱)

یہ این اللہ؟ کی روایت اسماء وصفات کی طرح یہاں بھی معاون ہے۔

ڈاکٹر شمس الدین نے اپنی کتاب "الماتریدیہ" میں خلاف لفظی کے عنوان سے جو سات مسائل دے ہیں اس کا محاکمہ ۵ مسائل پر مختصرا یوں ہے کہ ایک مسئلہ کے متعلق لکھا "من حماقات الاشعریۃ" اور دوسرے کے متعلق فتویٰ دیا' "الحق

هو قول الماتریدیہ" جبکہ تیسرے کے متعلق لکھا "مذہب الاشعریۃ ظاہر البطلان" اور چوتھے مسئلے کے متعلق جج صاحب کا فیصلہ ہے۔ "مذہب الماتریدیۃ فہو موافق لمذہب السلف" اور یادش بخیر پانچویں مسئلے کے متعلق جو ہمارے موضوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ رقم فرمایا۔ "قلت والحق صحۃ ایمان المقلد" رد ہے ماتریدیہ کا اور ان ۵ مسائل میں ماتریدیہ بازی لے گئے ۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اگرچہ ملا علی قاری کی تحقیق یہ ہے :

مانقل عن الاشعری من علم صحتہ ودیانہ کذب علیہ۔
(مرقاۃ ۱۔ ۳۸)

اب سوچئے کہ ایمان میں استدلال چھوڑنے سے مولوی عبدالعزیز کے ہاں بھی جب صرف گناہ ہے تو قیاسی اور فروعی مسائل میں مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی تقلید شرک وکفر کیسے بن گیا؟ نیز ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں :

ان المقلد لایخلوا من نوع علم فانہ مالم یقع عندہ ان المخبر صادق لایصدقہ فیما اخبرہ وخبر الواحد وان کان محتملا للصدق والکذب فی ذاتہ متی ماوقع عندہ انہ صادق الخ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۷۶)

رہ گئی خبر واحد کی حقیقت تو (۱) تلویح میں ہے :

ان خبر الواحد انما صار ظنیا بواسطۃ شبہۃ فی الناقل والا فہو فی الاصل قطعی کالا جماع بل اولی۔
(صفحہ ۵۳۵)

(۲) ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

ان ظنیۃ خبر الواحد انما ھو بالنسبۃ الی غیر راویۃ فاما بالنسبۃ الی راویۃ الذی سمعہ من فی رسول اللہ صلی علیہ وسلم فقطعی۔ (مرقات ۲۔۶۶)

(۳) مسلم الثبوت کامل میں ہے :

خبر الواحد قد یقترن بما یفید القطع۔ (صفحہ ۱۶۹)

(۴) فتح القدیر میں ہے :

ان ظنیۃ ۔خبر الواحد انما ھو بالنسبۃ الی غیر راویۃ فاما بالنسبۃ الی راویۃ الذی سمعہ من فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقطعی (وسور الخنزیر نجس) (صفحہ ۷۶)

(۵) علامہ بنوری لکھتے ہیں :

والاصل ان یعبرعن ھذہ المسلۃ بانہ تجوز الزیادۃ علی کتاب اللہ بخبر الوحد فی مرتبۃ الوجوب والسنیۃ لافی مرتبۃ الفرض المقطوع بہ وھذا التعبیر اولی مما قالوا انہ لا تجوز الزیادۃ باخبار الاحاد علی کتاب اللہ (معارف السنن)۔۵۸)

متابعت ' اُسوہ ' اقتداء اور تقلید کا باہمی فرق

متابعت کی تعریف نورستانی صاحب نے امام رازیؒ کے حوالہ سے اپنی کتاب کے صفحہ ۷ میں یہ کی ہے :

الاتیان بمثل فعل الغیر لاجل کونہ فعلا لذالک الغیر

اور اصول السنۃ کے صفحہ ۱۲۳ پر شیخ المشائخ نے بھی یہ عبارت ذکر کیا ہے۔ مجلۃ

البحوث الاسلامیہ (۲۰ نمبر مجلہ) کے صفحہ ۲۵۷ اور صفحہ ۲۵۸ پر ہے کہ متابعت اور تاسی میں عموم خصوص مطلق ہے۔ کیونکہ تاسی کا تعلق کبھی کرنے کے ساتھ ہے اور کبھی چھوڑنے کے ساتھ جبکہ متابعت کا تعلق کہنے، کرنے اور چھوڑنے تینوں کے ساتھ ہے، پتہ چلا کہ متابعت صرف فعل میں نہیں بلکہ قول اور ترک میں بھی ہے۔

قرطبی میں اقتدا کی تعریف یوں ہے :

طلب موافقة الغیرفی فعلہ (پارہ ۷)

(فبھداھم اقتدہ کی تشریح میں)۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ کہ تقلید بلا دلیل ہوتی ہے

مولوی صاحب اور اس کے علاوہ دوسرے غیر مقلد کہتے ہیں کہ :

التقلید معناہ فی الشرع الرجوع الی قول لاحجة لقائلہ علیہ

جیسا کہ اعلام الموقعین کے حوالہ سے کتاب حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۸ پر ہے، ایقاظ کے صفحہ ۴۴ پر اور شوکانی صاحب کے القول المفید کے صفحہ ۱۳ پر بھی اس طرح موجود ہے۔

حقیقت اور وضاحت

① ان کتابوں میں یہ بھی ہے کہ یہ تعریف ابن خویز منداد نے کی ہے جو کہ مالکی عالم ہے، اکثر اوقات کتابوں میں اس کا قول امام مالکؒ کے مسلک کی وضاحت کے سلسلہ میں ذکر کیا جاتا ہے اور امام مالک کا فرمان حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۲۳ پر ہے :

لیس لاحد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الایوخذ من قولہ اویترک

تو اس تعریف کا مصداق تقلید شرعی ٹھرانے کے لئے دلیل شرعی کی ضرورت

ہے۔ بینوا۔

رہ گئی تقلید شرعی کی تعریف تو شیخ عبدالسلام حفظہ اللہ اپنی تفسیر میں اسکی تعریف یوں کرتے ہیں کہ :

"عالم اور مقتدی کی بات مان لے اس وجہ سے کہ اس نے دلیل کے ساتھ بات کی ہے تو یہ اصل میں دلیل کی تابعداری ہے"۔

(احسن الکلام پ ۲ کی عبارت کا اردو ترجمہ)

(۲) ایک مجتہد کا وظیفہ ہے اور ایک مقلد کی تابعداری کی حیثیت ہے۔ جب مجتہد دلیل سے کسی حکم کی معرفت تامہ حاصل کرلے اور اس کا دل بھی اس پر مطمئن ہو تو مجتہد براہ راست نص اور حجت کی تابعداری کرتا ہے اور جب مقلد، مجتہد کا قول لیتا ہے تو بالواسطہ دلیل کی تابعداری کرتا ہے ہاں اس مقلد کو بالکل مجتہد کی طرح حجت اور دلیل سے شرح صدر اور معرفت تامہ حاصل نہیں ہوتی بلکہ مجتہد کی بات حسن ظن اور اعتماد کی وجہ سے مانتا ہے۔ جب مجتہد کے پاس دلیل ہے اور مقلد مجتہد کا قول لیتا ہے کیونکہ مستند المقلد قول المجتہد تو بواسطہ مجتہد مقلد کے پاس بھی ایک گونہ حجت ہے اگرچہ مکمل معرفت کے انداز میں نہ سہی تو اگر تعریف مذکورہ مان بھی لے پھر "لاحجۃ لقائلہ علیہ" ہماری تقلید شخصی شرعی پر ثابت نہیں۔

(۳) جیسا کہ تمہارے لئے جائز ہے کہ "ھذا قول رسول اللہ قضیۃ حملیۃ شخصیۃ" استعمال کریں اور یہ اس لئے آپ کے لئے جائز ہے کہ بخاری کی روایت ہے اور ان کی دیانت، امانت اور فن کی مہارت پر تمہارا اور ہمارا اعتماد ہے۔ اسی طرح ہمارے ایک مفتی کو بھی حق پہنچتا ہے کہ "ھذا قول ابی حنیفۃ" کہے کیونکہ امام ابو حنیفہ کا یہ قول ہمارے معتبر متون اور متداول کتابوں میں موجود ہے۔ اور پھر ہم اعتمادِ وانقیاد کے بل بوتے پر اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں اگر روایت کے لحاظ سے ترجیح درست ہے تو درایت کے اعتبار سے بھی درست ہے اور خطا کا احتمال تو دونوں صورتوں میں ہے کیونکہ حدیث کے عام تنقیدی اصول بھی تو ظنی ہیں اور ائمہ عظام کا ان میں

شرائط وغیرھا میں اختلاف ہے بلکہ جب ایک مفتی صاحب مذہب کی طرف نسبت کرتا ہے اس میں خطا کے مناشی کم ہیں بہ نسبت اس کے کہ رسول اللہ کی طرف نسبت کیا جائے۔ آپ قول محدث کو تو حجت سمجھتے ہیں اور اس کی "تقلید" کو اتباع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم گردانتے ہیں لیکن قول مجتہد کو ہمارے لئے حجت نہیں سمجھتے تو اگر آپ کی کاروائی اللہ اور رسول کی تابعداری ہے تو ہمیں بھی یہ حق دو۔ کیونکہ غیر عالم کے لئے عالم سے سوال کرنے کی ضروری ہونے پر اور مقلد کے لئے مجتہد کی بات ماننے پر بھی دلیل موجود ہے اور کم از کم دلیل محدث اور مجتہد ہونا ہے مثلاً امام بخاریؒ اور امام ابو حنیفہؒ۔ اور اگر مجتہد کے قول میں اجتہاد کے لئے دخل ہے تو راویوں کی روایات احادیث میں بھی روایت بالمعنی شائع ہونے کی دخل موجود ہے تو آخر فرق کیا نکلا؟ زیادہ سے زیادہ الفاظ کا الجھاؤ ہو گا لیکن کھینچا تانی سے اور دوسرے نام رکھنے سے حقیقت تو تبدیل نہیں ہو جاتی، مثلاً آپ یوں کہیں گے کہ ھذا حدیث ثابت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مجتہد یوں کہتا ہے ھذا حکم ثابت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور مجتہد تو کبھی نص پر اپنے قول کی بنیاد رکھتا ہے اور کبھی اس ظن کی وجہ سے جس کی استناد نص کی طرف کرتا ہے۔

(۴) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں :

> "لفظ تقلید فنون شرعیہ میں بوجہ اصطلاح کے لغوی معنی میں مستعمل نہیں اور اتباع میں کوئی اصطلاح منقول نہیں اس لئے وہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہے اور اس کے لغوی معنی ظاہر ہے کہ تقلید عام ہے ان دونوں میں اب عموم خصوص مطلق کی نسبتہ ہے یعنی اتباع عام ہے ہر موافقت کو، خواہ وہ تقلید ہو یا غیر تقلید، حتیٰ کہ اگر متبع کے پاس مستقلاً بھی دلیل ہو یعنی وحی، جیسے ارشاد ہے۔ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا یا جیسے ارشاد ہے۔ "فبھداھم اقتدہ" یا دلیل مستقل بالمعنی

المذکور کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے۔ "اتبعوا ماانزل الیکم من ربکم" ماانزل خود دلیل شرعی ہے یا صاحب دلیل مستقل بالمعنی المذکور کا اتباع ہے جیسے ارشاد ہے۔ "واتبع سبیل من اناب الی" من اناب الی خود دلیل واضح ہے اس کے اتباع کو اتباع کہا گیا اور ان سب اتباعوں پر تقلید مصطلح صادق نہیں آتی حتیٰ کہ مجتہد کے لئے تقلید مجتہد کی اجازت نہیں دی جاتی اور اتباع سے منع کی کوئی وجہ نہیں۔

اور تقلید کی اصطلاحی تفسیر میں گو کچھ اختلاف بھی ہو مگر ہر تفسیر پر وہ خاص ہے۔ "اتباع مجتہد کے ساتھ محض دلیل اجمالی کی بناء پر بلا انتظار دلائل تفصیلیہ کے"۔ گو دلائل معلوم بھی ہو جاویں مگر ان کا انتظار نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر دلیل معلوم نہ ہوتی یا معلوم ہونے کے بعد اس میں کوئی شبہ غیر قطعیہ عارض ہو جائے تب بھی اتباع کا التزام باقی ہے اور کسی جگہ دونوں کا جمع ہونا خواہ حق میں ہو یا باطل میں، یہ تبائن کے تو منافی ہے مگر تساوی کو مستلزم نہیں، اصل مفہوم دونوں کا تتبع مدار استعمال سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن تجوزات بالقرائن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور حاصل اختلاف قائلین بالاتحاد اور بالتباین کا نزاع لفظی ہے جو تابع ہے تفسیر الفاظ کا، جس سے احکام واقعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حق حق ہے خواہ اس کا کچھ نام رکھا جائے اور باطل، باطل ہے خواہ اس کا کچھ نام رکھا جائے۔ (امداد الفتاوی ۴-۶۰۷)

⑤ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :

وکان من خیر العامۃ انھم کانوا فی المسائل الاجتماعیۃ التی لااختلاف فیھا بین المسلمین او

جمہور المجتہدین لایقلدون الا صاحب الشرع۔

(حجۃ اللہ : باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ وبعدھا۔ صفحہ ۱۵۲)

"عوام کی یہ حالت تھی کہ اتفاقی مسائل میں جو مسلمانوں اور مجتہدین میں مختلف فیہ نہ تھے وہ صرف صاحب شرع کی ہی تقلید کیا کرتے تھے"۔

اب سوال یہ ہے کہ شاہ صاحب نے جو فرمایا ہے کہ :

"شارع کی تقلید کرتے تھے"۔

یہ بلا حجت اور بلا دلیل تھی یا دلیل و حجت کے ساتھ تو لا حجۃ لقائلہ علیہ کا کیا مطلب؟

کیا دور قریب کے نام نہاد اہل حدیث فراڈ کرتے ہیں؟

نورستانی صاحب نے حقیقۃ الالحاد کے اول' درمیان اور آخر میں لکھا ہے "ما اهل حدیثم دغارا نشناسم" نورستانی صاحب کہاں تک اس دعویٰ میں سچے ہیں وہ ان کے تحریرات سے عیاں ہے۔ لیکن یوسف جے پوری کی دغابازی ملاحظہ کیجئے' شاہ صاحب کے مذکورہ عبارت کا حلیہ بگاڑتے ہوئے حقیقۃ الفقہ میں یوں تلبیس کرتے ہیں :

جمہور المجتہدین لایقلدون الا صاحب الشرع۔

اور ترجمہ یوں کرتے ہیں :

"تمام مجتہدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں کرتے"۔

دیکھا آپ نے ماقبل عبارت سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلیں اور "جمہور المجتہدین" کو مبتدا بنا کر عبارت کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اگر نورستانی صاحب عذر کرلے کہ یہ خلاصہ ہے۔ تو عرض ہے آپ کے الفاظ میں جو آپ کی کتاب حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۹۰

میں ہیں اور :

"اس خلاصے سے سب قارئین کرام یہ پتہ لگائیں گے کہ انہوں نے اپنے مطلب کے لئے کلام اللہ اور کلام نبویؐ میں کیا کیا ہو گا"۔

(۲) مولانا ثناءاللہ غیر مقلد فتویٰ دیتے ہیں :

"سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۴۴۳)

معطوف علیہ یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ بخاری یا مسلم کے کس صفحہ پر سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت موجود ہے۔ روایات اور وہ بھی بکثرت یہ تو دور کی بات ہے۔ ؎

جو تھے نا آشنا ترتیب و تزئینِ گلستاں سے
انہی کے ہاتھ میں نظمِ گلستاں ہم نے دیکھا ہے

شبہ کہ تقلید مذاہب اربعہ کا کیوں ہے؟

اس کی وضاحت پہلے بھی گزر چکی ہے اس سوال کا مختصر اور جامع جواب حکیم الامت" یوں دیتے ہیں :

"اتباع سبیل کے لئے علم سبیل ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل بہ تفصیل جزئیات و فروع معلوم نہیں، پس کیونکر کس کا اتباع ممکن ہے پس انحصار مذاہب اربعہ میں ثابت ہوا"۔ (امداد الفتاویٰ ۴۔ ۵۶۴)

شبہہ یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں مذہب محمد پر ہوں؟

جب کوئی کہے کہ میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر ہوں تو یار لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیوں نہیں کہتے ہیں کہ میں امام الکائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پر ہوں لہٰذا اس کی وضاحت ضروری ہے۔ یہ اعتراض شیعوں کا بھی ہے، مختصر تحفہ الاثنی عشریہ صفحہ ۳۷ میں شاہ عبدالعزیزؒ محدث دھلوی لکھتے ہیں۔ :

"ومن مکاید هم انهم یقولون"

کہ اہلسنّت ائمہ اطہار کے مذہب پر کیوں ائمہ اربعہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ائمہ اطہار تابعداری کے ساتھ تو زیادہ لائق ہیں؟ اب شاہ صاحب کا جواب ملاحظہ کیجئے :

المذهب طريق الذهاب الذى فتح على بعض الامة فى فهم احكام الشريعة من اصولها ولذا احتمل الصواب والخطا والامام عندكم معصوم عن الخطا كالنبى فلا يتصور نسبة المذهب اليه ومن ثم كان نسبة المذهب الى الله تعالى والرسل الكرام عليهم الصلوة والسلام من فضول الكلام ومعدودا من جملة الاوهام بل فقهاء الصحابة رضى الله تعالى عنهم افضل عند اهل السنة من الائمة الاربعة ومع ذالك لايعدونهم اصحب مذاهب بل انما يجعلون اقوالهم وافعالهم مدارك الفقه ودلائل الاحكام وواسطة فى اخذ شريعة الرسول عليه الصلوة والسلام۔

شاہ صاحب کی عبارت کے اہم فوائد یہ ہیں :

(۱) مجتہد جب اصول شریعت سے فہم احکام حاصل کرلے یہ مذہب ہے یعنی فروعی

مسائل کے ساتھ مذہب کا تعلق ہے۔

(۲) مذہب کے ساتھ مسائل میں خطا' صواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ مجتہدین معصوم تو نہیں۔

(۳) یہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ معصوم ہیں۔

(۴) جس کے لئے عصمت ثابت ہو۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ شاہ صاحب کے ہاں مذہب کی نسبت اس کی طرف کرنا وھم اور بکواس ہے۔

(۵) اہل السنۃ کے ہاں ائمہ اربعہ سے فقہاء صحابہ کا مرتبہ یقیناً زیادہ ہے اور ان کے اقوال وافعال فقہ کے مدارک ہیں یعنی احکام کے لئے دلائل ہیں اور رسول اللہ کی شریعت سے اخذ کے اعتبار سے وسائل اور وسائط ہیں شاہ صاحب کی عبارت مذکورہ سے یہ شبہ زائل ہوا کہ یوں کہوں کہ میں مذہب محمد پر ہوں۔

ہاں حنفی یا شافعی ہونا "محمدی" ہونے کے منافی نہیں۔ مولانا عبدالحیؒ نے احناف' شوافع' مالکیہ اور حنابلہ کے بارے میں لکھا ہے۔ :

"وفی الحقیقۃ کل طائفۃ منھم محمدیۃ"۔

(مقدمۃ الفوائد البہیہ صفحہ ۶)

شبہ کہ مجتہدین نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے

نورستانی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر "مدعی سُست گواہ چُست" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے۔ :

"ائمہ عظام تو فرمائیں کہ تقلید ہرگز نہ کرو"۔

اور اس نھی کے لئے صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۲۷ ائمہ اربعہ کے چند حوالے بھی دئے ہیں۔

وضاحت

مجموعی لحاظ سے اس شبہ کا ازالہ شاہ ولی اللہ کی عبارت سے اختصاراً کیا جاتا ہے اور پھر انشاء اللہ فرداً فرداً ہر دلیل پر کلام بھی کیا جائے گا تاکہ ان مبہم اور مجمل حوالوں کی حقیقت واضح ہو جائے۔

شاہ صاحب الانصاف میں لکھتے ہیں۔ اردو ترجمہ صفحہ ۱۵۱۔

"تقلید کے بارے میں ابن حزم کے اس قول نے کہ "آیات قرآنی اور اجماع سلف کی رو سے تقلید حرام ہے اور خود ائمہ مجتہدین نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے" لوگوں کو عجیب غلط فہمی میں مبتلا رکھا ہے کہ یہ حکم عام ہے اور ہر عامی و جاہل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ قول بجائے خود بالکل برحق ہے کہ اپنا ایک خاص محل اور معنی رکھتا ہے اور اس کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے۔

(۱) جو اپنے اندر اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو خواہ ایک ہی مسئلہ میں سہی۔

(۲) جو اچھی طرح جانتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بات کا حکم دیا ہے یا فلاں بات سے روکا ہے اور یہ حکم منسوخ نہیں ہے اس بات کا علم خواہ اسے احادیث کے تتبع اور مخالف و موافق دلائل کے استقراء سے حاصل ہو یا یہ دیکھ کر کہ ارباب علم و بصیرت کا سواد اعظم اس طرف جا رہا ہے۔

(۳) ابن حزم کا فتویٰ اس شخص پر بھی منطبق ہوتا ہے کہ وہ خاص امام کی تقلید اس اعتقاد کے ساتھ کرتا ہو کہ اس سے خطا کا ارتکاب غیر ممکن ہے اور اس خاص امام کی تقلید پر وہ ہر حال میں

قائم رہے گا خواہ کسی مسئلہ میں اس کے قول کا خلاف قرآن وحدیث ہونا ثابت ہی کیوں نہ ہو جائے۔

(۴) جو شخص اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ ایک حنفی کسی شافعی فقیہ سے یا اس کا عکس ہو فتویٰ پوچھے یا اس کے پیچھے نماز پڑھے وہ بھی ابن حزم کے فتوے کی زد میں آتا ہے اور جہاں صورت حال یہ نہ ہو وہاں تک اس کا دائرہ وسیع نہیں ہو سکتا۔
انتہی بالاختصار

اور ان جوابات میں سے ۲ نورستانی صاحب نے بھی حقیقۃ الالحاد کے ص ۹۹ پر حجۃ اللہ کی عبارت کے ترجمہ کے ضمن میں لکھے ہیں۔
اسی طرح امام شعرانی نے میزان کے صفحہ ۶۰ پر لکھا ہے۔

لاینبغی لمن قدر علی الاجتھاد ان یقلد غیرہ مع قدرتہ علی النظر فی الادلہ واستخراج ذالک الحکم منھا۔

(نوٹ) اجتہاد مطلق بعد کے ادوار میں اور آج کل اگرچہ ممکن ہے بامکان امر عقلی ہونے کے لیکن اس کے ممانعت کا قول امر عادی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ کہ عادۃ یہ ممکن نہیں، امتحان شرط ہے اور دروازہ کھلا ہے۔

نورستانی صاحب کا عنوان ہے

امام اھل الرای امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، پھر لکھتا ہے :

حرام علی من لم یعرف دلیل ان یفتی بکلامی اور لایحل لا حدان یاخذ بقولنا الخ

امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کی وضاحت اور حقیقت

سلف کی اصطلاح میں فقیہ بمعنی مجتہد استعمال ہوتا تھا اس طرح مفتی بھی مجتہد کو کہا کرتے تھے اور بعد کے زمانوں میں اور آج کل فقیہ اور مفتی غیر مجتہد پر بھی بولا جاتا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے لایحل لاحد؟ یہ شرط ان کے زمانے میں تھا۔ اور آج کل ہمارے لئے مسئلہ یہ ہے۔ "لایحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم نعلم من این قال" اور وجہ بھی یہی بتلائی ہے۔

مایصدر من غیر الاهل لیس بالتاء حقیقة وانما هو حکایة عن المجتهد انه قائل بکذا۔ (مجموعۃ الرسائل، لابن عابدین کا دوسرا رسالہ رسم المفتی صفحہ ۲۹)

اب امام اعظم جو فرماتے ہیں "لایحل لاحد ان یاخذ بقولنا" اس کا مطلب اگر یہ ہو کہ جب مثلاً کوئی کہے وتر واجب ہے تو اسے اپنے امام کی دلیل کی معرفت حاصل ہوگی کہ یہ مختلف اقاویل کے درمیان امتیاز کرسکتا ہوگا، استنباط و تخریج کا اھل ہوگا تو یہ مجتہد مفتی کا وظیفہ ہے نہ مقلد محض مفتی کا۔ مولوی نورستانی نے صفحہ ۵ پر تقلید کی تعریف یہ کی ہے۔ "التقلید اخذ القول من غیر حجة علی الاخذ۔ اب "ان یاخذ بقولنا" میں اخذ اگر معرفت دلیل کی قید کے ساتھ مقید ہو (معرفت دلیل کی معرفت فتاویٰ ثنائیہ۔ ۲۶۳ کے حوالہ سے امرتسری صاحب کی سکوت کے ساتھ گزر چکی ہے) تو یہ تقلید نہ رہی کیونکہ اس نے تو مجتہد سے بات نہیں لی بلکہ تفصیلی طور پر معرفت دلیل کے بعد اس نے بات لی ہے اب یہ "اخذ" دلیل کی معرفت تامہ کے ہوتے ہوئے اس کے اجتہاد کا نتیجہ ہے۔

اگر یہ "اخذ" مقلد کا صرف اس قدر ہو کہ معرفت دلیل بالهیئة الکنائیة

اگرچہ نہیں لیکن مجرد معرفت و علم اس قدر ہے کہ فلاں مجتہد نے فلاں حکم فلاں دلیل سے "اخذ" کیا ہے تو اس کا کوئی خاص معتدبہ فائدہ نہیں بہرحال جب مفتی اور آخذ اجتہاد مطلق کے مرتبہ پر فائز نہ ہو تو مجتہد مطلق کی تقلید آج کل اسے لازم ہے اور جمہور کے ہاں بقول علامہ شامی مقلد پر یہ لازم نہیں کہ اپنے امام کی دلیل کی تکمل معرفت کے بعد اس کا قول لے۔

الا علی قول قال فی التحریر۔ (دیکھئے مجموعہ الرسائل صفحہ ۳۰)

ہاں اگر مقلد محض کو کسی مسئلہ میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں اپنے مذہب کی کوئی دلیل ہے ہی نہیں تو پھر اس پر واجب ہے کہ اس قول کو ترک کر دے۔ لیکن اس صورت کے بارے میں علامہ شامی نے لکھا ہے :

لکن وقوع ذلک مستبعد لکمال النظر من قبلہ۔
"مستبعد کہا ہے ممتنع نہیں کہا فافہم"۔

اس طرح مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے لکھا ہے۔ امداد الفتاوی (۴۔۲۹۶)
نفس اجمالی دلیل جاننا تقلید کے منافی نہیں ہاں معرفت دلیل . بمعرفہ تامہ کاملہ کا مقام اور ہے اور اجمالی طور پر دلیل کا جاننا یہ الگ ہے طبقہ المجتہدین فی المذہب کے لئے بھی اجازت ہے کہ امام کا قول ماخذ کی معرفت کے بعد لے کیونکہ اس طبقہ کے اصحاب اپنے امام کے اصول پر تخریج و استنباط کے اھل ہیں' ہاں یہ بھی فقہ حنفی اجازت نہیں دیتی کہ ہر کس و ناکس جو دائیں بائیں کا تمیز نہیں کر سکتے اس کا قول بھی لیا جائے مولوی تورستانی نے صفحہ ۳۹ پر مولانا اعزاز علی دیوبندی سے نقل کیا ہے کہ ساتویں طبقے کے مقلدین وہ ہیں جنہیں اقوال میں جانچ پرکھ کی قدرت نہیں اور نہ رطب دیابس میں فرق معلوم ہے اور یہی تو وجہ ہے کہ ہم ان مبتدعین کو جو احناف کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قرآن اور صریح احادیث کے خلاف اور امام

ابو حنیفہ اور دیگر احناف کے اقوال کے خلاف شرکیہ اقوال کیوں لیتے ہو۔ جس پر آپ کے پاس دلیل شرعی نہیں۔ امام شعرانی لکھتے ہیں :

واعمل بکل ما سنہ لک المجتهدون واترک کل ما کرهوه ولا تطالبهم بدلیل فی ذلک فانک محبوس فی دائرتهم مادمت لم تصل الی مقامهم لایمکنک ان تتعداهم الی الکتاب والسنۃ وتاخذ الاحکام من حیث اخذوا ابدا (میزان الکبریٰ صفحہ ۲۱)

شرح عین العلم سے امام ابو حنیفہؒ سے نقل کردہ قول کی حقیقت

اذا جاء الحدیث عن رسول اللہ فعلی الراس ومن الصحابۃ اخذنا بعض اقوالهم ولم نزاحمهم

تفریع یوں کرتے ہیں :

"اس قول سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بھی واجب التقلید نہیں کیونکہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ صحابہ کے بعض اقوال لے لیتے ہیں"۔ (صفحہ ۲۰)

حقیقت

(۱) اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی مسئلہ میں صحابی کے قول کے علاوہ اور کوئی دلیل نہ ہوتو امام صاحب اس حسن ظن کی بناء پر اس صحابی کا قول لے لیتا کہ یہ بات اس نے بلا دلیل نہیں کہی ہوگی اور اخذنا بعض اقوالهم امام صاحب کے لئے دلیل ہے اور معلوم ہوا کہ مقلد سیدنا امام اعظم کی تقلید میں حدیث رسول اللہ اور صحابہ کے اقوال پر عمل کرتا ہے اور اخذنا بعض اقوالهم کی دلالت اجتہاد امام پر اس لئے

ہے کہ مسائل متعارضہ بین الصحابۃ میں بھی مجتہد رفع تعارض کر کے عمل کا راستہ متعین کرتا ہے اور عامی غیر مجتہد اس کی رہنمائی میں کسی نص پر ہی عمل کرتا ہے۔

(۲) کبھی کبھی صحابہ مختلف خیال کے ہوتے ہیں۔ اور اختلافی اقوال کی صورت میں جب جمع و توفیق کا امکان نہیں ہوتا تو تمام اقوال پر بیک وقت عمل کرنا تو ممکن نہیں ہے لہٰذا امام ابو حنیفہؒ مجتہدین صحابہ سے اپنا مذہب متعین کرواتے ہیں ابن خلدون لکھتے ہیں :

ثم ان الصحابۃ کلھم لم یکونوا اھل فتیا ولا کان الدین یوخذ عن جمیعھم وانما کان ذالک مختصا بالحاملین للقران العارفین بنا سخہ ومنسوخہ ومتشابھہ ومحکمہ وسائر دلالتہ بما تلقوہ من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اومن سمعہ منھم من علیھم وکانوا یسمون لذالک القراء۔ (مقدمہ ابن خلدون ا۔۳۷۴)

اس عبارت میں ایک گونہ مجتہد کی تعریف بھی ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں :

"اخذنا بعض اقوالھم"

یعنی اقوال صحابہ میں سے اپنے اجتہاد کی وجہ سے جسے چاہتا ہوں عمل کے لئے متعین کرتا ہوں مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ان کے جملہ اقوال کو چھوڑوں۔ اور جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء اور ابن مسیب رحمھم اللّٰہ تک پہنچتا ہے تو میں اجتہاد کرتا ہوں۔ ان کے اقوال نہیں لیتا کیونکہ یہ شخصیات میری طرح کے رتبے کے رجال ہیں۔ امام شافعی بھی تابعین کے اقوال سے حجت نہیں پکڑتے تھے فروعی مسائل میں جب وہ ابن جریج عن عطا و عمرو بن دینار وغیرھما کے آراء لاتے ہیں اس کے بارے میں امام بیہقی نے لکھا ہے یہ اس لئے لاتے ہیں :

لئلا یری من لبس بالمتبحر فی العلم ممن ینکر بعض فتواہ فی تلک الفروع ان ما یقول فی العلم لا یقولہ غیرہ فیذکر تلک الاراء عن التابعین لھذا لا انہ یعتد بشیئی من اقوالھم حجۃ یلزم القول بہ عنہ تقلیداً۔

(کتاب بیان خطاء من اخطاء علی الشافعیؒ للبیہقی صفحہ ۲۴۴)

(۴) جب بعض صحابہ کے اقوال لیتے اور بعض کے نہیں لیتے تھے اور اس سے یہ نتیجہ نورستانی صاحب نکالتا ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی واجب التقلید نہیں۔ تو جن بعض صحابہ کے اقوال لیتے۔ تو کیا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام واجب التقلید ہے؟ بینوا توجروا ۔

میری نگاہ شوق پہ اس درجہ سختیاں
اپنے نگاہ شوخ کی کوئی سزا نہیں

یہ تھی نورستانی صاحب کی تفریع کی حقیقت۔

اذا صح الحدیث فھو مذھبی قضیہ کی حقیقت

یہ عبارت بھی شامی سے نورستانی صاحب صفحہ ۲۰ پر نقل کر چکے ہیں۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا بھی فرمان ہے اور امام شافعیؒ کا بھی۔ (دیکھئے صفحہ ۲۴ حقیقۃ الالحاد)

حقیقت

ائمہ کرام رحمھم اللہ نے اپنے مذہب کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے پیروکاروں کو مطمئن کیا ہے کہ ہم نے احادیث کی روشنی میں مذہب کے مسائل مستنبط کئے ہیں۔ احادیث کی قوت کی بناء پر ہم ترجیح دیتے ہیں یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی مجتہد کے مسئلہ کی دلیل صحیح بخاری میں نہ ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی امام کا دامن احادیث سے خالی

ہو' ہاں یہ ضرور ہے کہ احادیث کی صحت' عدم صحت' محکم و منسوخ کی معرفت جیسے امور پر بصیرت تامہ ہر کس وناکس کو نہیں۔ علامہ شامی نے اس وجہ سے مقدمہ میں لکھا ہے جس کی آدھی عبارت نورستانی صاحب لائے ہیں :

فقد صح عنہ انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی ولا یخفی ان ذالک لمن کان اھلا للنظر فی النصوص ومعرفہ محکمھا من منسوخھا

نیز مجموعہ الرسائل کے صفحہ ۲۴ پر بھی "قلت" کہہ کر اسی طرح عبارت لے آئے ہیں۔ لہٰذا بلوغ المرام پڑھنے والا اسے دیوار پر نہیں مار سکتا یہ فٹ بال تو نہیں کہ ہر ایک اس پر طبع آزمائی کرنے کا مجاز ہو۔

نیز ایقاظ الھمم میں صفحہ ۱۰۷ پر ہے :

ان کملت فیہ آلۃ الاجتھاد فی تلک المسئلۃ فلیعمل بالحدیث بشرط ان لایکون الامام اطلع علیہ واجاب علیہ وان لم تکمل ووجداماما من اصحاب المذاھب عمل بہ فلہ ان یقلدہ فیہ الخ

بہرحال مذکورہ جملہ کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ جب بھی کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے لے لو۔ تو ائمہ مجتہدین یا ان کے پیروکار اس کو لے کر کے گزرے سے باوجود اپنے موقف پر صحیح حدیث ہونے کے رجوع کریں گے۔ اس وجہ سے علامہ زاہد الکوثری لکھتے ہیں کہ جب اپنے شرائط کے ساتھ صحیح حدیث ثابت ہو اور اس کی دلالت بھی واضح ہو میں اس کو اختیار کروں گا۔ اگر یوں عام آزادی دی جائے تو امام شافعی وغیرہ کا مذہب تو پھر مختلط ہو جائے گا۔ ابو محمد الجوینی بہترین علماء میں سے ایک عالم ہے ایک دفعہ اس نے ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا کہ اس میں اپنے خیال و تحقیق کے موافق ایسے مسائل جمع کرے گا جو اس کی نظر میں صحیح احادیث کے موافق ہے۔ اور جمع

ہونے کے بعد اس کی نسبت پھر امام شافعی کو کرے گا کیونکہ امام شافعی نے فرمایا ہے۔
اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ لیکن اس دور کے علماء نے اس کے اس جذبے کو نہیں سراہا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ کبھی کبھی آپ غیر صحیح احادیث پر بھی صاد کرتا ہے۔ اور یہ مسائل امام شافعی کا بتلانا تو ٹھیک نہیں رہے گا۔

حافظ ابن حجرؒ نے بخاری کی شرح فتح الباری ۲۔۱۷۷ پر رفع الیدین کے ایک مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ابن دقیق العید پر علمی گرفت کرتے وقت لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں یہ امام شافعیؒ کا قول "اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کہنے کا مجاز نہیں :

وجہ النظر ان محل العمل بھذہ الوصیۃ ما اذا عرف ان الحدیث لم یطلع علیہ الشافعی اما اذا عرف انہ اطلع علیہ وردہ اوتاولہ بوجہ من الوجوہ فلا والامر ھنا محتمل۔ (باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین)

"وجہ اشکال یہ ہے کہ امام شافعی کے اس مقولہ پر اس وقت عمل ہوگا کہ جب یہ بات نکھر کر سامنے آجائے کہ امام شافعیؒ کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی لیکن جب معلوم ہو کہ یہ حدیث ان تک پہنچی ہے اور اسکے باوجود اس نے قبول نہیں کیا یا اس میں کوئی تاویل کی تو اس وقت اس پر عمل نہیں ہوگا۔

پتہ چلا کہ جب امام ابو حنیفہؒ کو مثلاً ایک مسئلہ میں جانبین کے دلائل اور احادیث پہنچی ہوں۔ ان میں سے بعض کو ترجیح دے دی اور بعض میں کوئی تاویل کی۔ تو اذا صح الحدیث فھو مذھبی کا وظیفہ کرنا اس وقت صحیح نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے عنوان کے تحت ھذا رای ابی حنیفۃ کی بحث "رای اور اھل الرای" کے باب میں آئے گی انشاء اللہ اور شرح العقیدہ کا حوالہ سر آنکھوں پر۔ جب امام صاحب حدیث کے سامنے ہر قسم کی آراء و قیاسات کے ہتھیار کو

ڈالتے جیسا کہ نورستانی صاحب نے آخر میں لکھا ہے تو اس کی قدردانی تم نے یوں کی کہ اسے "یتیم فی الحدیث" لکھا اور اس کو نیک گمان سمجھنے لگے؟

امام احمد بن حنبلؒ کے فرمودات کی حقیقت اور وضاحت

صفحہ ۲۱ پر نورستانی صاحب نے ان کے چند اقوال نقل کئے ہیں انظروا فی دینکم یہ مجتہد کے لئے ہے کیونکہ عامی کس طرح من کل الوجوہ نظر و فکر کرسکتا ہے' یہ تو امام احمد رحمہ اللہ نے نہیں فرمایا :

"اجتهدوا كما نجتهد واعرفوا الحكم من الادلة الشرعية التفصيلية ولا تسالنا"۔

لاتقلدنی ولا تقلدونی مالکاً اس کی حقیقت وہی ہے جو امام شعرانی نے نقل کیا ہے :

"لا تقلدني ولا تقلد مالكا ولا الاوزاعي ولا النخعي ولا غيرهم الخ قلت محمول على من له قدرة على استنباط الاحكام من الكتاب والسنة والا فقد صرح العلماء بان التقليد واجب على العامي۔ (مقدمہ میزان صفحہ ۶۰)

جو تحقیق المناط' تنقیح المناط اور تخریج المناط کے اصطلاحات سے ہی واقف نہ ہو اس کے لئے اجتہاد مطلق کا دعوی کرنا درست نہیں یہ دروازہ شارع نے بند نہیں کیا آج کل ان شرائط والا عالم دوربین اور خوردبین دونوں سے نظر نہیں آتا۔ آزمائش شرط ہے۔ جو ۳ سطر عبارت عربی کا صرف و نحو کے قواعد کے مطابق صحیح نہیں پڑھ سکتا اگر وہ اجتہاد کا دعوی کرے تو یہی کہوں گا یہ منہ اور مسور کی دال من قلة فقه الرجل اور رای الاوزاعی الخ دونوں اقوال جیسے ہمارے لئے مضر نہیں اس طرح

اس کے لئے فائدہ مند بھی نہیں۔ کیونکہ امام احمد مجتہدین میں سے ہے اور ہمارے نزدیک مجتہد کے لئے دوسرے کی رای یعنی قیاس میں کوئی حجت نہیں۔ اور آثار کی حجت ماننے سے کس نے انکار کیا ہے؟

یہاں مولوی صاحب امام مالک کے لئے بھی رای کا ثبوت امام احمد کے قول سے نقل کرچکا ہے۔ پتہ چلا کہ شرائط کے ساتھ صحیح رای کا استعمال کرنا کوئی عیب تو نہیں۔ یہ تو امام دارالہجرۃ کے لئے اور دیگر مجتہدین کے لئے بھی امام ابوحنیفہؒ کی طرح نورستانی صاحب ثابت کرتے ہیں۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ مجتہد کے لئے اسی اجتہادی مسئلہ میں دوسرے مجتہد کا قول حجت نہیں۔

امام مالکؒ سے نقل کردہ ارشادات کی حقیقت

کل واحد ماخوذ من قولہ ومردود علیہ الاصاحب ھذا القبر صلی اللہ علیہ وسلم

واقعی عصمت صرف نبی کے لئے ہے اس لئے تو ہم ابن حزم، ابن خویز منداد اور ابن قیم وغیرھم رحمھم اللہ کے اقوال بھی آنکھیں بند کرکے تقلیداً قبول نہیں کرتے اور امام ابوحنیفہؒ کے لئے عصمت ثابت نہیں کرتے۔

مانتے ہیں کہ رسول اللہ کے احادیث اور صحابہ کے اقوال کی تابعداری ضروری ہے۔ جو صحابہ کے اقوال مجموعی حیثیت سے دین میں حجت نہیں سمجھتے وہ امام مالکؒ کے اس قول کے خلاف کرتے ہیں، اور امام مالک کے مرض الموت کے وقت رونے میں ہمارے لئے بھی عبرت کا مقام ہے۔ صرف بریں عقل و دانش بہ باید گریست کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (دیکھئے حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۸، صفحہ ۹۲ صفحہ ۱۰۳)

طوفان اشک لانے سے اے چشم فائدہ؟
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کرے

جب امام مالک فرماتے ہیں "ولا نتبع الرأی" تو امام احمد نے کیوں کہا تھا رأی الاوزاعی ورأی مالک الخ

فتاویٰ سبکی کا حوالہ درست ہے اس لئے ہم ہر جگہ آپ جیسے نرالے محققین کے اقوال کے پابند نہیں۔ ہم بھی آثار رسول اللہ کی موجودگی میں رآی اور قیاس کے قائل نہیں۔

نورستانی صاحب لکھتا ہے :

انما انا بشر اصیب واخطی فانظروا فی رائی۔ (صفحہ ۲۲)

حقیقت

قرآن وحدیث سے صراحۃً رسول اللہ کی بشریت جب ثابت ہے تو امام مالکؒ کا بشر ہونا بھی قطعی اور یقینی ہے اور ہمارا مسلک بھی ہر مجتہد کے بارے میں "یخطی ویصیب" کا ہے کوئی امتی معصوم نہیں اور فانظروا کا حکم مجتہد کو ہے کما مر اور فی رائی آپ پر حجت ہے۔ یہ امام مالک کا اپنا بھی اقرار ہے اور امام احمد کی بھی ان کے بارے میں یہی رائے ہے تو جو آپ کا جواب امام مالکؒ کی "رآی" سے ہے وہ ہماری طرف سے امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے سمجھ لیجئے۔

ناصر الحدیث امام شافعیؒ اور منع تقلید کی حقیقت

اذا صح الحدیث کی حقیقت گزری' اذا رایتم کا خطاب مجتہدین سے ہے ہر کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ امام شافعی کے اقوال گیند بنا کر دیوار پر مارتا رہے اور کھیلتا رہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی موجودگی میں ایسا قول لینا جو خلاف قرآن وحدیث ہے۔ مسلمان کا کام نہیں۔

کتاب بیان خطاء من اخطاء علی الشافعی کی تعلیق میں خلیل ابراہیم نے "مزنی" کے تعارف میں لکھا ہے :

قال عند الشافعی : المزنی ناصر مذھبی" (صفحہ ۲۷)

یہ تقلید سے منع ہے یا حوصلہ افزائی؟

یہ تھے نورستانی صاحب کے اقوال مجتہدین بطور مشتی نمونہ از خروار ہے۔

نورستانی صاحب کے ایک درجن مسائل کے استنباط کی حقیقت

ایمہ اربعہ کے اقوال کی حقیقت کے بعد ابن قیمؒ کے اشعار سے نورستانی صاحب ۱۲ احکام نکالتے ہیں۔ ہر ایک کی نہایت اختصار سے حقیقت بیان کی جاتی ہے :

(۱) صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے کہ مقلدین فرماتے ہیں کہ ائمہ بالکل معصوم تھے۔

بالکل افتراء ہے "وقد خاب من افترى يخطى ويصيب" ہر محقق کا وظیفہ ہے اس مقلد کا نام بتلاؤ جس نے فرمایا ہو کہ ائمہ بالکل معصوم تھے؟

(۲) کس مقلد نے کہا کہ بھولے سے قرآن وحدیث کی طرف مت آیو۔

یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔

(۳) ائمہ کی فرمائش کہ جب تک دلیل معلوم نہ ہو فتویٰ دینا حرام ہے۔

اس کی حقیقت تفصیلاً گزر گئی۔

(۴) اذا صح الحدیث کی حقیقت سے قارئین واقف ہو چکے ہونگے۔

(۵) مقلدین پر سفید جھوٹ ہے۔

(۶) ائمہ شرائط کے ساتھ رآی وقیاس مانتے ہیں۔ صرف رآی وقیاس پر دین کسی مقلد نے بھی موقوف نہیں کیا ہے۔

(۷) کس امام نے مقلد محض کو اپنی تقلید سے منع کیا ہے۔ الخطط (۲۔۳۴۳) میں ہے کہ جب امام شافعیؒ مصر میں آئے۔

فصحبه من اهل مصر جماعة من اعيانها كبنی عبدالحكم والربيع بن سليمان وابی ابراهيم اسماعيل بن يحيى المزنی وابی يعقوب يوسف بن يحيى البويطی و

کتبوا عن الشافعی مااللہ وعملوا بما ذھب الیہ ولم

یزل امر مذھبہ یقوی بمصر وذکرہ ینتشر۔

علامہ عبدالحیؒ نے لکھا ہے :

"اماموں نے اپنے قول کی تقلید کی اجازت دی ہے اس حالت

میں جب خلاف قرآن وحدیث نہ ہو"۔

(مجموعہ فتاویٰ کتاب التقلید۲۔۲۶۷)

⑧ کس مقلد نے لکھا ہے کہ قرآن وحدیث کے خلاف امام کا ایک قول چھوڑنا موجب لعنت ہے؟

⑨ ہم مقلدین قرآن وحدیث پر نگاہ ڈالتے ہیں لیکن ہماری نگاہ اور مجتہدین کی نگاہ میں بڑا فرق ہے۔

⑩ قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے کو ہمارے جس معتد بہ عالم نے گمراہ کہا ہو تو ان کے نام بتلائیں۔ غالباً آپ شیر تحریف عمر اچھروی بریلوی کو حنفی سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو حنفی کہتا ہے اور مقیاس حنفیت کتاب لکھی ہے۔ وہ تو احناف کو بدنام کرتا ہے۔ آپ کا مخاطبہ جن علمائے دیوبند سے ہے ان کا طریقہ عمل کیا یہی ہے جو آپ نے اپنے ذہن میں سمایا ہے؟

⑪ اس میں تکرار ہے۔

⑫ ائمہ کے اقوال قرآن وحدیث کا مقابلہ نہیں بلکہ قرآن وسنت کی وضاحت ہے بالفرض اگر ائمہ کے اقوال صریح حدیث اور قرآن کے مخالف ہو اور پھر ہم قرآن وحدیث چھوڑدیں اور اقوال ائمہ کا لے لے تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور پھر ہم اللہ کے سامنے کیا عذر پیش کرسکیں گے؟ ہم تو کہتے ہیں کہ ایمہ مجتہدین رحمھم اللہ قرآن وحدیث کی خدمت کے لئے میدان میں نکلے تھے' مقابلے کے لئے نہیں نکل آئے تھے' بلکہ وہ تو اولیاء تھے اور قرآن وحدیث کی اشاعت کرنے والے تھے۔ اور نورستانی صاحب نے تو لکھا ہے :

"اور نہ وہ نصوص کے مقابلہ میں کبھی بھی امام احمد اور امام شافعی

اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے اقوال کی طرف میلان نہیں کرتے تھے۔ شمشیر صفحہ ۱۱۱ ہمارا حسن ظن ہے کہ ان ائمہ نے نصوص کا مقابلہ نہیں کیا تھا"۔

امام شعرانی نے لکھا ہے :

"کہ صحابہ اور انبیاء کے بعد ایمہ مجتہدین کا مقام ہے :

وان لم تکن الائمۃ المجتهدون اولیاء فما علی وجہ الارض ولی ابدا۔ (میزان صفحہ ۴۸)

اور اولیاء قرآن وحدیث کا مقابلہ نہیں کرتے۔

نیز امام شعرانی نے ہمیں ڈرایا ہے۔ لکھتے ہیں :

ایاک ان ترد کلام احد من الائمۃ اوتضعفہ لفهمک فان فهمک انا قرن بفهم احد من المجتهدین کان کالهباء۔ (مقدمہ میزان صفحہ ۱۲)

یہ تھی حقیقت اس عنوان کی کہ مدعی ست گواہ چست۔ اور خیر سے عبارات کے بعد صورت حال یہ ہے ۔

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا
الا یایها الساقی ادر کاسا وناولها

فصل

علمائے دیوبند کے ارکان ثلاثہ پر نورستانی صاحب کے الزامات کی حقیقت

مولوی نورستانی نے حقیقۃ الالحاد میں حق پرست علماء کی مٹی پلید کرنے کی کوشش کی ہے۔ دور قریب کے عظیم شخصیت مفتی محمد شفیعؒ پر بھی تابڑتوڑ بے جا حملے جگہ جگہ اپنی کتاب میں کئے ہیں، مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ العالی نے احسن الفتاویٰ میں ۱-۷۰۴ پر کتاب کا ریزلٹ یوں نکالا ہے :

ائمہ کرام رحمھم اللہ پر وہ کیچڑ اچھالی کہ خود اہل حدیث نے بھی سن کر شرم سے آنکھیں نیچے کرلیں۔ حد یہ کردی کہ ائمہ اکرام کے مدون مذاہب کو الحاد و زندقہ ثابت کرنے کی ناکام سعی میں لگ گئے چنانچہ اس موضوع پر جو کتاب لکھی اس کا نام رکھا "حقیقۃ الالحاد" اس کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ ہو۔

"فقہ حنفی کے اندر جو احادیث فقہاء نے درج کی ہیں وہ یا تو موضوع اور خانہ ساز ہیں یا پھران کے رواۃ ضعیف و متکلم فیھا ہیں یا منکر اور مختلف فیھا ہیں پھر شاذ وغیرہ محتج بھا ہیں یہ فقہاء کی احادیث میں کورپن کی وجہ سے صحیح اور غیر صحیح کے درمیان امتیاز نہ کرسکے۔ اس تمیز نہ کرسکنے کے بھی کئی وجوہ ہیں۔

(۱) فقہاء حضرات کی حدیث کے ساتھ سرد مہری۔
(۲) ان کا غیر محدث و مخرج ہونا۔
(۳) ان کا جمع حدیث میں تساھل سے کام لینا۔
(۴) ان کا حدیث میں ماہر نہ ہونا۔
(۵) ان میں جانچ پڑتال کا نہ ہونا۔

یہی وجہ ہے کہ کتب حنفیہ موضوعات اور اوہام و بے ثبوت روایات کا پلندا ہوتی ہیں۔ نیز اکثر وہ فرضی اور زنادقہ کی وضع کردہ ہیں' ان اسباب کی وجہ سے فقہاء نے خیال کیا کہ اگر کوئی احادیث صحیحہ سے واقف ہوگیا تو ہمارا پول کھل جائے گا لہٰذا شروع ہی سے سدباب کے لئے لوگوں کے کانوں میں یہ بات ڈالو کہ بغیر مجتہد کے سمجھانے کے حدیث نہیں سمجھ سکتے ہیں اور براہ راست قرآن وحدیث پر عمل کرنا بے دینی ہے"۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۳۷)

مفتی رشید احمد مدظلہ نے مولوی عبدالعزیز کی عبارت مذکورہ پر اپنے فتاویٰ میں درج ذیل تبصرہ فرمایا ہے :

"براہ کرم خط کشیدہ الفاظ پر ایک نظر دوبارہ ڈال کر دیکھ لیں کہ یہ عبارت کتاب مذکورہ کے صرف آدھے صفحے سے لی گئی ہے اس سے آپ خود اندازہ لگالیں کہ مصنف علام نے ائمۂ کرام واکابر امت پر بہتان طرازی کا جو مشن شروع کر رکھا ہے اس میں وہ کس تندہی سے مصروف کار ہیں ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے جس چیز کا نام اجتہاد رکھ چھوڑا ہے وہ اجتہاد نہیں بلکہ ان کے ائمہ اربعہ میں سے کسی کا فرمودہ ہوگا"۔ (احسن الفتاویٰ صفحہ ۴۰۷)

دور قریب میں چونکہ فقہ حنفی کی خدمت مولانا رشید احمد گنگوہی، سید انور شاہ کشمیری اور شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہم اللہ نے کی ہے۔ تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر انہیں زندیق و ملحد، اور مشرک و بے دین ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور ان پر الزامات عائد کئے ہیں۔ لہذا ترتیب وار ان الزامات کی حقیقت پیش خدمت ہے۔

(۱) مولانا گنگوہی رحمہ اللہ

نورستانی صاحب نے مولانا رشید گنگوہیؒ کے فتویٰ کی عبارت فتاویٰ رشیدیہ سے نقل کی ہے :

> "بندہ مفتی ہے۔ مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے اس کو بتانا فرض ہی جانتا ہوں اور مسائل کے دلائل لکھنے کی فرصت نہیں اور واجب نہیں الخ"۔

اور پھر تبصرہ کرتے ہیں :

> "یہ ہے علمائے اہل حدیث اور علمائے مقلدین کے درمیان فرق کہ مقلدین سائل کو دلیل بتانا ضروری نہیں سمجھتے اور نہ اس دلیل کو مسائل کے لئے مفید سمجھتے ہیں"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۹۸)

حقیقت

مولانا گنگوہی نے درست فرمایا۔ کیونکہ جو علم نہیں رکھتا اور الف کو کیل اور با کو اصطبل بتلائے وہ بخاری اور مسلم کیا جانے۔ اندھا کیا جانے بسنت کی بہار وہ تو عام فقہ کی کتابیں بھی نہیں سمجھتا ہاں اگر عام عالم ہے تو کتب سے تحقیق کر لے۔ اور اگر تم من کل الوجوہ معرفت دلیل نظر و فکر سے کرنے کے اہل ہو تو مبارک ہو آپ مجتہد ہو اور ہمارا کلام تو مقلد کے ساتھ ہے عمل کے لئے مسئلہ سمجھنے کی ضرورت ہے دلیل بیان

کرنے کی ضرورت لزوماً تو نہیں ہوتی ہاں اعتماد اور حسن ظن پہلے ضروری ہے ہم نے اہل حدیث کے فتاویٰ میں واقعی سوال کرتے وقت قرآن وحدیث سے بتلائیں دیکھا ہے لیکن جواب میں یہ بھی دیکھا ہے کہ ہدایہ میں ہے اور المحلی میں ہے۔ ہاں اگر آپ قرآن وحدیث یا خیر القرون اور صحابہ کے تعامل سے ثابت کرلے کہ مسئلہ بتلاتے وقت حدیث ذکر کرنا بھی ضروری ہے تو چشم ماروشن دل ماشاد۔

سنن ابن ماجہ کی ابتدا میں صفحہ ۴ پر ہے :

"سمعت الشعبی یقول جالست ابن عمر سنۃ فما سمعتہ یحدث عن رسول صلی اللہ علیہ وسلم شیئا"۔

اور امام شعبی کی عظمت مسلم ہے۔ نورستانی صاحب کی کتاب میں صفحہ ۸۰ پر اس کے مختصر مگر جامع مناقب ہیں۔ صحابی رسول کے ساتھ ایک سال گزارنے کے بعد کہ سیاق نفی میں لے آئے ہیں۔

عمرو بن میمون ہر شب جمعہ ابن مسعودؓ کے پاس تشریف لے آتے۔ فرماتے ہیں۔ "فما سمعتہ یقول بشیئی قط قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو آنکھوں سے آنسوں کا سیلاب امڈ آیا۔

امام سرخسی نے بھی لکھا ہے :

عن عمرو بن میمون قال صحبت ابن مسعود سنین فما سمعتہ یروی حدیثا الا مرۃ واحدۃ (اصول السرخسی ا۔۳۴۲)

الختصر مسئلہ کے ساتھ دلائل اور احادیث بتلانا مقلدین اور گروہ اہل حدیث کے درمیان مابہ الامتیاز نہیں۔

(۲) شیخ انور کشمیریؒ کی تقلید شرکیہ تھی؟

نورستانی لکھتا ہے :

"شاہ انور شاہ کشمیریؒ کو لے لیجئے آپ بسط الیدین میں رفع الیدین کے اور احادیث رفع الیدین کے عدم منسوخیت اور متواتر ہونے کا اقرار کرتے ہیں پھر بھی تقلید کی بناء پر عمل نہیں کرتے چنانچہ آپ فرماتے ہیں : ولیعلم ان الرفع متواترا اسنادا وعملا لاشک فیہ ولم ینسخ ولا حرف منہ"۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۰۳)

اور صفحہ ۱۰۴ پر لکھتا ہے :

"اب غور کا مقام ہے کہ ایک حدیث متفق علیہ اور تمام مسلمانوں کے نزدیک سندا اور عملاً متواتر ہے اور دوسری طرف صرف عملاً متواتر ہے وہ بھی اس فرقہ کے عمل سے جو مدعی ہو' نہ عام مسلمانوں کے نزدیک' کیا کوئی صاحب عقل سلیم یہ کہے گا کہ یہ فرقہ وارانہ عمل تمام مسلمانوں کے لئے سنت اور جزو نماز بنتا ہے اور متواتر جو سندا اور عملاً تمام مسلمانوں کے نزدیک علی الاتفاق ہے وہ نماز مردود ہو۔ مالکم کیف تحکمون"۔

حقیقت

(۱) "ولیعلم ان الرفع" عبارت مولوی صاحب کے قول کے مطابق "بسط الیدین" میں ہے حالانکہ یہ نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین کے صفحہ ۲۲ پر ہے۔ بسط الیدین میں نہیں۔ اب میں معمولی تغیر کے ساتھ حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۹۱ کی عبارت لکھتا ہوں کیونکہ جب مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے سہو کی بناء پر سبیل الرشاد کی جگہ

سبیل السداد لکھا یا مولانا تھانویؒ یا اس کے ناقل سے سہو ہوا تو مولوی صاحب آگ بگولہ ہو گئے اب جیسی کے ویسی نے محقق صاحب کو یہ بھی پتہ نہیں کہ شاہ انورؒ نے اس عبارت کو کس رسالہ میں لکھا ہے بس اندھا دھند لکھ دیا کہ بسط الیدین میں ہے اس سے قارئین کرام اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کے ہوش و حواس کو تقلید شرعی کی تردید نے یوں کورا بنایا ہے کہ دیوبندی مکتب فکر کے رسالوں کا نام تک کا پورا حوالہ نہیں دے سکتے، صحیح حدیث پیش کرنا یا حدیث صحیح کے مفہوم کو سمجھنا یا اس سے صحیح استنباط کرنا تو دور کی بات ہے بے شک ہمیں محقق صاحب کی نرالی اجتہاد اور ریسرچ سے کچھ انکار نہیں لیکن یہ اجتہاد آپ کو مبارک ہو سبحان اللہ کیا کہنا ایسی عقل اور فہم و دانش کا۔

(۲) حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۷۱ پر ہے کہ علامہ تھانویؒ صاحب بحوالہ تدریب الراوی فرماتے ہیں کہ جو حدیث دس صحابہ سے منقول ہو وہی متواتر ہے۔

حقیقت

تدریب الراوی میں اصح قول یہ بتلایا ہے کہ اس سلسلہ میں کسی خاص عدد کا اعتبار نہیں :

ولا یعتبر فیہ عدد معین فی الاصح

اور قاضی باقلانی نے لکھا ہے :

ولا یکفی الاربعۃ وما فوقھا صالح وتوقف فی الخمسۃ وقال الا صطخری اقلہ عشرۃ وھو المختار

مولانا تھانوی نے اس مختار قول کو لیا ہے اسی طرح مشہور روایت کے بارے میں علامہ بلقینی کا قول ہے کہ اس کے لئے کوئی ضابطہ نہیں لیکن بعض وہ مشہور ہیں جو صرف محدثین کے ہاں ہیں۔ بعض صرف عند الفقہاء اور بعض صرف اصولی علماء کے نزدیک مشہور

ہیں یہاں تک کہ نحویوں نے بعض ایسے روایات مشہور کیے ہیں جن کا حدیث کی کتابوں میں کوئی اتہ پتہ نہیں اور بعض صرف عوام کے بازار میں مشہور ہیں ہاں" بعض "محدثین' دیگر علماء اور عوام سب میں مشہور سمجھے جاتے ہیں۔

کبھی تواتر ایک قوم کے ہاں ہوتی ہے دوسری کے ہاں نہیں' علامہ سیوطی نے لکھا ہے :

المتواتر عند قوم دون اخرین (اتقان ۱۔۷۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

ومنہ ماھو متواتر عند الخاصہ ومنہ مایخص بعلمہ بعض الناس وان کان عند غیرہ مجھولا اومظنونا اومکذوبابہ واھل العلم باقوالہ کاھل العلم بالحدیث والتفسیر المنقول والمغازی والفقہ یتواتر عندھم من ذلک مالا یتوا تر عند غیرھم الخ۔

(بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول ۱۔۱۱۳)

یہ ضروری نہیں کہ ایک مسئلہ کسی عالم کی تحقیق پر تواتر سے ثابت ہو تو تمام علماء کو اس کا تواتر ماننا پڑے گا۔ شاہ صاحب کی تحقیق نیل الفرقدین میں یہی ہے کہ رفع الیدین کرنے اور نہ کرنے کا ثبوت متواتر ہے اس لئے شاہ صاحب کے علوم کے امین سید بنوری رحمہ اللہ نے معارف السنن میں لکھا ہے۔

ومن ھذا القبیل عند شیخنا رحمہ اللہ العمل برفع الیدین وترک الرفع عند الرکوع وبعد الرکوع کلاھما متواتر بھذا التواتر (۱۔۳۶)

مولانا بنوریؒ نے "عند شیخنا" کی قید جو لگادی یہ فائدے پر مشتمل ہے' نورستانی صاحب نے لکھا ہے :

"ایک حدیث متواتر ہوگا مگر اس کے موجب میں عمل میں اختیار ہوگا ہاں اس حدیث متواتر سے یا اس کے موجب سے انکار کفر ہے"۔ (شمشیر صفحہ ۷۷)

اب چند نظائر ملاحظہ کیجئے :

(۱) شاہ صاحب سے فیض الباری میں نقل ہے :

والا حادیث فی سماع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر

آپ شاہ صاحب کے اس تواتر کو مانتے ہیں؟

(۲) مولانا رشید احمد گنگوھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بتلایا" اور تواتر سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ تھا"۔

(ارشاد السلوک ترجمہ امداد السلوک صفحہ ۱۸۸)

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے اگرچہ تواتر مانا ہے لیکن اس میں ایک بھی روایت شاید صحیح نہ ہو اور مولانا ثناؤ اللہ امرتسری اہل حدیث نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے :

"مجھے اس کے متعلق کوئی حدیث معلوم نہیں کسی صاحب کو معلوم ہو تو مجھے بھی مطلع کریں، مشکور رہوں گا۔ (شرفیہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی کوئی حدیث ثابت نہیں بعض کا قول یا غلط روایت ہے"۔' (فتاویٰ ثنائیہ ۱۔۱۵۹)

(امدادیہ) شیخ القرآن علامہ محمد طاہرؒ نے ایک خط میں لکھا تھا "آپ سے تدینا مسئول ہوں" شیخ القرآن صاحب اور احادیث رفع الیدین صفحہ ۴ تو تورستانی نے تصحیح کا فرض سرانجام دے کر لکھا۔ ھکذا فی الاصل والصواب سائل مولانا ثناؤ اللہ کے مذکورہ عبارت کے متعلق میں کہتا ہوں۔ "مشکور رہوں گا" ھکذا فی الاصل والصواب "شاکر"

③ حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے تھے اور لکھا ہے "قد تواترت الاخبار" لیکن امام ذہبی نے تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے : قلت

ما اعلم صحۃ ذالک لکیف متواترا (مستدرک)

(کتاب التاریخ ۲۔۶۰۲)

④ علامہ العصر سید بنوریؒ نے لکھا ہے :

حدیث "اسفروا" جعلہ السیوطی فی الازھار المتناثرۃ متواتر اللفظ۔ (معارف السنن ۲۔۴۵)

⑤ اس معارف السنن میں ہے کہ :

قال ابن بطال تواترت الاحادیث عن النبیؐ انہ نھی عن الصلاۃ بعد الصبح وحکی شیخنا عن ابی عمر ابن عبدالبر فی التمھید انہ متواتر (۲۔۱۲۱)

⑥ البانی نے صفۃ الصلوۃ میں ۱۰ صحابہ سے سجدہ کے وقت رفع الیدین ثابت کیا ہے :

وقدروی ھذا الرفع عن عشرۃ من الصحابہ وذھب الی مشروعیتہ جماعۃ من السلف الخ

(صفۃ صلوۃ النبی صفحہ ۱۳۶، دار نشر کتب الاسلامیہ)

تو آپ کے ہاں اس متواتر پر عمل ہے یا نہیں۔

⑦ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

لفظ الاہدال تکلم بہ بعض السلف ویروی لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ضعیف۔

(منہاج السنۃ ۱۔۲۲)

اور ۴۔۱۱۵ میں لکھتے ہیں :

حدیث لیہ ذکر الابدال والا قطاب والاغواث وعدد الانبیاء وامثال ذلک مما یعلم اھل العلم بالحدیث انہ کذب

لیکن اس صحیح قول کے خلاف ذیل القول المسدد میں ہے :

وان شئت قلت متواتر۔ (صفحہ ۱۱۱)

⑧ اعلاء السنن کتاب اصل میں مولانا تھانویؒ کے تحقیقات ہیں۔ اس کتاب میں ہے :

قال ابوبکر بن عیاش مارایت فقیھا قط یفعلہ۔

(اعلاء السنن ۳۔۶۴)

اور صفحہ ۶۴ پر ہے :

واما تواتر خصوص الرفع عند الرکوع والرفع منہ غیر مسلم۔

⑨ امام رازیؒ کا ایک اشکال حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ایک مسئلہ کی تحقیق کرتے وقت لکھا ہے :

مسئلہ یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی طرف نسبت ہے کہ وہ معوذتین قرآن سے نہیں مانتے تھے۔ اس کے بارے میں ایک جواب تو علامہ سیوطی نے یہ دیا ہے وما نقل عن ابن مسعود لیس بصحیح ۱۔۸۰۔ اتقان۔ اس طرح دیگر تاویلات وجوابات ہیں اب وہ اشکال یوں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں معوذتین کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت تھا یا نہیں۔ اگر شق اول لو تو معوذتین کے قرآن ہونے سے انکار پھر کفر ہے اور اگر شق ثانی لو تو لازم آئے گا کہ قرآن کا بعض حصہ تواتر سے ثابت نہیں

اور امام رازی نے اسے نہایت ہی قوی اشکال قرار دیا ہے اور پھر حافظ صاحب نے جواب دیا ہے :

"واجیب باحتمال انہ کان متواترا فی عصر ابن مسعود لکن لم یتواتر عند ابن مسعود فانحلت العقدۃ بعون اللہ تعالی"۔ (فتح الباری ۸۔۶۰۴)

اور سیوطیؒ نے بھی اتقان میں لکھا ہے :

انھما کانتا متواترین فی عصرہ لکنھما لم یتواترا عندہ۔

(۱۔۸۰)

اس طرح ہم کہتے ہیں کہ مخصوص اس طریقہ سے تواتر شاہ انور کے ہاں ثابت ہے اور دیگر علماء اگر اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے تو گنجائش ہے۔

(۳) نورستانی لکھتا ہے متواتر جو سنداً اور عملاً مسلمانوں کے نزدیک علی الاتفاق ہے وہ نماز مردود ہو۔ مالکم کیف تحکمون صفحہ ۱۰۴ اور صفحہ ۱۰۱ میں لکھا ہے کہ :

"فقیہ العصر انور شاہ کشمیری صاحب کی تقلید مسئلہ مانحن فیہا میں شرکی تقلید ہے اور نص کو چھوڑ کر ایسی تقلید پر جمے رہے' انتہی بالاختصار"۔

حقیقت

(۱) ترک رفع الیدین اگر ظاہراً ایک حدیث کا مخالف معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری نص کے مطابق ہے ایک نص ترجیح کی بنیاد پر اختیار کرنا اور اس پر عمل کرنا شرک کیسے ہے؟ اور فرقہ وارانہ عمل کیسے ہے؟

(۲) امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں بھی یہ نماز باطل اور مردود نہیں، مکحول نسفی وغیرہ کا شاذ قول فساد کا ہے لیکن وفیہ نظر۔ فتح القدیر (۱۔۳۱۰) مجموع فتاوی ۲۲۔۴۴۶

③ اگر یہ مطلب ہو کہ شاہ انورؒ کے نزدیک اگر امام رفع الیدین کرتا ہے تو مقتدی کی اقتدا اس امام کے پیچھے درست نہیں ہے بلکہ مردود ہے تو یہ بھی غلط ہے بلکہ اقتدا جائز سمجھتے ہیں' دیکھئے فیض الباری ۲۔۳۹۶

④ جماعت اشاعت التوحید کے بانی کے ہاں بھی نفس رفع الیدین کرنے سے نماز فاسد اور مردود نہیں ہوتی۔ شیخ القرآن صاحب پنج پیری نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :

قوم حملهم على الوضع التعصب المذهبى والتجمد التقليدى كما وضع مامون الهروى حديث من رفع يديه فى الركوع فلا صلاة له۔ (ضیاء النور صفحہ ۱۸۹)

نیز صفحہ ۲۴۳ میں ہے :

لم يقبلوا رواية المكحول عنه فيما روى عن الامام ان من رفع يديه عندالركوع وعندالرفع فسدت صلاته فاغتر بهذه الرواية الامير كاتب الاتقانى لقال بفساد الصلوة

اور صفحہ ۲۴۴ پر لکھتے ہیں :

وقال ابن امير الحاج فى شرح منية المصلى هذه الروايه خلاف ظاهر الروايه وفى الذخيره رفع اليدين لايفسد وهكذا فى الخلاصه والبزازيه والسراجيه۔

⑤ "رفع الیدین والی نماز مردود ہے" یہ شاہ انور پر نورستانی کا بہتان ہے کیونکہ جس کتاب کی عبارت نورستانی صاحب لائے ہیں۔ وليعلم ان الرفع متواتر الخ اسی کتاب کے مقدمہ میں ہے :

ان يدكل واحد من الفريقين وجها من الوجهين وهما على الحق من الجانبين۔

اور پھر دو سطر کے بعد لکھتے ہیں :

وکل سنۃ ثابتۃ عن رسول الثقلین۔ نیل الفرقدین۔

(صفحہ ۴)

بلکہ نورستانی کی لائی ہوئی عبارت کے ساتھ متصل یہ عبارت ہے اور :

وانما بقی الکلام فی الافضلیۃ۔

یعنی یہ راجح مرجوح کا مسئلہ ہے اور المعلوم میں بھی نورستانی نے لکھا ہے :

"علم ضروری سے معلوم ہوا کہ رفع راجح ہے عدم رفع مرجوح۔

فافہم۔ (صفحہ ۸۲)

آخر جب شاہ انور کرنے والے کو بھی طریقہ نبوی کا عامل بتلاتا ہے تو اس ہڑبونگ مچانے کا کیا مطلب کہ "وہ نماز مردود ہو"۔ فاین تذہبون

⑥ اگر اس پر رنج ہو کہ احناف نے عدم رفع کی طرح رفع کو جائز کیوں نہیں لکھا ہے تو یہ بھی مسلم نہیں کیونکہ نورستانی نے اپنی کتاب میں جو پشتو میں لکھی ہے "رفع الیدین اور احناف" اور اس میں تقریباً ۸ علماء کے اقوال لکھے ہیں کہ اگر رفع الیدین کوئی کرتا ہو تو جائز ہے اس میں ابوطالب کے علاوہ باقی علمائے احناف ہیں اور رفع الیدین کے جواز کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ (دیکھئے پیغمبر کی نماز صفحہ ۲۵۲)

⑦ اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۴ پر اسے سنت صحیحہ ثابتہ غیر منسوخ بتلایا ہے اور فتاویٰ ثنائیہ کے صفحہ ۱۰۱ میں مولانا ثناءاللہ نے اسے مستحب لکھا ہے۔ اور تیسیر الاعلام شرح عمدہ الاحکام میں ہے کہ جمہور صحابہ تابعین، امام شافعی اور امام احمد کے ہاں یہ مستحب ہے۔ (۱-۱۹۱)

لیکن اس ضمن میں ترجمان السنہ ماہ شوال ۱۴۱۲ھ کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے عنوان ہے "حضور کے طریقہ نماز کے خلاف ایک سازش کا انکشاف" صفحہ ۳۹ پر حکیم عبدالعزیز فیروزپوری لکھتے ہیں :

"اگر آپؐ نے اس فعل کو تادم آخر کیا تو اس کا کرنا فرض ہے اس کے بغیر قطعاً نماز قبول نہ ہوگی"۔

اور بحث کے آخر میں صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں :

"اثبات رفع الیدین کے سلسلہ میں تقریباً ۴۰۰ احادیث موجود ہیں اور وہ احادیث اکثر علماء کے علم میں ہیں لیکن افسوس کہ عوام سے وہ احادیث چھپائی جاتی ہیں اور پوری کوشش کی جاتی ہیں کہ لوگ "نماز محمدی" سے نفرت کریں"۔

دیکھا آپ نے صرف رفع کو ہی نماز محمدی' نماز پیغمبری اور صلوۃ الرسول کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے اور ترک رفع کو حکیم عبدالعزیز سازش اور عبدالعزیز نورستانی "ناقص" بتلاتے ہیں دیکھئے زینۃ الصلاۃ صفحہ ۳' اور نورستانی نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے :

"ابن سید الناس کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے رفع الیدین کی روایت سترہ صحابہ سے ہے"۔

یہ حکیم صاحب ۴۰۰ احادیث بتلاتے ہیں۔ تو یہ امام بخاری رحمہ اللہ سے بھی علم میں زیادہ ہے کہ وہ صحابہ میں سے صرف ۱۷ کے نام گنوا چکے ہیں۔ اگر شاہ انور سے اپنی تحقیق کے خواہاں ہیں تو یہ رویہ درست نہیں۔ اس مسئلہ میں نواب صاحب کے نوابانہ جواب سے ہم خوش نہیں جو انہوں نے اپنی کتاب افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ کے صفحہ ۸۱ پر دیا ہے' عبداللہ ابن مسعود کے بارے میں لکھتے ہیں :

"مواضع نسیان او تا ہفت عدد رسانیدہ ازاں جملہ رفع یدین است از غیر تکبیر تحریمہ"۔

یہ بھول کی بات بھی ہم نواب صاحب کی نوابی بھول پر حمل کریں گے لیکن آیئے مولوی وحید الزمان صاحب ایک دوسرے صحابی رسول کے بارے میں کیا کہتے ہیں'

بخاری کی کتاب التفسیر کے اردو ترجمہ میں سورۃ احقاف کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

"افسوس کہ معاویہؓ کو اپنی آخر عمر میں حقانیت کا کچھ خیال نہ ہوا اور انہوں نے امام حسین اور عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور دوسرے اہل استحقاق کے زندہ رہنے پر بھی اپنے لائق بیٹے یزید کو خلافت دینا چاہی اور پھر طرہ یہ کیا کہ ایسی خودغرضی کہ ابوبکر اور عمر کے مقدس حضرات کا طریقہ قرار دیا"۔ (صفحہ ۲۳)

میں کہتا ہوں کہ معاویہؓ صحابی رسول فقیہ ہیں اس کے بارے اس بے باکانہ لہجہ کے بارے میں آپ کے الفاظ کہوں گا' یہ کتنی بے وقوفی کی بات ہے' معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کہاں سے وہ ناموس صحابہ اور کہاں صحابہ کا معیار حق ہونا؟ شرم شرم' حقیقۃ الالحاد صفحہ ۷۰۔ معاذ اللہ کہنے کے بارے ایک شعر پیش خدمت ہے ؎

بہت مشکل ہے بچنا بادۂ گلگوں سے خلوت میں
بہت آسان ہے یاروں میں معاذ اللہ کہہ دینا

(۸) آمدم بر سر مطلب غالباً شاہ انورؒ پر لے دے اس لئے ہے کہ نیل الفرقدین کے مقدمہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں وسعت ہے اور یہ لکھتا ہے کہ توسع رفع یدین میں نہیں بلکہ اس کی کیفیت میں ہے اور پھر لکھا ہے کہ ابن عمرؓ جب کسی آدمی کو دیکھتے کہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین نہیں کرتا ہے تو اس کو کنکریوں سے مارتے تھے۔ شیخ القرآن صاحب اور احادیث رفع الیدین صفحہ ۲۴ تو اگر شاہ انور وغیرہ سے اس لئے ناراض ہے کہ انہوں نے تارک کے لئے سنگسار کرنے کا فتویٰ کیوں نہ دیا یا اس کی نماز کو ناقص کیوں نہ کہا اور اسی وجہ سے لکھتا ہے بریں عقل ودانش بہ باید گریست تو یہ مگرمچھ کے آنسو ہوں گے۔

(۹) اگر شاہ انورؒ سے برہمی اس لئے ہو کہ جب عدم نسخ اور تواتر کے وہ قائل ہے تو اس پر وہ عمل کیوں نہیں کرتے اور صفحہ ۱۰۳ کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ

احادیث رفع الیدین کے عدم منسوخیت اور متواتر ہونے کا اقرار کرتے ہیں تو پھر بھی تقلید کی بناء پر عمل نہیں کرتے ہیں اگر نص چھوڑنا اور شرک یہی ہو تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ایک متواتر عمل ترک رفع پر جب وہ عامل ہے اور رفع کے بارے میں اعتقاد حقانیت کا رکھتا ہے اسے برا نہیں کہتے تو یہ کیسے شرکیہ تقلید ہے؟ اس کا شرک ہونا قرآن وحدیث سے واضح کیجئے۔

نورستانی کا کہنا کہ پھر بھی تقلید کی بناء پر عمل نہیں کرتے یہ رجماً بالغیب ہے کیونکہ

(۱۰) فتاویٰ ثنائیہ کے صفحہ ۵۹۷ میں ہے :

"مولوی عبدالحق صاحب ملتانی' مولانا انور شاہ صاحب" مرحوم کے شاگرد ہیں ان کی روایت ہے کہ میں نے شاہ صاحب کو رفع یدین کرتے دیکھا اس طرح شاہ صاحب کے اور شاگردوں سے بھی سننے میں آیا ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ رفع الیدین کو کبھی عمر میں کرلینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ اس سنت کے متعلق سوال ہو"۔

(۳) شیخ الہند مولانا محمود حسن پر الزامات

عبدالعزیز صاحب نے اسے شرک کی طرف منسوب کیا ہے' رسول اللہ کے

فرمان کو پس پشت ڈالنے والا بتلایا ہے۔ یہودیانہ رویہ اپنانے والا ظاہر کیا ہے تقلید اور صرف تقلید کی وجہ سے اسے "فما اصبر هم علی النار" کا مصداق بتلایا ہے۔ قرآن کریم میں زیادتی کرنے والا اور نص کا مقابلہ کرنے والا اسے لکھا ہے۔

(دیکھئے صفحہ ۱۰۳)

حقیقت

فتاویٰ ثنائیہ کے صفحہ ۱۴۶ میں ہے :

"یہاں چونکہ مولانا محمود الحسن صاحب" کا ذکر آگیا ہے اسلئے میں ممدوح کی شخصیت کے متعلق چند فقرے عرض کروں تو بے جانہ ہوگا، موصوف بڑے پایہ کے عالم تھے، ہر فن کی تعلیم دیتے تھے مگر حدیث کے ساتھ آپ کو خاص انس تھا۔ میرا چشم دید واقعہ بلکہ روزانہ کے واقعات ہیں کہ آپ جس چوکی پر حدیث کی کتاب رکھ کر پڑھاتے تھے منطق اور فلسفہ کی کتابیں اس پر نہیں رکھتے تھے بلکہ نیچے رکھتے تھے"۔

جب حدیث کا اتنا احترام تھا تو پس پشت حدیث ڈالنا اس کی شان سے مستبعد ہے۔ کیونکہ دونوں طرف احادیث میں سے ایک حدیث کے لینے کو پس پشت ڈالنا نہیں کہتے۔

نیز اس فتاویٰ ثنائیہ کے صفحہ ۲۴ میں ہے :

پنجاب میں مولانا حافظ عبد المنان صاحب مرحوم (اہل حدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے۔ دیوبند میں مولانا محمود الحسن صاحب اور کان پور میں مولانا احمد حسن صاحب (رحمہ اللہ علیہم اجمعین) استاد العلوم والحدیث میرے شیخ الحدیث ہے"۔

نیز معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ثناؤ اللہ مرحوم کے ہدایہ کے استاد بھی موصوف ہے اسی فتاویٰ صفحہ ۱۰۲ میں ہے مدرسہ دیوبند میں ہدایہ کی کتاب الشہادہ کا سبق ہو رہا تھا جس میں یہ ذکر آیا :

"لاتقبل شهادة من يظهر سب السلف لظهور فسقه"۔

یعنی جو شخص سلف صالحین کو گالیاں دے اس کی شہادت مقبول نہیں کیونکہ اس کا فسق خود اس سے ظاہر ہے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ سے میں نے سوال کیا کہ جو لوگ مولانا اسمٰعیل کو برا کہتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ان کی شہادت مقبول نہیں۔

نورستانی کی نظر میں شیخ القرآن آف پنج پیر" اور پنج پیری

عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے :

"موحدین کا یہ شہرت یافتہ گروہ اپنی شہرت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے برسرِبازار نصوص صریحہ اور احادیث متواترہ کا انکار کرکے منکرین حدیث کے لئے راستہ ہموار کر رہا ہے"۔

(رسالہ شیخ القرآن اور احادیث رفع الیدین صفحہ ۳)

حقیقت

اس عبارت میں صراحتاً یہ ہے کہ پنج پیری برسرِبازار نصوص صریحہ اور احادیث متواترہ کا انکار کرتے ہیں۔ اور اپنی کتاب شمشیر کے صفحہ ۷۷ پر لکھا ہے کہ حدیث متواتر سے یا اس کے موجب سے انکار کفر ہے۔ تو حدیث متواتر سے انکار کفر ہے لہٰذا احادیث متواترہ کا انکار کفر ہی کفر ہوگا۔ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے نتیجہ یہی نکلا کہ موحدین کا شہرت یافتہ گروہ کافر ہیں۔ اور شمشیر کے ص ۷۶ پر پنج پیریوں کو اہل

بدعت کہا ہے' تو جب پنج پیری نورستانی کے ہاں کافر اور بدعتی ہیں۔ تو صلح کرنا ان سے چہ معنی وارد۔؟

ابو عمر نورستانی کا فتویٰ تو یہ ہے کہ موحدین' منکرین حدیث کے لئے راستہ ہموار کررہے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ ہمواری کا کام کس نے کیا؟ جسے آغا خان منکر حدیث پرویزی نے "قرآن سے جدائی" نامی کتاب لکھا ہے اس میں ہے۔

(۱) امت کی قرآن سے بے تعلقی کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ سبائیوں' مجوسیوں' زندیقوں' منافقوں وغیرہ عجمیوں نے اسلام کے خلاف متحدہ محاذ بنا کر محض انتقامی جذبہ کے ماتحت لاکھوں روایات منسوب الی الرسول وضع کرکے اسلامی معاشرے میں غیر محسوس طور پر پھیلادیں' پرویزی کی مذکورہ کتاب صفحہ ۳۸ (یار لوگ فقہ کے عنوان سے یہی اعتراض کرتے ہیں)

(۲) پرویزی لکھتا ہے :

"موجودہ اخبار روایات کے مجموعے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تیسری اور چھوتھی صدی ہجری میں لوگوں کی زبانی روایات کی مدد سے مرتب ہوئے تھے جن کے ذرائع خبر رسانی میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے"۔ (صفحہ ۴۴)

(۳) شہاب زہری کی سند خود مشکوک ہے کیونکہ وہ بنوامیہ کے نمک خوار تھے اور ان کی روایات وہی ہیں جو یا تو خلفائے بنوامیہ کی خود بیان کردہ ہیں یا خلفائے بنوامیہ کے حاشیہ نشینوں کی بیان کردہ ہیں امام مالکؒ نے سلسلہ اسناد کی بھی تحقیقات نہ کی (سفید جھوٹ امداد) اور نہ ہی وہ کرسکتے تھے مگر ان میں بعض فقہی مسائل' ان کی تاویل اور تشریح ایسی تھی جنکو خلیفہ منصور عباس ضرور چاہتا تھا موطا امام مالک کی اشاعت حکومت کی سرپرستی میں ہوئی صفحہ ۵۶ (الزامات درالزامات یہی طریقہ واردات یار لوگوں کا بھی ہے کہ فقہ حنفی قاضی ابویوسف اور حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے تشہیر پاچکی ہے) اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ میں یہی رسوائے زمانہ مؤلف لکھتا ہے۔ کہ (امام

ابو حنیفہ) کی ساری زندگی میں صرف سترہ (۱۷) حدیثیں صحت کے معیار پر پوری اتر سکیں۔

مذکورہ چند نمونے پرویزی مولف کے خبث باطن کے اظہار کے لئے کافی ہیں۔ اندازہ لگایئے کہ کون کس کے لئے راستہ ہموار کر رہا ہے' اندازواردات کی پالیسی سمجھ لینے کی بھی کوشش کریں ۔

ہواؤں کا رخ بتارہا ہے ضرور طوفان آرہا ہے
نگاہ رکھنا سفینہ والو اٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے؟

مسئلہ خیار اور شیخ الھندؒ

ابو عمر نے لکھا ہے :

"صرف تقلیدی جمود کی وجہ سے وہ نص کو چھوڑ کر ایسی تقلید پر جمے رہے جو حرام اور شرک ہے جیسے دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء میں سے حضرت شیخ الھند"۔

حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۰۱ اور ۱۰۲ میں ہے :

"تمام امت کا مسلہ اس بات پر اجماع ہے کہ نص کے مقابلہ میں تقلید حرام بلکہ شرک ہے کسی مسلمان کو کیسے لائق و سزاوار ہے کہ وہ یہ کہے کہ حق اور انصاف یہ ہے کہ احادیث و نصوص کے اعتبار سے مذہب تو صحیح ہے لیکن ہم پر ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے"۔

اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک اور صفحہ ۱۰۳ میں ہے :

"اگر یہی حالت ہو تقلید کی پھر لوگوں کو اپنے ایمان اور اسلام کی خیر منانی چاہئے"۔

پھر فما اصبر ھم علی النار چسپان کیا۔ اور یہودیانہ رویہ شیخ الہند کو اپنانے والا بتلایا۔

حقیقت

اہم نکات :

(۱) نص چھوڑ کر تقلید پر جم گئے۔
(۲) دو دفعہ لکھا کہ نص کا مقابلہ کیا۔
(۳) دو دفعہ شرک اور حرام تقلید کا فتویٰ اس پر داغا۔
(۴) اسے ایمان و اسلام کا خیر آباد کہنے والا معمہ بنایا۔

اب پتہ نہیں عبارت مبہم ہے کہ اس طرح کرنے والا کس قسم کے شرک کا مرتکب ہے؟ اب یہ تو اللہ کی شان ہے جس کی بھی مغفرت چاہے کرلے لا یسأل عما یفعل اسی کی شان ہے لیکن نورستانی صاحب نے لکھا ہے :

"اللہ ہمیں اور اس کو معاف فرمائے آمین"۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۰۳)

اب قرآن وحدیث و آثار کی روشنی میں شرک مذکور کی وضاحت کرتے ہوئے صاف جواب دیں کہ نص چھوڑ کر مقابلہ نص کرنے والے، شرک کرنے والے ایمان و اسلام کو خیر آباد کہنے والوں کے لئے مغفرت کی دعا درست ہے یا غلط؟ اور فتویٰ دیتے وقت صفحہ ۹۷ کی عبارت نہ بھولئے گا جو مفتیان اہل حدیث کا طریقہ ہے۔

آپ ان کی وفات کے بعد ان کی مغفرت کا سوال کرتے ہو۔ فما اصبر ھم علی النار سے پہلے والعذاب بالمغفرہ موجود ہے اور جب بقول تمہارے ان کرتوتوں اور خاص کر شرک پر اس کا العیاذ باللہ انتقال ہوا ہے تو شرک کرنے والے کی مغفرت کیسے؟

قرطبی میں ہے :

طلب الغفران للمشرک مما لا یجوز۔ (۸۔۱۷۳)

مولانا ثناء اللہ نے لکھا ہے :

"دوسری قسم کے مشرک وہ ہیں جو کسی قسم کا کوئی کام از قسم شرک کریں وہ اللہ کے نزدیک یقیناً مشرک ہیں چاہے کلمۂ توحید پڑھتے ہوں اب ارشاد خداوندی عام ہے۔ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ خدا مشرک کو کبھی نہیں بخشے گا"۔

(فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۲۴۴)

اور صفحہ ۲۷۴ پر سوال کا جواب یوں دیتے ہیں :

سوال : کسی کے ماں باپ تمام عمر شرک وبدعت میں مرے ہوں اور نہ اس بارے میں توبہ ہی کی ہو بظاہر تو یوں ہو باطن خدا جانے ایسے شخص کی اولاد ان ماں باپ کے واسطے دعا مانگ سکتی ہے یا نہیں؟ اور نماز میں درود و تشہد کے بعد دعا اللھم اغفرلی ولوالدی مانگ سکتا ہے یا نہیں؟ الخ

جواب : قرآن مجید میں ارشاد ہے : (ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربی) مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکوں کے حق میں دعاء بخشش مانگیں چاہے وہ قریبی ہو۔ پس جس ماں باپ کی بابت علم ہو کہ وہ مشرک تھے ان کے حق میں تو یہی حکم ہے الخ۔ انتہی۔

مرنے والے کے لئے مغفرت کی بات حدیث میں جو ہے وہ تب کہ شرک پر نہ مرا ہو اس وجہ سے "اللھم اغفر لقومی حدیث میں جو دعائے رسول ہے۔ تو رسول اللہ زندہ مشرکین کے لئے ہدایت کا سوال کرتے تھے "اغفر بمعنی اھد ہے کیونکہ شرک چھوڑ کر ایمان وہدایت اختیار کرنا مغفرت کا سبب ہے۔ بہر حال یا شیخ الهند پر آپ کا فتویٰ شرک غلط ہے؟ یا ان کے لئے آپ کی دعائے مغفرت ۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

② شیخ الہندؒ کی عبارت میں ۲ دفعہ ترجیح کا لفظ آیا ہے۔ ترجیح کے متعلق اصول فقہ کی کتابوں میں ہے :

الترجیح انما یقع بین الدلیلین الظنیین لتفاوت الظنین

(مولوی ۲۔۸۶)

ڈاکٹر شمس الدین مؤسس جامعہ اثریہ نے لکھا ہے :

الترجیح یکون بین قولین صحیحین لا بین الحق والباطل الطالح۔ (ماتریدیہ ۱۔۹۲)

شیخ الہند نے لکھا ہے :

"اس مسئلے میں ترجیح قول شافعی کو ہے"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۰۲)

اور راجح و مرجوح کا اختلاف اولیٰ غیر اولیٰ کا ہے نہ اسلام و کفر کا اور شاہ ولی اللہ نے احادیث و نصوص کی وجہ سے ترجیح دی ہے۔ اس میں نہ نص کا مقابلہ ہے اور نہ ترجیح کی وجہ سے اگرچہ مذہب امام کی وجہ سے ترجیح ہو، شرک کا الزام درست ہے۔ شاہ ولی اللہؒ ہی نے لکھا ہے :

ان اکثر صور الاختلاف بین الفقهاء لاسیمالی المسائل التی ظهر فیها اقوال الصحابۃ فی الجانبین کتکبیرات التشریق ......الی ان قال انما هو فی ترجیح احدا لقولین وکان السلف لایختلفون فی اصل المشروعۃ وانما کان خلافهم فی اولی الامرین۔ (حجۃ اللہ ۱۔۱۵۸)

جب اصل مشروعیت دونوں طرف ہے اختلاف جواز عدم جواز کا نہیں اولیٰ خلاف اولیٰ کا ہے تو اگر راجح کا صاف اقرار کرتے ہوئے مرجوح پر عمل کرتا ہے تو شرک کا فتویٰ داغنا سلف صالحین کا طریقہ نہیں۔

③ اس مسئلہ کی وضاحت کے سلسلہ میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں :

وقد قال بعض اهل العلم من قول النبی صلی الله علیه وسلم مالم یتفرقا یعنی الفرقة بالکلام والقول الاول اصح۔

امام ترمذی کے ہاں یہ صحیح و اصح کا اختلاف تو ہے لیکن نصوص کا مقابلہ اور شرک قطعاً نہیں۔ اصح مانتے ہوئے "صحیح" پر عمل کرنا شرک اور نص کا مقابلہ نہیں۔

④ حافظ ابن حجرؒ بھی اس کی تعبیر "اولیٰ" سے کرتا ہے اولیٰ اور راجح مانتے ہوئے امام صاحب کی تقلید کی وجہ سے بھی راجح نہ لینا شرک نہیں واضح رہے مسئلہ دلائل کے اعتبار سے کونسا قوی ہے اس سے دلچسپی نہیں۔ شیخ الہند سے شرک کے الزام کو دور کرنا مد نظر ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کے الفاظ یہ ہیں :

ومن قاعدتهم ان الراوی اعلم ماروی وابن عمر هو راوی الخبر وکان یفارق اذا باع ببدنه فاتباعه اولی من غیره (فتح الباری ۴-۲۶۲)

اور یہ بھی لکھا ہے :

وخالف فی ذلک ابراهیم النخعی فروی ابن ابی شیبة باسناد صحیح عنه قال البیع جائز وان لم یتفرقا۔

(صفحہ ۲۶۲)

⑤ شیخ الہند نے اپنی تقریر میں "اولیٰ بالتحقیق" کے الفاظ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ

امام ابو حنیفہؒ بھی صرف تبرع واحسان کی حد تک خیار مجلس تسلیم کرتا ہے اگرچہ الزام و وجوب کی بنیاد پر نہ سہی اور اس کے بعض قرائن بھی بیان کئے ہیں اگرچہ بعض توجیہات کو حافظ صاحب نے "فتح الباری" میں احتمال بعید بھی کہا ہے لیکن احتمال بعید بھی اگر کوئی لے تو شرک کے زمرہ میں نہیں آتا۔

(۶) اسی تقریر میں ہے کہ یہ ترجیح جو دی ہے اس کے لئے بھی حدیث میں صراحت نہیں۔ جبکہ اس کے ہاں حدیث اور نص میں صراحت نہیں تو نصوص چھوڑنا چہ معنی دارد؟ لکھتے ہیں :

المرجح القیاس فنحن لانرتکب خلاف الحدیث بل نخالف القیاس الشافعی"۔

اگر یہ صورت لیا جائے تو اس جہت سے ہمارے مذہب کی مرجوحیت اور مذہب شافعی کی راجحیت بھی نہ رہی بلکہ معاملہ برعکس ہے۔

(۷) مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے :

ولاشک فی ان ظاهر الاحادیث هو ثبوت خیار المجلس لکن لایصح الحکم بکون المذهب الحنفی مخالفا للاحادیث یقینا الخ۔ (امداد الفتاویٰ ۳۔۶۲)

(۸) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا ہے :

"ایسا مسئلہ کہ جملہ نصوص کے مخالف ہو اور کسی نص کی عبارت یا دلالت یا اشارت سے ثابت نہ ہو اور کلیات دین کے خلاف ہو وہ باطل ہوتا ہے نہ یہ کہ کسی ایک دو حدیث کے مخالف جہلاء کو معلوم ہوتا ہے اور فی الواقع دوسری نص کے موافق اور مستنبط کلیہ دین سے ہو وہ واجب الترک ہو معاذاللہ نہیں بلکہ عین نص کے حکم میں ہوتا ہے"۔ (سبیل الرشاد صفحہ ۳۹)

مسئلہ خیار کی اس ضروری وضاحت سے مقصود یہ ہے کہ اس عبارت کی وجہ سے شیخ الہند شرک کے راستہ پر گامزن نہیں العیاذ باللہ۔

اللهم انی اسألک حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنی الی حبک۔ امین

کیا شیخ الہند کا رویہ یہودیانہ ہے؟

نورستانی صاحب لکھتا ہے :

"قرآن کریم میں صرف اور صرف تقلید کا وجوب ثابت کرنے کے لئے زیادتی کی ہے چنانچہ آپ کی مایہ ناز کتاب ایضاح الادلہ صفحہ ۱۰۳ میں ہے۔

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ ورسولہ والی اولی الامر منکم

اور اس کے ترجمہ کے بعد یوں تفریع کرتے ہیں :

"اگر لوگ اپنے رسالوں میں ایسا یہودیانہ رویہ کرتے رہے الخ۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۰۳)

حقیقت

قرآن کریم میں تین ۳ مقامات پر رد کرنے کا مختلف آیتوں میں حکم ہے :

① رد الی اللہ

② رد الی الرسول (سورہ النساء آیت نمبر ۵۹)

③ رد الی اولی الامر (نساء آیت نمبر ۸۳)

نفس مضمون قرآن میں ہے ہاں نظم قرآن اور ترجمہ کے لحاظ سے یقیناً سہو کا شکار ہو چکے ہیں لیکن موحدین اور صحیح العقیدہ مصنفین کی کتابوں میں الفاظ قرآنیہ میں کمی بیشی یا تبدیلی حروف سہو پر محمول کرنا چاہئے الانسان مرکب من الخطأ والنسیان علامہ سیوطی نے کیا ہی اچھا لکھا ہے لکل جواد کبوہ ولکل عالم هفوه اتقان جلد ۲ صفحہ ۳ کہ ہر گھوڑے کو بھی کبھی ٹھوکر لگتی ہے اور ہر عالم سے کبھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔

ہاں بریلیوں اور مشرکین ومتبدعین وملحدین کی عمریں تحریف کے لئے وقف ہیں ان کی کتابوں میں الفاظ قرآنیہ کا ہیر پھیر قرائن خارجیہ کے اعتبار سے ان کے خبث باطن اور تحریف کی علامت بن سکتی ہے۔

شیخ الہند کی ایک تاویل ملاحظہ ہو۔ تلخیص میں ہے :

"ومنه التعبير بلفظ الماضي نحو ويوم ينفخ في الصور فصعق من في السموات"۔

اب اس جگہ قرآن کریم میں صعق کی جگہ "فزع" ہے۔ لیکن شیخ الہند مختصر المعانی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ هكذا في النسخ والصواب ففزع اور عذریوں پیش کرتے ہیں۔

وقد يقال مراده مجرد التمثيل لاعلى انه من القران وللناظم يقل نحو قوله تعالى۔ (حاشیہ مختصر المعانی صفحہ ۱۲۸)

نظائر کہ سہویا کاتب کی کتابت کی وجہ سے آیات تبدیل ہوتی ہیں

① پیغمبر کی نماز : نورستانی صاحب کی تالیف ہے اس میں سہواً ونسیاناً کتابت کی غلطیاں غیر ارادی طور پر آئی ہیں مثلاً۔

ويجعل من يشاء عقيما ان الله عليم قدير (صفحہ ۸)

اور صحیح انہ علیم قدیر ہے۔

② اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر سورۃ النمل کی آیت یوں لکھتے ہیں :

"ان ربک لایعلم ماتکن لی صدورھم

لیکن یہ کتابت کی غلطی تحریف نہیں کیونکہ ابو عمر کے ہاں اللہ ہی عالم الغیب ہے۔

③ "مقاما محمودا" نامی کتاب میں علامہ محمود الحسن والد ماجد مولانا حبیب الرحمٰن رستمی ایک آیت یوں لکھتے ہیں :

ماکان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم

یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا

ربانین بماکنتم تدرسون (صفحہ ۳۱)

اور ترجمہ صرف اسی ادھوری آیت کا ان کے پسر محترم رحمہ اللہ نے کیا ہے اس کتاب کی تصحیح و تعلیق ابو عمر عبدالعزیز نے کی ہے کہ عرب کے علماء کی طرح لکھا ہے :

صححہ وراجع اصولہ وعلق علیہ ابوعمر عبدالعزیز۔

نورستانی صاحب نے حاشیہ میں آیت کا نمبر ضرور دیا ہے لیکن صحت کے فرائض میں کوتاہی کی ہے۔

④ ارشاد ہے :

اللہ نزل الحدیث۔ (فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۲۳۹)

قرآن میں ہے :

اللہ نزل احسن الحدیث۔

⑤ ڈاکٹر شمس الدین سلفی لکھتا ہے۔

وما اشبہ حال ھئولاء المتکلمین بقولہ سبحانہ وتعالی

الم ترالی الذین یزعمون انھم اٰمنوا الی ویرید الشیطن

ان یضلھم ضلالا مبینا (ماتریدیہ ا۔۴۸۰)

لیکن قرآن میں ہے ضلالا بعیدا۔ اور ڈاکٹر موصوف نے بھی شیخ الہند کے متعلق لکھا ہے :

"والتی حرف فیھا کلام الرحمن"۔ (ا۔۱۱۱)

(۶) مشکوۃ میں باب اعلان النکاح والخطبہ میں آیت یوں درج ہے :

یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام۔

حالانکہ قرآن میں آیت اس طرح نہیں۔

جبکہ شیخ الہند نے ۲ آیات کو ملایا ہے کیونکہ ایک ہی سورت میں وطالی اللہ' وطالی الرسول اور وطالی اولی الامر کا حکم ہے تو نظم قرآن میں وہ سہو کا شکار ہو چکے۔ نفس مسئلہ تو قرآن میں موجود ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے بزرگ کی طرح شیخ الہند کے متعلق بھی یہ لکھتے :

"کہ اگر قصداً وعمداً نہ ہو تو پھر یہ حکم نہیں لگاتے کیونکہ سہو خطا اللہ معاف کرتا ہے تو ہم کس طرح لگائیں۔

(دیکھئے شمشیر شاہنشاہ صفحہ ۱۲۷)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

باب دوم

اصول فقہ اور علم منطق کے حوالوں کی حقیقت

(۱) تلویح کے حوالہ کی حقیقت

ولم یکن علم المقلد حاصلا من الادلۃ یعنی مقلد کی دلیل قرآن وحدیث اجماع اور قیاس سے حاصل نہیں ہوتی۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۶)

حقیقت

امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ عام فقہاء فقہ کی یہ تعریف کرتے ہیں :

العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتہا التفصیلیۃ

شریعت کے فروعی احکام جاننا جو تفصیلی دلائل سے حاصل ہو فقہ ہے اور صاحب توضیح نے "من ادلتہا" کے جار مجرور کا متعلق "الحاصل" نکالا ہے العلم الحاصل من ادلتہا اور صاحب تلویح نے لکھا ہے کہ "احکام" کے ساتھ متعلق کرنا وہم ہے اور اس کی خرابی بتلانے کے لئے یہ عبارت لے آئے وان لم یکن علم المقلد حاصلا من الادلۃ تو صاحب توضیح و تلویح کی کوشش مجتہد اور مقلد کے علم کے درمیان مابہ الامتیاز بتلانا ہے نہ یہ کہ مقلد کے لئے ہر قسم کے علم کا انکار کرنا۔ تب ہی توضیح میں ہے۔

"من الادلة المخصوصة بها"۔

یعنی الادلۃ کا الف لام عہدی ہے اور تلویح میں صاف موجود ہے کہ مقلد کے پاس
بھی اجمالی طور پر علم ہے۔ لکنہ لم یحصل من النظر فی الدلیل' اور نظرفی
الدلیل کی حقیقت گزر چکی ہے بلکہ تلویح میں ہے۔ لعلم المقلدوان کان متسندا
الی قول المجتہد تو مقلد کے پاس بواسطہ مجتہد اجمالاً ایک گونہ علم ہے اگرچہ مجتہد کی
نسبت بہت کم سہی۔ بہرحال صاحب تلویح مقلد کے علم کا اقراری ہے لیکن بتلانا
یہ چاہتا ہے کہ کم وکیف کے لحاظ سے یہ وہ علم نہیں جو مجتہد کے ساتھ خاص ہے اور جو من
النظرفی الدلیل کے قبیلہ سے ہے اور صاحب توضیح کی "من ادلتها المخصوصة"
اس پر قرینہ ہے اب مولوی عبدالعزیز کی منقولہ عبارت کا مطلب یہ نکلا کہ مقلد کے
پاس علم ہے لیکن اجمالاً وہ ادلہ میں نظر کر سکتا ہے اور اس مقلد کے پاس ادلہ مخصوصہ
جو مجتہد کے سامنے ہے اس درجے کا علم نہیں اور یقیناً اپنے مجتہد کی نسبت' مقلد نہایت
ہی کم علم ہے کیونکہ اجتہاد تک تو بعض بڑے بڑے علماء کی بھی رسائی نہیں ہوئی ہے۔
علم یا کسی چیز کا کم زیادہ ہونا امور نسبیہ میں سے ہے اس لئے توضیح کے حاشیہ میں صاف
موجود ہے ان علم المقلد ایضا منسوب الی الدلیل وان کان بواسطة
المجتہد۔

(۲) قول المجتہد دلیلالہ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۶)

حقیقت

مجتہد تب مجتہد ہے کہ شرائط اجتہاد اس میں موجود ہو اور نفس الامر میں اس
کے پاس دلیل تفصیلی کی معرفت نظرفی الدلیل سے حاصل ہو۔ تو یہ ضروری نہیں کہ
مجتہد کے پاس ہر سوال کا جواب ہو لیکن جب استنباط کیا ہو تو دلیل ضرور سامنے ہوگی'
ہاں اگر مجتہد کا قول بلا دلیل ہو تو اسے مت مانیں لیکن جب مجتہد کے پاس اپنے قول پر
دلیل ہے اور مقلد' مجتہد کا قول لیتا ہے تو مقلد کا قول بھی بالدلیل ہے۔

نورستانی نے صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے :

"بے شک ہمیں مفتی صاحب یا تھانوی صاحب کے تقلیدی علم سے کچھ انکار نہیں ایسا علم جس کو انہی کی تعریف کی وجہ سے علم نہیں کہا جا سکتا"۔

تو مندرجہ بالا وضاحت سے اس کی حقیقت واضح ہوگئی کہ استدلال اجمالا اور تقلید نیز تحقیق اور تقلید ما نحن فیہ میں منافات تو نہیں۔ بے بنیاد امر یہ ہے کہ کسی مقلد کا قول حجۃ موجبۃ للعمل بنالو اور دلیل ندارد۔ ہاں مقلد کے نفس استدلال کی "حجت" کے ساتھ متصف ہونا لازم نہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ اگر ترجیح اس کے ذہن میں مخالف مذہب کی استدلال کے ساتھ آئے تو ترجیح کی وجہ سے اس پر یہ لازم اور ضروری نہیں کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دے (جیسا کہ تقریر ترمذی کی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات تفصیلاً گزر چکی ہے) کیونکہ اس مقلد کا استدلال حجت نہیں اگر حجت ہوتا تو پھر اس کے لئے مذہب کا چھوڑنا اس مسئلہ میں واجب تھا۔ اس لئے تو شیخ الہندؒ نے لکھا ہے :

الترجیح للشافعی فی ھذہ المسئلۃ ونحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفۃ

نورستانی صاحب نے بٹالوی صاحب کی صفائی کرتے ہوئے "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون" سے صفحہ ۹۲ پر استدلال کیا ہے۔

وضاحت

اس آیت کی دلالت تو یہ ہے کہ تقلید علم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لاعلموں کو جہل اور لاعلمی کے خاتمہ کے لئے سوال کرنے کا حکم دیا ہے تو اگر سوال پوچھنے کے بعد بھی جہل ہے اور علم نہ آئے تو سوال کا کیا فائدہ؟ آپ نے تو لکھا ہے انما شفاء العی السوال سوائے اس کے نہیں کہ نادانی کی بیماری کی شفاء پوچھنا ہے لہٰذا قرآن وحدیث

سے معلوم ہوا کہ تقلید غیر علم کا نام نہیں بلکہ جیسے استدلال سے علم حاصل ہوتا ہے، تقلید سے بھی حاصل ہوتا ہے ہاں علم دون علم ہر کسی کو تسلیم ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ بھی لکھا ہے وفوق کل ذی علم علیم تو علم کلی مشکک ہے جو مجتہد کے لئے اولیت، اولویت اور اشدیت کے ساتھ اور مقلد کے لئے اضعفیت وغیرہ کے ساتھ ثابت ہے بہ نسبت مجتہد۔

(۳) نورستانی صاحب لکھتا ہے :

"نیز آگے جاکر صاحب تلویح ۱۳۵ مصری میں فرماتے ہیں۔

"لیس دلیل المقلد منها"۔ نیز صفحہ ۱۳۶ میں فرماتے ہیں

اما المقلد فالدلیل عنده قول المجتهد فالمقلد یقول هذا

الحکم واقع عندی الخ (صفحہ ٦)

وضاحت

تنقیح میں اصول الفقہ کی یہ تعریف ہے "العلم بالقواعدالتی یتوصل بها الیہ علی وجه التحقیق اس تعریف میں (یتوصل بها الیہ) کے متعلق صاحب توضیح اپنا ایک فیصلہ بتلاتے ہیں کہ :

(یتوصل بها الیہ) مجتہد کے ساتھ خاص ہے یا مجتہد اور مقلد دونوں کو شامل ہے تو فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ اسے مجتہد کے ساتھ خاص کرو کیونکہ اس کیفیت کے ساتھ دلائل سمجھنا "کہ ان لایکون الدلیل منسوخاً ولا یکون له معارض مساوی او راجح ویکون القیاس قدادی الیہ رای مجتهد" اس طرح دلیل کی معرفت یہ مجتہد کا وظیفہ ہے"۔ (توضیح صفحہ ۵۴)

ایک متوصل الی الفقہ ہے اور ایک ہے متوصل الی مسائل الفقہ۔ اولا مجتہد کا

خاصہ ہے اور دوسرا مقلد کا وظیفہ ہے رہی یہ بات کہ متوصل الی الفقہ صرف مجتہد کے ساتھ کیوں خاص ہے؟ تو یہ اس لئے کہ فقہ ادلہ شرعیہ مخصوصہ کی معرفت کذائیہ کا نام ہے متقدمین کی اصطلاح میں اور مقلد کے پاس اگرچہ دلیل ہے لیکن یہ "الدلیل" اور معرفۃ الدلیل نہیں جیسے صاحب توضیح یوں بیان کرتے ہیں :

"ان لایکون الدلیل منسوخا الخ"۔

اور یہی مطلب اس عبارت کا ہے :

"التی لیس دلیل المقلد منھا ای من الادلۃ المخصوصۃ بالھیئۃ الکذائیۃ"۔

تو اس عبارت میں ادلہ مخصوصہ کی نفی ہے یعنی خاص دلیل کی جو معرفت دلیل بالھیئۃ الکذائیۃ ہے۔ اس کی نفی مقلد سے کی گئی ہے' عام دلیل کی نفی اس عبارت میں نہیں' کیونکہ مقلد پر عالم کا اطلاق ہو سکتا ہے اور اجمالاً اس کے پاس بھی علم ہوتا ہے اور سلم میں ہے :

ان انتفاء العام ملزوم انتفاء الخاص ولا عکس تحقیقا لمعنی العموم۔ (سلم ا۔۵۸)

پتہ چلا کہ خاص کی انتفاء عام کی انتفاء کے لئے لازم نہیں تو ادلۃ مخصوصۃ بھیئۃ کذائیۃ خاص ہے۔ اس کی انتفاء سے عام دلیل کی نفی نہیں آتی۔ یعنی نفس دلائل اجمالاً مقلد کے پاس بھی ہیں تو یہ مطلب کشید کرنا غلط ہے کہ نفس ادلہ' قرآن وحدیث یا اجماع کی طرف اگر مقلد نے رجوع کیا تو وہ مقلد نہیں رہا' یا مقلد قرآن وحدیث کی طرف رجوع بھی نہیں کر سکتا۔

اگر ظاہر پر عمل کرنے کی بجائے دوسری صورت لینا چاہتے ہو کہ مجتہد اور مقلد دونوں کو (یتوصل بھا الیہ) شامل رہے تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ مجتہد تو ادلہ اربعہ کی کنہ اور معرفت دلیل کی رسائی حاصل کرے گا اور ہرچہ مقلد کے شمول کی

صورت ہے تو مقلد کے لئے دلیل اسی مجتہد کا قول ہے کہ اجمالاً یوں کہنا بھی مقلد کے لئے کافی ہے کہ یہ حکم میرے نزدیک اس لئے واقع ہے کہ اس کو ابو حنیفہ کی رای پہنچ چکی ہے۔

اگر چہ مقلد اجمالاً اپنے امام کے مذہب کو راجح سمجھتا ہے اور مجتہد کی تابعداری کرتا ہے مگر تفصیلاً راجح ہونے کا دعویٰ مقلد نہیں کرتا، تفصیلی رجحان سے مراد اثبات الترجیح بالدلیل ہے، یعنی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں ہر قول کے رجحان کو دلیل سے ثابت کر سکتا ہوں کیونکہ راجح و مرجوح وغیرہ مین موازنہ کر کے مرجوح کا ترک کرنا یہ بھی مجتہد کا وظیفہ ہے گو مجتہد مقید ہو۔

بہرحال ان دو احتمالوں میں ظاہر اور اقرب احتمال پہلا ہے کہ "یتوصل بہا الیہ" مجتہد کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرا احتمال غیر ظاہر اور بعید احتمال ہے کہ "یتوصل بہا الیہ" مجتہد و مقلد دونوں کو شامل ہو یہ آخری صرف احتمال کے درجہ میں ہے اور جب مقلد کو بھی "یتوصل بہا الیہ" شامل کرلو تو اس کی وجہ یہ بتلائی ہے اما المقلد فالدلیل عندہ قول المجتہد فالمقلد یقول الخ یعنی آخری صورت کی صاحب التوضیح کی توجیہ صاحب التلویح کو پسند نہیں اس لئے تلویح میں ہے :

الظاہر انہ بعید لم یذھب الیہ احد۔

نورستانی صاحب نے ایک عبارت سے استنباط کر کے لکھا ہے کہ :

"مقلد کا کام اندھا دھند کسی کی پیروی کرنا ہے"۔

لیکن مجتہد وقت سے پوچھتا ہوں کہ آپ کی تحقیق بھی نرالی تو ہے، آپ تو اندھا معلوم ہوتے ہو اور وہ بھی دھند میں نہیں، ٹھیک دوپہر کے بارہ بجے کیونکہ لیس دلیل المقلد منہا اور اما المقلد فالدلیل عندہ الخ یہ دونوں عبارتیں تلویح کی نہیں بلکہ توضیح کی ہے۔ سطر سے اوپر توضیح اور نیچے سطر کے تلویح ہے۔ آپ اگر مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ سے افتاء کا قلم دان اس لئے چھینتے ہو کہ اس نے سبیل الرشاد کی جگہ سبیل

السداد لکھا ہے۔ (دیکھئے صفحہ ۹۱) اور کتابت کی غلطی اور عدم عصمت اور ناقل کی غلطی کو نہیں دیکھتے تو ہم بھی آپ کے کاغذی اجتہاد کے باوجود آپ کو مقلدین کے اس زمرہ میں شامل کرتے ہیں جو "لایمیزون الشمال عن الیمین" کے مصداق ہے (دیکھئے صفحہ ۳۹) آپ کی کتاب کا فیا للعجب ولضیعۃ الاجتهاد کیا اجتہاد اس کا نام ہے کہ تحقیق کی آڑ لے کر تحقیق کی گردن پر چھری پھیرے کیونکہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔

(۴) نورستانی صاحب لکھتا ہے:

"توضیح صفحہ ۴۹۶، امام مالک کی طرف منسوب ایک قول کے بارے میں وھذا القول باطل مستقبح عظیم کیا ایسے الفاظ استعمال کرنا گستاخی نہیں۔ (المعلوم علی المجہول صفحہ ۱۴)

حقیقت

اصول السرخسی ۱-۳۳۹ میں امام دار الہجرہ کی طرف یہ قول منسوب ہے اور یہ نور الانوار اور بعض دیگر کتابوں میں بھی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ قیاس، صحیح حدیث پر مقدم کرتے تھے توضیح کے اسی حاشیہ میں ہے کہ امام مالکؒ کا یہ مسلک مشہور نہیں بلکہ صاحب القواطع نے اسے باطل اور قبیح کہا ہے اور نورستانی صاحب کی نقل کردہ عبارت کے ساتھ متصلاً یہ ہے کہ اس جیسے قول سے میں امام مالکؒ کے دامن کو پاک وصاف اور بے داغ سمجھتا ہوں اور امام مالک سے اس کا ثبوت بھی نہیں، اور نور الانوار کے حاشیہ میں بھی ہے:

لایعلم خلاف مالک من اصول ابن الحاجب۔

(نور الانوار صفحہ ۱۸۲)

جب امام مالک سے یہ قول سرے سے ثابت نہیں تو گستاخی چہ معنی دارد، یہ تو ان کی منقبت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ مطلقاً حدیث کو، قیاس پر مقدم کرتے تھے۔

نیز صاحب تلویح کا ایک قاعدہ اس طرح کی عبارات کے بارے میں یہ ہے :

وما نقل من طعن السلف بعضهم علی بعض فی
مسائلهم الاجتهادیہ کان مبنیًّا علی ان طریق
الصواب بیّن فی زعمهم الطاعن۔

(تلویح صفحہ ۶۰۷ قبیل باب فی الحکم)

⑤ نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

"اگر قرآن وحدیث دونوں مذہب حنفی کے خلاف ہوتے ہیں تو
کہتے ہیں کل آیۃ تخالف ماعلیہ اصحابنا فهی مؤولۃ
اومنسوخۃ وکل حدیث کذالک فهو موول اومنسوخ۔
یہ ہے تقلیدی دین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فان تنازعتم
فی شیئی فردوہ الی اللہ والرسول (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۴۵)

وضاحت اور حقیقت

یہ جماعت المسلمین کا بھی اعتراض ہے اور الحدیث حجۃ بنفسہ میں البانی
صاحب نے بھی صفحہ ۸۸ میں لکھا ہے :

واحکموہ بقول ابی الحسن الکرخی : کل آیۃ تخالف
ماعلیہ اصحابنا فهی موولۃ اومنسوخۃ وکل حدیث
کذلک فهو موول او منسوخ۔

اور جماعت المسلمین کی "ذہن پرستی" نامی کتابچہ کے صفحہ ۶ پر بھی ہے :

"سب سے پہلے اصول الکرخی ہی سے عبارت نقل کرتا ہوں،
صفحہ ۱۲ میں عبارت ہے الاصل : ان کل آیۃ تخالف قول
اصحابنا فانها تحمل علی النسخ اوعلی الترجیح

والاولی ان تحمل علی التاویل من جهة التوفیق۔ اس کے بعد اصل یہ ہے "ان کل خبر یجئ بخلاف قول اصحابنا فانه یحمل علی النسخ اوعلی انه معارض بمثله ثم صار الی دلیل اخر او ترجیح فیه بما یحتج به اصحابنا من وجوه الترجیح اویحمل علی التوفیق وانما یفعل ذالک علی حسب قیام الدلیل وان قامت الدلالة علی غیره صرنا الیه"۔

غلط فہمی یا خوش فہمی ان دونوں اصلوں میں یہ ہے کہ "قول اصحابنا" اور "ماعلیه اصحابنا" کو ہر ایک آیت اور حدیث کے مخالف بنایا کہ اصحب کے اقوال پر سرے سے ایک ہی آیت اور حدیث نہیں ہوگی اور احناف سینہ زوری اور کھینچا تانی کے ساتھ بے محل ایک آیت میں تاویل، نسخ اور ترجیح اور وہ بھی بلا دلیل کرتے ہیں اور یہی ان کا وطیرہ ہے العیاذ باللہ۔

حقیقت یہی ہے کہ احناف کے ساتھ بھی آیات واحادیث ہیں۔ لیکن ظاہراً دوسرے آیات اور دیگر احادیث کے کبھی کبھی ان کا یہ قول مخالف معلوم ہوتا ہے۔ تو اب نسخ، ترجیح اور توفیق وتطبیق کے ذریعہ تمام احادیث پر اور تمام آیات پر عمل کی صورت مجموعی لحاظ سے نکل آئے گی۔ کیونکہ نسخ کے لئے ناسخ کی ضرورت ہوتی ہے تو جب متاخرین اپنی اصطلاح کے مطابق نسخ کا قول کرے اور ناسخ نہ ہو تو سینہ زوری ہے یا مقدم موخر کی عدم علم کے باوجود نسخ کا قول کرلے تو کھینچا تانی ہے، ہاں جب ناسخ کوئی آیت وحدیث وغیرہ ہو تو منسوخ، بلا ناسخ نہیں ہو سکتا، اور ناسخ یہی آیت وخبر ہے، "معارض بمثله" معارضہ بالمثل ہے اور مناظرہ کی اصطلاح میں معارضہ کی تعریف ہے:

اقامة الدلیل علی خلاف ما اقام الدلیل علیه الخصم

(رشیدیہ صفحہ ۳۰)

اور اگر صورۃً دونوں دلیل متحد ہو اور مادہ میں نہ ہو تو یہی معارضہ بالمثل ہے تو اس معارضہ کے لئے بھی اس جیسی دلیل کی ضرورت ہوگی' اور ظاہراً آیت ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف لگتا ہے ورنہ نفس الامر میں تو ایک آیت کا واقعی تعارض ایک صحیح صریح حدیث کے ساتھ محال ہے اور بہ نسبت صحیح حدیث کے ہمارے اصحاب کے اقوال کا مقام تو بہت پیچھے ہے۔ اور ترجیح اثر مرتبہ اس امر کا ہے کہ دونوں جانب دلائل موجود ہیں جو ہر ایک کی مشروعیت کے لئے فی نفسہ کافی ہے لیکن ایک جانب قوی ہے جس کی وجہ سے اس کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہے اور راجحیت ایک امر اضافی ہے اس کے مقابل کچھ تو ہونا چاہئے' افضلیت' مفضولیت' راجحیت اور مرجوحیت تشکیک کے آثار میں سے ہیں تو تشکیک عوض اور اضافہ پر موقوف رہی۔ مثلاً المعلوم کے صفحہ ۸۲ میں رفع کو راجح اور عدم رفع کو مرجوح کہا ہے تو رفع الیدین' عدم رفع الیدین دونوں نفس مشروعیت واثبات کے لحاظ سے علی السویہ ہے البتہ مولوی صاحب کے ہاں رفع راجح ہے لیکن نفس دلائل جانبین سے ہوئے اگرچہ اس کے نزدیک رفع کے دلائل قوی سہی۔

"توفیق" کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے دلائل جانبین کے پاس ہیں لیکن تطبیق سے تمام ایات اور احادیث پر عمل کی ایک صورت نکل آئے گی' پتہ چلا کہ ترجیح' نسخ' تاویل و تطبیق میں سے ایک بھی بلادلیل نہیں ہے بلکہ امام کرخیؒ کی یہ عبارت اس کے لئے دلیل ہے وانما یفعل ذالک علی حسب قیام الللیل اور "ان قامت اللالہ علی غیرہ صرنا الیہ" بلادلیل نسخ' تاویل' ترجیح ہرگز نہیں۔

امام کرخیؒ نے وضاحت اور تعین مراد کے لئے امثلہ بھی دیئے ہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص پر نماز ادا کرتے وقت قبلہ مشتبہ ہوگیا' سوچ وبچار اور تحری کے ذریعہ اپنے ظن کے مطابق قبلہ کی جہت متعین کیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد پتہ چلا کہ اس نے تو کعبہ کی طرف منہ کی بجائے پشت کیا تھا تو ہمارے احناف کا قول ہے کہ اسکی یہی نماز درست متصور کیا جائے۔ اب ظاہراً اس فتویٰ پر اشکال ہے کہ یہ مسئلہ قرآن کی آیت

"فولوا وجوهكم شطره" کے خلاف ہے تو اب اس آیت میں تاویل کرلو، پہلی تاویل ہے فولوا وجوهكم شطره ای اذا علمتم ہ اور اسے تو قبلے کا یقینی علم حاصل نہ تھا، اور اسی صحرا میں کوئی انسان نہ تھا کہ اس سے پوچھتا، اور دوسری تاویل یہ ہے فولوا وجوهكم شطره حيث وقع تحريكم عند الاشتباه یہ ہے صحیح تاویل جو اس حالت میں اس آیت میں ضروری ہے کیونکہ لايكلف الله نفسا الا وسعها، لاتكلف نفسا الا وسعها اور لايكلف الله نفسا الاما اتا ها اور نورستانی صاحب نے لکھا ہے :

"الحمد للہ ہم ایسے بھی نہیں کہ بالکل تاویل ہی نہیں کرتے لیکن ہم بھی تاویل کرتے ہیں لیکن صریح نص کے خلاف ہرگز نہیں، نہ ہی مقتضی نص کے خلاف"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۴۳)

اور مسئلہ مذکورہ کے لئے ملاحظہ کیجئے حجۃ اللہ (۱-۱۰۸)

الحاصل احناف اس اصل کی جو امام کرخی نے ذکر کیا ہے یا شیخ محمد خضری مرحوم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے صفائی اور وضاحت میں کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ مجتہدین نے قرآن وحدیث اور صحابہ کے اقوال سے مسائل کا استنباط کیا ہے جیسا کہ حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۲۰ پر بھی امام ابوحنیفہ کا طرز عمل نقل کیا گیا ہے اب اگر ظاہراً ہمارے اصحاب کا قول قرآن وحدیث اور صحابہ کے اقوال کے مخالف نظر آئے تو فتویٰ دیتے وقت جلدی نہ کرنا۔ اس میں تاویل و تطبیق یا نسخ کے طریقے کارفرما ہوں گے۔

علامہ ابن حزم کا ایک قاعدہ الاحکام (۴-۱۰۷) کے حوالہ سے مجلۃ البحوث الاسلامیہ شمارہ ۲۰ صفحہ ۲۴۱ پر نقل ہے :

الحنفيه والمالكيه يشترطون ان يكون الحديث متواترا حتى ينسخ القرآن بخلاف ابن حزم فان خبر الاحاد والمتواتر عنده سواء فى جواز نسخ الكتاب

⑥ حکایت

صفحہ ۵۵ پر حکایت کا عنوان دے کر لکھتا ہے :

"تین نیک مسلمانوں کی سند سے یہ واقعہ ثابت ہے کہ ایک حنفی نے کہا کہ ابو ہریرہ مقبول الحدیث نہیں "فقال الشاب وکان حنفیا ابوھریرۃ غیر مقبول الحدیث' تو جامع کی چھت سے بڑا سانپ گرا جو بلا شرکت غیرے اس کے پیچھے اس وقت تک دوڑتا رہا کہ جب تک اس نے توبہ نہ کیا تھا اس کے بعد غائب ہوا جب کہا میری توبہ"۔

حقیقت

① بندہ کے نزدیک صحابی رسول ابو ہریرہؓ یقیناً فقیہ یعنی مجتہد ہیں۔ توضیح کے حاشیہ میں تحریر سے نقل کیا گیا ہے :

ان ابا ھریرۃ فقیہ لم یعدم شیئا من اسباب الاجتھاد وقد افتی فی زمن الصحابۃ ولم یکن یفتی فی زمنھم الا المجتھد الخ۔ (توضیح صفحہ ۳۶۹)

② شاہ انور فرماتے ہیں :

ھذہ الضابطۃ لم تروعن ابی حنیفۃؒ وابی یوسف ومحمد ولکنھا منسوبۃ الی عیسی بن ابان۔ (العرف الشذی ا۔۲۳۸)

شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے :

حدیث المصراۃ مذھب عیسی بن ابان۔ (حجۃ اللہ۔۱۶۱)

نیز صاحب توضیح لکھتا ہے کہ :

"امام ابو حنیفہ، صاحبین اور دیگر سلف صالحین سے یہ منقول نہیں کہ قیاس پر حدیث کی تقدیم کے لئے راوی کا فقیہ ہونا شرط ہے بلکہ سب کہتے ہیں کہ مطلقاً خبرواحد بلا کسی شرط کے قیاس پر مقدم ہے اور لکھتا ہے کہ امام ابو حنیفہ" صاحبین اور سلف کے کسی فرد سے فقاحت ابو ھریرہ کا انکار منقول نہیں انکی فقاحت سب کے ہاں مسلم ہے اور راوی میں فقیہ کا شرط لگانا بھی عیسیٰ بن ابان کا مذھب ہے اور پھر ابوزید الدبوسی نے اسے پسند کیا ہے اور اس نے ہی اس پر حدیث مصراہ وغیرہ کی تخریج کی اور پھر اکثر متاخرین اس کی تابعداری کرنے لگے الخ"۔ (توضیح صفحہ ۴۶۹)

اصول الشاشی کا حوالہ نورستانی صاحب نے صفحہ ۸۵ پر دیا ہے :

وعلی ھذا ترک اصحابنا روایۃ ابی ھریرۃ فی مسئلۃ المصراۃ بالقیاس۔

لیکن اصول الشاشی کے حاشیہ پر مولانا محمد حسن سنبھلیؒ نے لکھا ہے :

ولعل علم قبولھم ایاہ لیس من حیث علم فقاھۃ ابی ھریرۃ وکونہ مخالفا للقیاس الخ (صفحہ ۷۳)

مولوی نورستانی صاحب کو مولانا فضل الدین کی حق گوئی کا اس مسئلہ میں اعتراف کرنا چاہئے تھا۔

(۳) نورستانی صاحب نے حیوۃ الحیوان سے جو "حکایت" نقل کی ہے وہ قطعاً اس کے لئے کار آمد بھی نہیں کیونکہ ابوہریرہ سب کے ہاں مقبول الحدیث ہیں، اور حکایت کے الفاظ ہیں "ابوہریرہ غیر مقبول الحدیث" متنازعہ عبارت ان کا فقیہ بمعنی مجتہد ہونا اور نہ ہونا ہے جیسا کہ مولوی صاحب نے عنوان دیا ہے فقاحت ابوہریرہؓ اور کان

لتها اور صرح بفقاهته ابن همام اور "فقیہ" کے حوالے احناف سے نورستانی صاحب نے لائے ہیں 'غیر مقبول الحدیث اور فقیہ ہونے میں زمین کی تہہ اور کوہ ہمالیہ کی چوٹی سے بھی زیادہ فرق ہے' غیر مقبول الحدیث کہنے سے تو اس کی ۵۳۷۴ روایات ذخیرہ احادیث سے ختم ہوتی ہیں۔ جن میں سے شیخین کا صرف تقریباً ۳۲۵ پر اتفاق ہے اس پر سانپ کی بجائے اگر سانپوں کی بارش بھی ہوتی تو اچھا تھا۔ بہرحال سانپ کے ڈر کی وجہ سے یا کسی اور ڈر کی وجہ سے توبہ آخر توبہ ہے۔ لیکن متنازعہ عبارت کے ساتھ حیوٰۃ الحیوان کے اس حوالے کی مناسبت نہیں۔ نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

> "اگر یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا نہیں سب اصولیین اس کو کیوں ذکر کرتے ہیں حتیٰ کہ شیخ نظام الدین شاشی نے تو تمام احناف کے سر پر یہ بات تھوپ دی"۔ (۵۶)

حقیقت

اصول الشاشی' اصول کی پہلی کتاب اور ابجد ہے۔ آخری کتابوں میں سے مولوی ہے اس کے (۱۔۳۰۴) میں ہے :

> وذهب الكرخي وتبعه كثير من العلماء الى عدم اشتراط فقه الراوي لتقدم الخبر على القياس قالوا لم ينقل هذا القول عن اصحابنا

تو "اصحابنا" شیخ شاشی کی مسامحت ہے' صاحب احسن الحواشی کا اختلاف اس قول سے مولوی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۹ پر نقل کیا ہے اور احناف میں سے ابن ہمام کا قول بھی شاشی سے اختلاف کے لئے مولوی صاحب نے نقل کیا ہے تو یہ موجبہ کلیہ آپ کا درست نہیں کہ "سب اصولیین اس کو کیوں ذکر کرتے ہیں"۔

حکایت بجواب حکایت

لکھتا ہے :

"حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب اس حدیث کی تصدیق میں حیاۃ الحیوان کی حکایت پڑھئے اور پھر سانپ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ (۵۴)

حکایت

میری کتاب کے قارئین بھی ایک حکایت سن لیں "جو مولانا داؤد غزنوی" نامی کتاب مصنفہ سید ابوبکر غزنوی کے صفحہ ۱۹۱ اور صفحہ ۱۹۲ میں درج ہے :

"مفتی محمد حسنؒ نے ایک بار مولانا عبدالجبار غزنویؒ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلہ تملیاں تھا جس میں اہل حدیث حضرات کی اکثریت تھی وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنویؒ سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار غزنوی کو پہنچی وہ بزرگوں کا بہت ادب واحترام کیا کرتے تھے انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا انہوں نے حکم دیا کہ اس نالائق عبدالعلی کو مدرسہ سے نکال دو' وہ طالب علم

جب مدرسہ سے نکالا گیا تو مولانا عبدالجبار غزنویؒ نے فرمایا "مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا" محمد حسن مفتی صاحب راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا (پتہ نہیں کہ پھر توبہ کیا یا ارتداد پر مرا)۔ اس واقعہ کے بعد کسی نے امام صاحب مولانا عبدالجبار غزنویؒ سے سوال کیا "حضرت آپ کو کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا" فرمانے لگے کہ جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آئی کہ "من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب" (حدیث قدسی) جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں میری نظر میں امام ابو حنیفہؒ ولی اللہ تھے جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے اللہ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں اس لئے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا ہے۔

(بحوالہ تعلیم القرآن راولپنڈی جون ۱۹۸۲ء)

آپ نے حدیث کی تصدیق میں واقعہ ملاحظہ کیا اور حافظ ابن حجر نے من عادی لی ولیاً حدیث قدسی کی تشریح میں لکھا ہے :

ان عدو العدو صدیق وصدیق العدو عدو' لعدو ولی الله عدو الله لمن عاداه کمن حاربه ومن حاربه لکانما حارب الله (فتح الباری ۱۱ـ۲۸۷)

⑦ مسئلہ تعدیل الارکان

(۱) اتنا توقف کرنا کہ اعضاء کی حرکت انتقالیہ بند ہو جائے' تعدیل و طمانیت کا درجہ بالاتفاق فرض ہے۔

(۲) اور اتنی دیر ٹھہرنا کہ ایک مرتبہ تسبیح کہی جاسکے یہ درجہ سب کے نزدیک واجب ہے۔

(۳) اور تین مرتبہ تسبیح کی مقدار توقف کرنا یہ درجہ سنت ہونا چاہئے' شاہ صاحبؒ کی رائے گرامی یہ ہے کہ جن حضرات نے تعدیل ارکان کو فرض کہا ہے ان کی مراد پہلا درجہ ہے' جنہوں نے واجب کہا ہے ان کی مراد دوسرا درجہ ہے اور سنت قرار دینے والوں نے تیسرے درجہ کو سنت کہا ہے لہٰذا یہ اختلاف حقیقی نہیں لفظی ہے' یہ ہے حاصل تعدیل الارکان کا' اس مسئلہ میں ملا علی قاری نے مستقل ایک رسالہ لکھا ہے۔

"رسالۃ تعدیل الرکوع والسجود وما بینھما من القومۃ والجلسۃ والقعود"۔

نیز مرقات میں ہے :

"الاطمئنان واجب عند ابی حنیفۃ ومحمد ایضا فی روایۃ صحیحۃ"۔ (مرقات ۲-۲۵۱)

اور علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں :

فلو ترک التعدیل وماشاکلہ من الواجبات قوم من العوام المنتسبین الی المذھب الحنفی فما ذنب المذھب الحنفی فی ذلک۔ (معارف السنن ۲-۳۳۸)

اور "لایجوز الحاق التعدیل بامر الرکوع والسجود علی سبیل الفرض" جو عبارت مولوی صاحب نے صفحہ ۶۹ پر لکھا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ ۲

مرتبہ تسبیح کی مقدار توقف کرنا یہ فرض کے مرتبہ میں نہیں اور امام کرخی کی تخریج کے مطابق رکوع اور سجدہ میں تعدیل واجب ہے' بلکہ امام طحاویؒ نے حنفیہ کے ائمہ ثلاثہ سے فرضیت کا قول نقل کیا ہے اور تخریج کرخی وطحاوی میں زیادہ فرق نہیں اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ فرض سے امام طحاوی کی مراد فرض عملی ہو' علامہ عثمانی نے لکھا ہے :

درس

قال شیخنا المحمود قدس الله روحه ان الشافعی ومن والقه قد فهم من قول النبی صلی الله علیه وسلم صل فانک لم تصل مافهمه الصحابة قبل بیان النبی صلی الله علیه وسلم من نفی الصحة وابوحنیفة رحمه الله فهم منه مافهموا بعد بیانه صلی الله علیه وسلم من نفی الکمال والتمام فوازن بینهما واختر ایهما شئت.

(فتح الملہم ۲۔۳۴)

(۸) نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

"احناف حضرات کہتے ہیں کہ مسافر کے لئے قصر ہی فرض ہے اتمام سے گناہگار ہوتا ہے اور دلیل ولنا حدیث عائشة الخ احناف نے قاعدے کی مخالفت کی کہ العبرة عندهم برایه لابمرویه وخالفوا ذلک ههنا فقد ثبت ان عائشةؓ کانت تتم فی السفر۔ زرقانی۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۶۷)

حقیقت

مسئلہ کی نوعیت یوں ہے کہ ابن حزم اور ابوحنیفہؒ کے نزدیک قصر واجب ہے اور فرماتے ہیں کہ مسافر کے لئے ۲ رکعت فرض ہیں۔

(تیسیر العلام شرح عمدہ الاحکام ۱-۳۱۴)

نیز اس کتاب میں ہے :

وشیخ الاسلام ابن تیمیۃ نقل عنہ فی الاختیارات کراھۃ الاتمام۔ (۱-۳۱۴)

شیخ القرآن عبدالسلام صاحب رستمی نے تحفۃ المسلمین میں لکھا ہے :

"کہ جب مسافر اکیلے نماز پڑھتا ہے اور قصداً اتمام کرتا ہے تو گناہگار ہے کیونکہ اس کے لئے قصر واجب ہے۔ (صفحہ ۸۲)

اب سوال یہ ہے کہ عائشہؓ نے سفر میں اپنی روایت کے خلاف پوری نماز کیوں پڑھی تھی۔ تو بخاری (۱-۱۴۸) میں ہے۔

"قال الزھری فقلت لعروۃ مابال عائشہ تتم؟ قال تاولت ماتاول عثمان"۔

اور تشبیہ نفس تاویل میں ہے نہ اس میں کہ دونوں کے تاویلات بھی ایک ہیں تاویل جو بھی ہو لیکن تاویلاً عائشہ رضی اللہ عنہا اتمام کرتی تھیں۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں :

کما روی عن الزھری فلایرد انھا رضی اللہ عنھا خالف رایھا روایتھا وانما خالف الراوی روایتہ فی امر لایعمل بروایتہ فیہ (روح المعانی، فاذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ صفحہ ۱۳۲)

اور اوجز المسالک میں ہے :

والجواب عنھم ان عروۃ الراوی عنھا قال لماسئل عن اتمامھا فانھا تاولت کما تاول عثمان فلا تعارض بین روایتھا وبین رایھا وروایتھا صحیحۃ ورایھا مبنی

علی ماتاولت۔ (۲-۶۷)

ابن عمرؓ اور مسافت سفر

نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

”احناف کہتے ہیں کہ سفر میں قصر کے لئے مسافت تین دن ہے

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ قال لاتسافر المراۃ ثلاثا الا ومعھاذو محرم اور امام مالک نے موطا میں روایت کی ہے۔ عن ابن عمرؓ انہ کان یقصد الصلوۃ فی مسیرہ الیوم التام تو احناف کے قاعدے کے خلاف ہوا کیونکہ ان کا قاعدہ ہے الاعتبار برای الصحابی لابمارویٰ

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۶۸)

یقصر

حقیقت

مولانا بنوریؒ لکھتے ہیں :

والی ثلثۃ ایام ذھب عثمان وابن مسعود......وھو روایۃ عن عبداللہ بن عمر کما فی العمدۃ۔ (معارف السنن ۴-۴۷۳)

اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے لکھا ہے مؤطا کی اس روایت کے بارے میں :

وظاھر ھذا الاثر یخالف ماتقدم لکن لواریدبہ السفر سایر الیوم بالجد والسرعۃ لایخالف الروایات المتقدمہ قال ابن عبدالبر فی الاستذکار مسیرۃ الیوم التام بالسیرالحثیث اربعۃ برد اونحوھا۔ (اوجز المسالک ۲-۷۲)

اور (۲-۷۴) میں ہے:

فما ورد منه القصر فی مواضع متفرقة یکون قصره فیها الی موضع هی ثلاث لیال۔

نیز اعلاء السنن میں ہے:

فلا تعارض بینه وبین ما ذکرناه فی المتن من قول ابن عمر فیمکن ان یری هو مسافة انها مسیرة ثلاثة ایام ای بسیر وسط کسیر الزاملة من البعیر ویری ایضا انها مسیرة یوم واحد ای بسیر راکب مجد علی راحلته وهوجاء۔ والعجب من حافظ ابن حجر انه کیف جعل هذه الاقوال متغایرة جدا واورد علی الحنفیة فی تمسکهم بحدیثه المرفوع لاتسافرا لمرءة ثلاثه ایام الامع ذی رحم محرم علی ان اقل مسافة القصر ثلاثه ایام ان الاعتبار عندهم بما رای الصحابی لا بما روی وقد اختلف عن ابن عمر فی تحدید ذالک اختلافا کثیرا اھ۔ فان شیئا من الروایات التی سردها لاتعارض ولا تخالف تحدیده بثلثة ایام وکیف یجوز ابداء الخلاف بجعل اقوال اصحابه اقوالا له وبالتحکم علیه بظنونهم وآراء هم؟ فالحق ان ابن عمر رضی الله عنه قائل بتحدید مسافة القصر بمسیرة ثلاثه ایام ولم یروعنه التصریح بخلاف ذالک اصلا وحینئذ فلا یرد علی استدلال الحنفیه بحدیثهم المرفوع الاختلاف بین رای الصحابی او روایته کما زعمه الحافظ

(اعلاء السنن ۷۔۲۴۰)

⑨ لکھتا ہے :

یا یہا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعہ
الخ احناف کے قاعدے کی رو سے سب پر جمعہ فرض ہے کیونکہ خبر واحد نہ تو مفہوم خاص کے لئے مبین ہو سکتی ہے اور نہ عموم قرآن کو خاص اور نہ اطلاقات قرآن کو مقید کر سکتی ہے"۔

(صفحہ ۷۴)

حقیقت

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا ہے :

"اس آیت کے اندر جو مومن مخاطب ہیں یہ وہی مومنین ہیں کہ جن پر فرضیت جمعہ مقرر ہو چکی تھی اس کے عموم سے کسی استثنا کی حاجت نہیں ہے"۔ (اوثق العریٰ صفحہ ۲۸)

اور صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے :

آیت جمعہ میں لفظ موصول میں اھل قریٰ وغیرہ داخل ہی نہیں کہ تخصیص کی ضرورت پڑے"۔

ابن ھمام نے لکھا ہے :

فاسعوا الی ذکر اللہ لیس علی اطلاقہ اتفاقا۔

(فتح القدیر ۲۔۲۳)

جب مطلق ہی نہیں تو مقید کرنا تو اثر مرتبہ وجود مطلق کا ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے القول البدیع کے صفحہ ۶۹ پر

مولانا عبدالحیؒ کا فتویٰ نقل کیا ہے اس کا بالکل آخری جملہ ہے :

> مانحن فیہ میں حنفیہ نے تخصیص اطلاق قرآن، ساتھ خبر آحاد کے نہیں کی بلکہ تعیین ایک امر مبہم کی کی ہے"۔ واللہ اعلم بالصواب (ابوالحسنات محمد عبدالحیؒ)

(۱۰) "سور کلب" کے بارے میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی مرفوع روایت پر عبدالوہاب بن ضحاک کیوجہ سے صفحہ ۶۲ پر مولوی عبدالعزیز کا جرح ضابطہ کی حد تک تو صحیح ہے لیکن محقق ابن الھمامؒ وغیرہ محققین کا یہ نظریہ بلاشبہ برحق ہے کہ بسا اوقات اصطلاحاً ضعیف راوی کی روایت واقعتاً صحیح ہو سکتی ہے اور ثقہ کی ضعیف :

> ونظائرہ کثیرۃ لاتخفی علی اولی الابصار۔

جب ہم دیکھتے ہیں :

(۱) کہ امام دار قطنیؒ، امام بیہقیؒ، اور ابن عدیؒ وغیرھم بھی ہمارے امام ابوجعفر طحاویؒ کی طرح عبدالملک بن ابی سلیمانؒ کی طریق سے اس حدیث میں تثلیث غسل مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور،

(۲) دیکھتے ہیں کہ راوی حدیث ابوہریرہؓ جن کا اکثر ظواہر حدیث پر عمل کرنا اور فتویٰ دینا مشہور و مسلم ہے، تثلیث غسل کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس پر عمل بھی اپنی روایت مشہورہ کے خلاف کرتے ہیں (اگرچہ فتویٰ اور عمل کے دیگر توجیہات بھی ممکن ہیں لیکن مقام صحابیت کے تقاضوں کے مطابق سب سے بہتر توجیہ یہی ہے کہ ابوہریرہؓ کے پاس تسبیع وغیرہ کی طرح تثلیث کی روایت بھی مرفوعاً موجود تھی) اور،

(۳) یہ بھی دیکھتے ہیں کہ عبدالوہاب المتوفی ۲۵۴ ہجری سے مدتوں پہلے عطاء بن ابی رباح المکی المتوفی ۱۱۷ھ، محمد بن مسلم بن شھاب الزھری المدنی المتوفی ۱۲۵ھ اور الامام الاعظم ابوحنیفہؒ الکوفی المتوفی ۱۵۰ھ وغیرھم تثلیث غسل کا مذہب اختیار فرما چکے ہیں تو یہ الحاد اور بے دینی نہیں جبکہ تسبیع والی روایت بھی ان کے سامنے ہے۔

بہرحال عبدالوہاب کے فی نفسہ ضعیف ہونے کے باوجود اس کی روایت کے صحیح ہونے کا قوی گمان پیدا ہوجاتا ہے اور عبدالوہاب کے تسبیح کی روایت، تثلیث کا معارض نہیں جیسا کہ ترتیب والی روایات فقط تسبیح والی روایت کے خلاف نہیں سمجھے جاتے۔

ابو ہریرہؓ کی دوسری حدیث بطریق عبدالملکؒ پر مولوی نورستانی صاحب کے قابل ذکر اعتراضات تین ہیں جو کہ صفحہ ۶۳ اور صفحہ ۶۴ پر نورستانی نے "التعلیق المغنی" کے زوردار نام کے حوالہ سے ذکر کئے ہیں (یاد رہے کہ یہ تعلیق مشہور غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی کی ہے)

(۱) عبدالملک متکلم فیہ ہے۔

(۲) وہ عطاء سے اس روایت میں متفرد ہیں اور عطاء ابو ہریرہؓ سے۔

(۳) اس میں رفع، وقف کا پھر وقف ہونے کی صورت میں ابو ہریرہؓ کے قول یا فعل ہونے کا اضطراب ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تینوں اعتراضات بے وزن ہیں۔

(۱) عبدالملک عرزمیؒ المتوفی ۱۴۵ھ ثقات اثبات مشاہیر میں سے ہیں، خطیب بغدادیؒ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی روایت کا ذکر کیا ہے بناء بریں وہ تابعی ہوسکتے ہیں تمام ائمہ فن آپ کی ثقاہت پر متفق ہیں حتیٰ کہ شعبہؓ کو بھی آپ کے حفظ کا اعتراف ہے اور آپ کے ہم وطن وہم عصر سفیان ثوریؒ نے (جو کہ امیرالمومنین فی الحدیث مانے جاتے ہیں) تو عبدالملکؒ کو المیزان قرار دیا اور نورستانی صاحب نے بھی صفحہ ۸۲ پر اسے میزان مانا ہے۔ یعنی دوسروں کے روایات کی صحت وضعف کا فیصلہ آپ کی روایت کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا۔ مگر یہاں گنگا الٹا بہایا جارہا ہے۔

اور شعبہؒ کے کلام کو صرف یہی نہیں کہ ائمہ فن نے قبول نہیں کیا بلکہ ابن حبانؒ نے کچھ نرم اور خطیب بغدادیؒ نے گرم اور بہت سخت الفاظ میں اس پر نکیر کی اور ائمہ جرح وتعدیل کے سرخیل ابن معینؒ نے تو صاف کہہ دیا کہ "عبدالملک ثقہ صدوق لایرد علی مثلہ۔ ابن معینؒ نے حدیث شفعہ میں عطاء سے عبدالملک کے

تفرد اور اس پر شعبہ" وغیرہ کے انکار کا ذکر کر کے یہ فیصلہ ارشاد فرمایا۔ جب عبدالملک کا ثقات اثبات ائمہ حفاظ میں سے ہونا مبرھن اور ثابت ہے تو ان کے تفرد سے روایت کی صحت قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔ امام بیہقیؒ کا یہ فرمانا کہ عبدالملک" کی یہ روایت دوسرے ثقات روایت کے خلاف ہے یہ مسلم نہیں بلکہ ذکر کل مالم یذکرہ الاخر کے قبیل میں سے ہے۔ اس کو مخالفت نہیں کہہ سکتے جیسا کہ فقط تسبیع کی روایت تسبیع مع التریب کے خلاف نہیں کما مر۔ پھر عبدالملک کو عطاء سے اس روایت میں خالص متفرد بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے کہ عطاء" کے مشہور اور مایہ ناز شاگرد ابن جریجؒ سے عبدالرزاق نقل فرماتے ہیں :

قلت لعطاء : کم یغسل الاناء الذی یلغ فیہ الکلب؟
قال کل ذلک سمعت سبعا، خمسا، ثلاث مرات اھ

(المصنف ۱۔۹۷)

اور فقیہ الامت امام ابو حنیفہ" بھی عطاء کے ارشد تلامذہ میں سے ہے اغلب یہی ہے کہ آپ کا مسلک بھی اس مسئلہ میں عطاء سے روایت و تلمذ پر مبنی ہے۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ عبدالملک" عطاء" کے کوئی عام شاگرد نہیں بلکہ آپ کے ممتاز، صاحب اختصاص شاگرد ہیں۔ آپ کو راویہ عطاء کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور کثیر الملازمہ ذوی الاختصاص تلامذہ کا اپنے مشائخ سے بعض روایات میں منفرد ہونا ایک طبعی امر ہے۔ عقلاً و عرفاً اس میں کوئی استبعاد و استغراب نہیں۔

جبکہ عبدالوہاب کے طریق میں ابو ھریرہؓ سے تثلیث کی مرفوع روایت کرنے والے الاعرج المدنیؒ ہیں تو عبدالملک و عطاء کے تفرد کی بات بھی ناتمام رہی اور یہ بحث بناء بر تنزل ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ عبدالملک" اور عطاء جیسے جبال و بحور کا تفرد قطعاً قابل گرفت ہی نہیں۔ رہی اضطراب کی بات تو فن کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ اضطراب تب مخل فی الصحۃ ہوتا ہے جب وجوہ اضطراب میں تساوی ہو اور تطبیق کا امکان نہ ہو یہاں نہ تو وجوہ متساوی ہیں باعتراف من الخصوم، اور نہ تطبیق

ناممکن ہے اور سلف کا یہ عام معمول رہا ہے کہ ایک ہی حکم کبھی مسند و مرفوع ذکر کرتے ہیں اور کبھی موقوف اپنے فتویٰ کی صورت میں، اور کبھی اس کو عمل میں لے آنے کی نوبت بھی آجاتی ہے کمالا یخفی علی المتتبع اور شاید اس یاددہانی کی تو آپ جیسے اہل فضل کو ضرورت نہ ہو کہ امام طحاوی "نسخ کا لفظ معروف و مشہور معنی میں کم استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے اکثر نسخ کا لفظ اس کے عام معنی میں استعمال فرمایا۔ "ولہ قدوۃ من السلف فی ذلک"

اس موضوع پر مبسوط کلام علامہ لکھنوی" نے سعایہ میں کیا ہے، نورستانی مبارکپوری کے شبہات تقریباً اس سے ماخوذ ہیں امانی الاحبار میں مولانا محمد یوسف" نے علامہ لکھنوی کا اجمالی رد لکھا ہے۔

(۱۱) نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

> "حدایہ میں ہے ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے لانکاح الابشھود۔ (حدایہ ۲۔۳۰۶) لطف کی بات یہ ہے کہ یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث کتب حدیث میں سے کس کتاب میں ہے؟ پھر پر لطف تجزیہ کے ذیل میں درایہ کا حوالہ دیا "لم اوہ بھذا اللفظ" اور نصب الرایہ میں ہے کہ غریب بھذا اللفظ الخ۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۷۳)

حقیقت

یہ طعن درست نہیں تمام فقہاء امت بلکہ امام بخاری بھی حسب ضرورت حدیث کے الفاظ کبھی ذکر نہیں فرماتے اور صرف معنی پر اکتفا کرتے ہیں۔ روایت بالمعنیٰ والاختصار کا جواز سلفا و خلفا جمہور اہل علم کا مسلک رہا ہے۔ اور صاحب ہدایہ کے ذکر فرمودہ حدیث کے لئے لفظا و معنی اصل کتب حدیث میں موجود ہے۔ خود نصب الرایہ

میں ہی کئی احادیث ہیں' صاحب ہدایہ" تو بزبان حال فرماتے ہوں گے ۔

گر نبیا ید بنظر شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اور "لانکاح الا بولی" والا حصہ حنفیہ" نے رد نہیں کیا بلکہ اس پر اس طرح عمل کیا کہ دوسرے نصوص قرآنیہ وحدیثیہ اس سے متاثر نہ ہوں۔

شاشی وفصول اور اس طرح بعض ہماری کتابوں کی بعض عبارتیں اختصار یا اعتماد علی فہم القاری کیوجہ سے غلط فہمی کا منشاء ہوتی ہیں۔ انصاف اور عدم تعصب کا تقاضا یہ ہے کہ مذہب کی مبسوط ومفصل کتب کی طرف مراجعت کی جائے اور ان عبارات میں مقدرات کا خیال رکھا جائے جو کہ بادنی تامل سمجھ میں آتی ہیں۔ نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

"امام حاکم اس حدیث کی مزید توثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں' الخ

(صفحہ۱۷)

حقیقت

اس سلسلہ میں مستدرک کے حوالہ سے ۲۹ صحابہ اور صحابیات کے اسماء گرامی نقل کیا ہے اگر لفظاً روایت مراد ہو تو سفید جھوٹ ہے اور اگر معنی مراد لیتے ہیں۔ تو صاحب ہدایہ پر سابقہ الزام کا خود مورد بنتا ہے۔ پھر ان تمام رویات کی صحت کا دعویٰ بھی محض جزاف ہے۔ "واکثرھا صحیح جملہ عبدالعزیز صاحب نے نقل کیا ہے۔ یہ اکثر بھی لفظاً روایت کے ذیل میں صحیح طریقہ سے ثابت نہیں۔

اس بحث کے آخر میں یہ اٹل اور مسلہ حقیقت بھی ذکر کروں کہ اگر خصم اور مخاطب کے کوئی اصول ہو تو کلام کرتا ہم بھی ان اصول پر جانتے ہیں لیکن جس کا دعویٰ قرآن وحدیث کا ہو لیکن بعد کے اصول اس کے لئے سرے سے نہ ہو یا وہ موم کی ناک

کی طرح ہو تو جس طرح چاہے اسے موڑ دے تو ایسے عجیب اصول پر گرفت ہو تو کیسے؟

علم منطق کا حوالہ

مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب کی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"مفتی صاحب اور تھانوی صاحب امور عامہ' میرزا مد وغیرہ کتابیں پڑھ چکے ہوں گے' اور پھر الشیٔ المطلق اور مطلق شے کا فرق بیان کیا ہے"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۹۳)

حقیقت

مولوی صاحب منطق کے اصطلاحات مراد لیتے ہیں۔ میرزا مد امور عامہ کا حوالہ اور اوپر کی عبارت اس کی دلیل ہے۔ آپ بدائع الفواید ج۔ صفحہ۲۱' صفحہ۱۷ کا مطالعہ کرلے تاکہ حقیقت کی رسائی ہو اور نورستانی صاحب نے فاسئلوا اھل الذکر آیت جو نقل کی ہے یہ عام ہے خواہ مسئول عنہ تمام مسائل میں ایک شخص ہو یا کئی اور متعدد اول' تقلید شخصی ہے۔ یعنی خاص مجتہد کی طرف منسوب مفتی بہا مسائل جن پر ایک مذہب معین کا نام صادق آئے۔ خواہ وہ ایک امام "ابو حنیفہ" ہو یا اس کے شاگرد۔

(۲) بٹالوی صاحب کی عبارت میں "مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں" کا جملہ موجود ہے اس کے متعلق ۲ دفعہ نورستانی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ قول ہمارے لئے کسی قسم کا مضر نہیں تو اس منطقی بحث کا منطقی نتیجہ یہی نکلا کہ آپ مطلق تقلید کے تارک نہیں بلکہ "آخذ" ہیں اور بٹالوی صاحب تو مطلق تقلید کے تارکین پر سرزنشانہ عتاب فرماتے ہیں۔ جب مطلق تقلید کے آپ آخذ ہیں کیونکہ خیر القرون میں قدیما وحدیثا بلانکیر چلا آرہا ہے۔ تو اگر تقلید شخصی اجتماعی انداز سے خیر القرون میں عدم

حاجت کی وجہ سے نہ ہو اور بعض مصالح کی وجہ سے اسکی پابندی ہو تو یہ ہمارے لئے بھی مضر نہیں۔

(۳) جب مطلق تقلید مقسم ہے، تو مقسم کو اپنے دونوں قسموں پر صادق آنا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ مطلق کے تمام افراد حکم میں متساوی ہوتے ہیں کہ جس فرد پر بھی عمل ہو تو ذمہ داری سے سبکدوش سمجھا جائے گا جب اس کے دونوں افراد پر علی سبیل الانفراد یا بھماشاء مقلد کو یہ اختیار دیا گیا کہ خواہ سوال ایک عالم اور مجتہد سے ہو یا متعدد سے تو دونوں معمول بھا ظہریں تو اسکی کوئی فرد ممنوع نہیں ہو سکتی کہ تقلید شخصی بدعت اور شرک ہو اور غیر شخصی جائز اور مندوب۔ ورنہ یہ تو مامور کے افراد کو حرام بتلانے کے مترادف ہوا کیونکہ مامور کی ضد ممنوع ہے تو مامور کے تحت میں "ممنوع" کیسے مندرج ہو سکتا ہے یہ تو عقلاً محال ہے۔

(۴) بٹالوی صاحب کی عبارت سے جب معلوم ہوا کہ آپ مطلق تقلید کے آخذ ہیں۔ تو یہ بھی پتہ چلا کہ تقلید شخصی کرنے والے اور لا علی التعیین غیر شخصی تقلید کرنے والے دونوں "مقلد" ہیں۔ تو ہم جیسے مقلدین ہیں تو آپ کو بھی "مقلد" بٹالوی صاحب کی تحقیق اور آپ کی وضاحت کے موافق کہا جا سکتا ہے لہٰذا تقلید پر رد کرتے وقت یہ وضاحت ضروری ہے کہ تقلید شخصی پر عمل پیرا ہونے والے مقلدین آپ کے مراد ہیں۔

(۵) بٹالوی صاحب نے ترک تقلید کے جو مفاسد بیان کئے ہیں۔ اور تورستانی صاحب نے اس کی کچھ وضاحت کی ہے اس سے مولانا صاحب یوں مطمئن نظر آتے ہیں گویا ماونٹ ایورسٹ کی چوٹی فتح کر چکے ہیں کیونکہ خوش ہے کہ اہل حدیث گروہ میں ایسے افراد نہیں ہیں جو مطلق تقلید کے ترک کے مدعی ہیں بلکہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مطلق تقلید کی شاہراہ پر اہل حدیث گروہ بھی چلنے والا ہے لیکن بٹالوی صاحب کی عبارت کا آخری حصہ مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہے۔ عبارت کے آخری حصہ میں بٹالوی صاحب کی عبارت اس طرح ہے۔

"کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت ہیں مگر
دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک
تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم
علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں۔ وہ ان نتائج سے ڈریں۔
اس گروہ کے عوام۔ آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں"۔

(اشاعت السنہ"۔

اب تو من وجہ یہ عبارت آپ کے لئے مضر ہے۔ کہ گروہ اہل حدیث میں سے کم علم اور بے علم بعض ایسے ہیں جن کا دعوئ مطلق تقلید کے ترک کا ہے۔ اور یہ بھی دیگر اسباب میں کفر و ارتداد اور فسق کا سبب ہے۔ اور بے "دینی" کی طرف مفضی ہے۔ جیسا کہ نواب صاحب نے "ما ھذا دین" کہ یہ "بے دینی" ہے کہ الفاظ ایسے نام نہاد اہل حدیث کے لئے فرمائے ہیں۔ جن کی تفصیل "اہل حدیث" کے بحث میں انشاء اللہ آئے گی۔ مفتی رشید احمد مدظلہ العالی نے سچ فرمایا :

"اصل واقعہ کو تو جھٹلانے سے رہے"۔ (احسن الفتاویٰ ا۔۳۰۶)

بہرحال غیر شخصی تقلید کو بھی گمراہی کہنے والے آپ کی جماعت کے بڑوں میں سے آج کل بھی موجود ہیں۔ جن کے بعض متعصبانہ باتوں پر نورستانی صاحب بھی خاموش تماشائی بنتے ہیں۔

باب سوم

فقہ اور تاریخ کے حوالوں کی حقیقت

فقہ کا لغوی معنی "العلم بالشئی" ہے پھر علم شریعت کے ساتھ خاص ہوا۔ فقہ کی اصطلاحی تعریف اصولیوں نے کی ہے :

"العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتھا التفصیلیۃ"۔

اور فقہاء حفظ الفروع کو فقہ کہتے ہیں۔ درمختار صفحہ ۲۶۔ اصطلاحاً فقہ میں اعتقادیات کا بیان نہیں ہوتا علامہ شامی نے کتاب الطہارۃ کی ابتداء میں لکھا ہے :

ان مدار الدین علی الاعتقادات والآداب والعبادات والمعاملات والعقوبات، والاولان لیسا مما نحن بصددہ

(شامی صفحہ ۵۶)

یہی وجہ ہے کہ ہدایہ جیسی فقہ کی کتابوں میں آداب اور اعتقادیات بیان نہیں ہوتیں۔

تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۵۸ میں ہے :

"حضرت کے وقت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت یا تابعین کے وقت تک کسی کو صرف و نحو پڑھنے کی یا قرآن شریف کے زیر و

زبر بنانے کی یا فقہ کی کتاب تصنیف کرنے کی حاجت نہ ہوئی اس واسطے کہ سب مسلمان عرب تھے کلام اللہ کو بے صرف ونحو کے سمجھتے تھے اور بے زیر وزبر کے صحیح پڑھتے تھے اور اکثر لوگ مسائل کے عالم تھے اور اختلاف کم تھا سو ان کو احتیاج ہی نہ ہوئی کہ فقہ کی کتاب اور فتاویٰ بنائے بعد اس زمانہ کے جب اسلام توران اور ہندوستان وغیرہ کی طرف پہنچا۔ تب احتیاج ان چیزوں کی ہوئی اور بہ موجب اشارے آیات وحدیث کے یہ چیزیں بنالی گئیں"۔

علامہ شامی نے لکھا ہے ؎

لاتحسب الفقہ تمرا انت اکلہ

لن تبلغ الفقہ متی تلعق الصبرا

"فقہ کوئی کھجور تو نہیں کہ اس کو ہڑپ کروگے۔ جب تک ایلوانہ چاٹو' فقہ تک رسائی نہیں ہوسکے گی"۔ (مجموعہ الرسائل صفحہ ۳۱۶)

مولانا نورستانی نے اپنی کتاب کے ص ۳۷ میں فقہ حنفی پر تابڑ توڑ حملے کیے ہیں۔ لکھتا ہے کہ:

"اس میں احادیث موضوع ہیں اور رواۃ اس کے ضعیف ہیں۔ خوئی بدرا بہانہ بسیار کے مطابق اگر منکرین حدیث کہے کہ ہم احادیث اس لئے نہیں مانتے کہ ان میں موضوع اور ضعیف روایات بھی موجود ہیں۔ تو کیا یہ عذر ان کا مقبول ہے' ہرگز نہیں۔ اگرچہ نفس الامر میں موضوع روایات بھی موجود ہیں۔ لیکن عبداللہ بن مبارک اور ابواسحٰق فزاری جیسے رجال کار نے موضوع روایات کا ایک ایک حرف اٹھا کر باہر پھینکا ہے' ایک زندیق نے ہارون الرشید کے سامنے اقرار کیا تھا کہ میں ایک ہزار

احادیث گھڑ چکا ہوں۔ (دیکھئے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۹۳)

اللہ تعالیٰ علمائے اسماء الرجال کو جزائے خیر دیں کہ انہوں نے ضعاف، موضوع اور صحیح روایات الگ الگ کر کے دین کی حفاظت کی اسی طرح طبقات الفقہاء کی درجہ بندی اس لئے ہے کہ رطب ویابس اور چپ راست کا فرق معلوم ہو سکے اور نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں ہے کہ :

"گھڑنے والوں نے ۱۴ ہزار احادیث گھڑ لئے ہیں۔ اس طرح تقلید جامد کے اندھے متوالوں نے ابو حنیفہ سراج امتی گھڑ لیا ہے۔

(صفحہ ۱۷ صفحہ ۲۷)

نورستانی صاحب نے صفحہ ۳۹ پر مولانا عبدالحیٌ حنفیؒ کے ۲ الگ الگ حوالے نقل کئے ہیں۔ اور مولانا عبدالحیٌ نے بالکل درست ارشاد فرمایا کہ فقہ کی بعض کتابوں میں ضعیف روایات بعض جگہ موجود ہیں لیکن یہ بھی فرمایا ہے کہ احادیث میں بھی من گھڑت بہت زیادہ ہیں۔ پھر درمیان میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی دیوبندی کا ایک حوالہ بھی نقل کیا ہے کہ :

"فقہاء کرام میں بہت ایسے تھے کہ جنہیں فقہی مسائل کے ضبط کے علاوہ روایت حدیث میں کسی قسم کی مہارت نہ تھی"۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۳۹)

لیکن دونوں عبارتوں میں جو عبارت ہے وہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ کی عبارت کی آڑ لے کر چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور وہ یہ عبارت ہے :

فمن المحدثین من لیس لھم حظ الارواية الاحاديث ونقلها من دون التفقه۔

تو "من الفقهاء من لیس لھم حظ" سے ہمارا وہی جواب ہے جو آپ من المحدثین من لیس لھم حظ سے کرو گے۔

نیز ہمارے فقہائے عظام نے کتابوں میں خود متون معتبرہ اور غیر معتبرہ کی نشاندہی کی ہے اور فتویٰ کے اصول نقل کئے ہیں۔ مثلاً علامہ شامی نے مجموعہ الرسائل میں صفحہ ۳۶ پر متون معتبرہ جمع کئے ہیں اور شامی میں لکھا ہے :

والفقہ لاینقل من الھوامش المجھولۃ سیما کان فسادہ ظاھرا۔ (رد المحتار ۱۔۵۸۳)

"کتاب اتباع السنہ" محمد اقبال کیلانی نامی اہل حدیث کی کتاب ہے اس کتاب کے صفحہ ۱۳ پر پرویزیوں کی تردید کے لئے اس نے ایک جلی عنوان جمادیا ہے "اتباع سنت اور موضوع یا ضعیف احادیث کا بہانہ" لکھتا ہے :

"صحیح احادیث کے ساتھ موضوع اور ضعیف احادیث کی آمیزش کے بہانے زخیرہ احادیث کو ناقابل اعتماد قرار دے کر سنت سے گریز کی راہ پیدا کرنا دراصل علم حدیث سے لاعلمی کا نتیجہ ہے' غور فرمائے کہ آپ کو بازار سے کوئی دوا خریدنے کی ضرورت پیش آئے تو آپ اس خدشہ کے پیش نظر کہ بازار میں اصلی نقلی دونوں طرح کی دوائیں موجود ہیں۔ اصلی دوا خریدنے کا ارادہ ترک کیا ہے؟ کرنے کا کام تو یہ ہے کہ خوب چھان پھٹک کر یا کسی ڈاکٹر کی مدد سے اصلی دوا خریدی جائے نہ کہ سرے سے خریداری کا ارادہ ترک کرکے مریض کو موت کے منہ میں جانے دیا جائے"

(صفحہ ۱۳)

آپ بھی سوچئے کہ صحیح اور غلط فقہ میں امتیاز کی پہچان محققین احناف نے کس طرح بتلائی ہے؟ اگر ہزاروں مسائل میں چند مسائل کمزور' بلادلیل بلکہ خلاف دلیل ہو اور اس کی وجہ سے آپ فقہ حنفی پر مجموعی انداز سے طعن و تشنیع کرتے پھرے تو پھر پرویزیوں کو آپ کا جواب دینا مشکل ہوگا کہ احادیث میں بھی ضعیف' خانہ ساز اور جعلی

روایات موجود ہیں۔ فقہ کی بڑی اور ضخیم کتابوں میں بعض غلط جزئیات سے مجموعی لحاظ سے فقہ پر اثر نہیں پڑتا۔

احناف کا شاہ رگ اور مولوی عبدالعزیز کا ہاتھ

لکھتا ہے کہ :

"جب ذرا شاہ رگ پکڑ کر احناف سے پوچھا جاتا ہے کہ جیسے ہماری احادیث کی کتابوں میں حدیث کا سلسلہ سند ہر ایک مصنف نے اپنے سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے ایسے ہی تم بتاؤ تو پھر وانی لهم التناوش من مکان بعید کا خوب نظارہ ہوتا ہے"۔ (صفحہ ۴۴)

حقیقت

احادیث کی کتابیں آپ کی صرف نہیں ہمارے لئے بھی یہ قابل فخر سرمایہ اور متاع عزیز ہیں، جس طرح شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ میں بلا سند اور بغیر حوالہ کے احادیث درج کئے ہیں اور مجموعی لحاظ سے ان کی تحقیق پر ہمارا اعتماد اور حسن ظن ہے اس طرح فقہ کی کتابوں کے مسائل بھی سمجھ لیجئے۔ کسی قول کا اثبات صرف اور صرف اسناد ہی پر موقوف نہیں جس طرح اسناد بہترین چیز ہے اس طرح کتب مشہورہ متداولہ میں ان کا مفتی بہا ہونا اور طبقات الفقہاء نیز رسم المفتی کے اصول پر بلا نکیر ان کا موجود ہونا بھی ثبوت کے لئے کافی ہے۔

اگر مشکوۃ پڑھنے یا پڑھانے والا حسن ظن کرتے ہوئے مشکوۃ کے اکثر احادیث باوجود بلا سند پہنچانے مان لے اور بخاری مسلم سے واقف نہیں تو آخر اس میں قباحت ہی کیا ہے۔

رہ گئی فقہ کی کتابوں کا شاہ رگ تو وہ یہ ہے کہ "طریق النقل من المجتہد" کی رسائی حاصل ہو سکے صرف یہی خاص طریقہ اسناد اس کے لئے لازم اور ضروری نہیں ورنہ خاص اس طریقہ سے اسناد کا ضروری طور پر پہنچانا قرآن وحدیث سے حصر کے ساتھ ثابت کرلے۔

علامہ شامی نے طریق النقل من المجتہد کے ۲ قسم بیان کئے ہیں ایک تو یہی سند کا طریقہ اس کی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلم ہے اور دوسری قسم کے متعلق لکھا ہے :

یاخذ من کتاب معروف تداولتہ الایدی فی نحو کتب محمد بن الحسن ونحوھامن التصانیف المشھورۃ للمجتھدین لانہ بمنزلۃ الخبر المتواتر والمشھور۔

پھر اس کے بعد لکھا ہے :

یکفی غلبۃ الظن بکون ذلک الکتاب ھوالمسمی بذالک الاسم بان وجد العلماء ینقلون عنہ ورای ماتقلوہ عنہ موجودا فیہ اووجد منہ اکثر من نسختۃ فانہ یغلب علی الظن انہ ھو الخ۔ (شامی ۴۔۳۲۰ طبع کوئٹہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

وھذا مثل غالب المسائل التی توجد فی الکتب المصنفہ فی مذھب الائمۃ مثل القدوری الخ۔

(منہاج السنہ ۴۔۵۹)

شیخ الاسلام نے قدوری کا نام لے کر بتلایا ہے کہ اس میں جب امام کا قول موجود ہے تو اکثر مسائل میں شارٹ کٹ کے ذریعہ نقل بھی تواتر جیسا ہے۔ نورستانی صاحب ویسے دور سے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یقذفون بالغیب من مکان بعید کا سامنظر سامنے لاتا ہے۔

حنفی فقیہ ابن ہمام اور بخاری

صفحہ ۶۵ پر تصحیح النظر کا حوالہ ہے لیکن صفحہ ۶۶ والی عبارت ابن ہمام کے دلائل کا علمی اور تحقیقی جواب نہیں صرف عقاب و عتاب ہے خود حافظ ابن حجر نے شرح نخبۃ الفکر کے صفحہ ۳ پر بخاری اور مسلم کے رجال کے بارے میں بحث کی ہے۔

امعان النظر میں ابن ہمام کے اس قول کے ذکر کرنے کے بعد یہ عبارت ہے :

ولا یخفی ان ما ذکرہ حق الا انہ لاہلمن التنبیہ علی انہ اذا تساوی شروط حدیث غیر الکتابین انما یکون تحکما اذا کان المخرج مثلهما فی الضبط اواقوی کمالک رحمہ اللہ اما اذا کان دونهما فی الضبط کابن ماجہ فانہ صار کالبدیهی التفاوت بین البخاری وبینہ فی الضبط کما ذکر بعض العارفین فی حل قول المصنف ویتفاوت رتبتہ بتفاوت هذہ الاوصاف لیقدم حدیث الکتابین لامحالۃ۔

(امعان النظر شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۶۳)

(نوٹ) عبارت میں "بعض العارفین" ذکر ہے لیکن صوفیہ کی اصطلاح مراد نہیں تاکہ کوئی اعتراض کرلے بلکہ جیسے الماتریدیہ کے صفحہ ۱۶۶ پر شیخ الاسلام کی کتاب سے اقتباس ہے :

هدایۃ جلت عن وصف الواصفین وفاقت معرفۃ العارفین۔

یا شوکانی کی کتاب الدر النضید کے صفحہ ۲ پر ہے سوال من عالم مفضال عارف یا صفحہ ۲۰ پر ولا یخفی علی عارف ہے تو یہاں بھی اس طرح سمجھ لیں۔

ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر میں سورہ الانبیاء کے آخر میں لکھا ہے کہ :

"ابن ھمام وغیرہ نے اس طرح کے اصول بنانے شروع کئے کہ
صحیحین کی ترجیح صحیحین کی وجہ سے نہیں بلکہ محض ان کی شروط کی
وجہ سے ہے"۔

اور پھر لکھا ہے کہ :

"محض ان شروط کی بناء پر نہیں بلکہ شہرت اور قبول کی بناء پر
ہے"۔

اور اس پر تمام امت کا اتفاق ہو چکا ہے آگے آزاد صاحب لکھتے ہیں دوسری طرف عامہ اصحاب الحدیث ہیں جونہی بخاری اور مسلم کا نام آجاتا ہے بالکل درماندہ ہو کر رہ جاتے ہیں اور پھر کوئی دلیل وحجت بھی انہیں اس پر طیار نہیں کر سکتی کہ اس کی کسی روایت کی تضعیف پر اپنے آپ کو راضی کر سکیں۔

(نوٹ۔ آزاد نے جس روایت کو ضعیف کہا ہے اس کے ساتھ اتفاق نہیں 'امداد)۔

ہدایہ اور نورستانی صاحب

لکھتا ہے :

"سبحان اللہ کیا کہنا الھدایہ کالقرآن کا"۔ (صفحہ ۷۵)

اور شمشیر میں بھی یہی طنز ہے۔

حقیقت

مولانا عبدالحئی نے ھدایہ کے مقدمہ میں یہ شعر لکھا ہے ۔

ان الھدایۃ کالقرآن قد نسخت
ماصنفوا قبلھا فی الشرع من کتب

اور یہ جماعۃ المسلمین کے امام المسلمین کا بھی طرز ہے۔ (دیکھئے مذاہب خمسہ اور دین اسلام صفحہ ۴)

الھدایہ کالقرآن تشبیہ ہے کیونکہ اس میں طرفین اور ادوات تشبیہ صراحۃ اور وجہ تشبیہ ضمناً موجود ہے اور تشبیہ دینے سے ھدایہ کی وقعت واہمیت کا اظہار مقصود ہے اور وجہ شبہ صرف اس معنی میں مشترک ہوتا ہے جس میں طرفین کا اشتراک مقصود ہو مثلاً "زید کالاسد" سے صرف یہی مراد ہے کہ زید میں بھی دلیری اور شجاعت ہے۔ اگرچہ شیر میں بدرجہ اکمل واتم واشہر واعلی یہ وصف موجود ہے تو ادنیٰ اور اضعف کی تشبیہ اعلیٰ اور اقویٰ کے ساتھ دی جاتی ہے۔

(۱) حافظ ابن حجرؒ نے "شرح نخبۃ الفکر" میں لکھا ہے:

والتشبیہ لایشترط المساواۃ من کل جھتہ اور علامہ قاضی محمد اکرم سندھیؒ نے شرح میں یہ عبارت اضافہ کیا ہے۔
وفی نسخۃ من کل وجہ ای بل فیما یقصد۔

(امعان النظر صفحہ ۲۰۳)

(۲) ان مثل عیسی عنداللہ کمثل ادم کی تشریح میں تفسیر قرطبی میں ہے:

والشیئی قدیشبہ بالشیئی وان کان بینھما فرق کبیر بعد ان یجتمعا فی وصف واحد۔ فان ادم خلق من تراب ولم یخلق عیسی من تراب فکان بینھما فرق من ھذہ الجھتہ ولکن شبہ مابینھما انھما خلقھما من غیراب۔

(۳) شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ تشبیہات کا ضابطہ یہ ہے:

لاتثبت التماثل من کل وجہ بل فیما سیق الکلام لہ ولا تقتضی اختصاص المشبہ بالتشبیہ بل یمکن ان

یشارکہ غیرہ فی ذالک (منہاج السنہ ۴-۸۸)

اور یہ بھی لکھا ہے :

الاختصاص بالکمال لایمنع المشارکۃ فی اصل التشبیہ

ملا قاری لکھتے ہیں :

ان تشبیہ الشیئ بالشیئ یصح من وجہ واحد وان کان لایشبہ من کل الوجوہ کما فی قولہ تعالی ان مثل عیسی عنداللہ کمثل آدم یعنی من وجہ واحد وھو تخلیقہ بغیرابہ (مرقات ۶-۱۸)

شاید شبہ کی علت یہ ہو کہ ہدایہ غیر معصوم کی کتاب ہے جس میں مسامحات اور فروگزاشتیں بھی ہیں اس کی تشبیہ "لاریب فیہ" والی آسمانی کتاب کے ساتھ کیوں دی گئی، تو مندرجہ بالا حوالہ جات سے اس شبہہ کا ازالہ مقصود ہے قرآن کریم میں ہے۔ قل انما انابشر مثلکم اس میں معصوم ومقبول ہستی کی ایک حالت کو غیر معصوم بلکہ غیر مقبول لوگوں کی ایک حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور (ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون) میں صحابہ کی ایک حالت کی تشبیہ کفار کی ایک حالت کے ساتھ دی گئی ہے اور اس میں کوئی محذور نہیں، البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہ تفاوت و تفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ہے لیکن جب اس کے ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا کہ اول آیت میں "یوحی الی" اور دوسری آیت میں متصلاً "وترجون من اللہ مالایرجون" موجود ہے اور یا طرز بیان، سیاق وسباق اور فحوائے کلام بیان تفاوت پر دال ہو تو پھر کیا قباحت ہے؟ آپ اپنی عبارت میں تشبیہ پر غور کریں "ثمامہ بن اثال ؓ نے جب قید و بند سے نجات حاصل کی تو آکر اسلام قبول کیا ٹھیک اسی طرح شیخ عبدالسلام صاحب نے عبدالعزیز کے ساتھ صلح کیا (ٹھیک اس طرح) پر غور کریں۔ (شمشیر شاہنشاہ صفحہ ۷۶)

تفسیر قرطبی میں سورہ الانفال کے اواخر میں اساریٔ بدر کے واقعہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مثلک یا ابابکر مثل عیسی ومثلک یا عمر کمثل نوح علیہ السلام وموسی علیہ السلام۔

نیز منهاج السنہ میں ہے :

شبہ عمر بنوح وموسی شبہ ابابکر بابراھیم وعیسی۔

(۴۔۸۸)

اور اصول السرخسی میں بھی اس طرح ہے۔ (۲۔۱۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرو عمر رضوان اللہ علیہما جو فضیلت ومنقبت کے باوجود غیر معصوم ہیں' ان دونوں کی تشبیہ نوح وموسیٰ علیہما السلام کے ساتھ دی ہے جو معصوم ہیں۔

بلکہ مشکوۃ میں روایت ہے ابی ذر شبہ عیسیٰ بن مریم۔ اور مرقات میں ہے

فالتشبیہ یکون من جھہ التواضع مرقات۔ (۱۱۔۳۳۵)

صحابیٔ رسول غیر معصوم ابوذر غفاریؓ کی تشبیہ خود النبی المعصوم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دی ہے جو معصوم ہیں۔ لیکن یہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں بلکہ صرف جہۃ التواضع کے اعتبار سے ہے۔

فی الشرع من کتب

شرع سے مراد اس مقام میں اعتقادیات نہیں کیونکہ بتلا چکا ہوں کہ آداب اور اعتقادیات کا بیان فقہ کی کتابوں میں متاخرین نہیں کرتے اور الفرعیہ العملیہ کی قید میں بھی اس وضاحت کی طرف اشارہ ہے اس شعر میں "شرع" سے مراد ایمہ فقہ کے اقوال ہیں۔ مثلاً ھدایہ میں امام ابوحنیفہ کے اقوال کا بیان ہے اور جن اقوال میں ان کا

رجوع ثابت ہے ان کا بیان ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے :

وقد يراد بالشرع قول ائمة الفقه كابي حنيفة والثوری

(الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطن صفحہ ۱۱۲)

ہدایہ میں اگرچہ فقہ کے تمام مسائل کا استیعاب نہیں اور ان مختصر جلدوں میں فقہ جیسے بحرزخار علم کا سمانا بھی ناممکن ہے لیکن دماغ کی جتنی ورزش اس کی عجیب وغریب حل اور مشکل عبارتوں سے ہوجاتی ہے اس سے بہتر کتاب فقہ حنفی میں غیر معصومین کی کتابوں میں جو خیر القرون کے بعد مدون ہیں۔ امام صاحب کے مجموعی اقوال کی موجودگی کے لحاظ سے نہیں۔ اور تشبیہ صرف جهة النسخ کے اعتبار سے برائے اظہار شرافت ہے۔ یہ تشبیہ لاریب فیہ۔ معصومیت اور منزل کتاب ہونے کے اعتبار سے قطعاً نہیں وجہ شبہ شعر میں "قد نسخت" موجود ہے تو جس طرح قرآن کے نزول کے بعد آسمانی دیگر کتابیں منسوخ ہو کر ناقابل عمل رہ گئیں۔ اس طرح بندوں کی کتابوں میں اقوال ائمہ مجتہدین کے جمع کرنے اور ان کے مستنبط مسائل کا درج کرنے کی کتابیں جو ہیں۔ ان میں پھر امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ احناف کے اقوال کے جمع کرنے اور ترتیب واستدلال کے لحاظ سے "ہدایہ" گویا دیگر فقہی مدون کتابوں کے لئے ناسخ سمجھئے، اور ہدایہ میں اسلوب بیان بھی غیر متعصبانہ ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں امام شافعی امام مالک اور امام احمد نیز دیگر ائمہ کے قوال اور دلائل کا بھی بیان ہے لیکن ترجیح ائمہ احناف کے اقوال کو روایت و درایت دونوں کے اعتبار سے دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے بعد فقہ کی اکثر کتابوں کی تدوین اس طرز پر ہوئیں اور زمان تصنیف سے لے کر آج تک درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔

بہرحال یہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں۔ بلکہ انقص، غیر اشہر اور غیر معصوم کتاب کی تشبیہ قرآن کے ساتھ دی گئی ہے جو اکمل، اتم اور اشہر ہے نیز عصمت والی کتاب ہے۔ ورنہ اگر من کل الوجوہ حیثیات کا اعتبار کیا جائے تو البخاری کالقرآن کہنا صحیح نہیں چہ جائیکہ "الہدایہ کالقرآن"

صاحب ہدایہ پر اعتراض

لکھتا ہے :

"علامہ مرغینانی فرماتے ہیں ولاتجوز فی القری لقولہ علیہ السلام لاجمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولااضحی الا فی مصر جامع"۔ (ہدایہ صفحہ ۱۶۸)

پھر لکھتا ہے :

"مصنف بے چارے کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ یہ حدیث مرفوع ہے یا حضرت علی کا قول ہے خیر بہر حال فقہائے احناف کا یہی حال ہے کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قول صحابی کے درمیان فرق تو نہیں کرسکتے ہیں"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۷۵)

حقیقت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں :

ذکرہ ابویوسف فی الاملاء مسندا مرفوعا وھو امام فی الحدیث والفقہ فلا یضرہ وقف من وقفہ الخ۔ اگر موقوف بھی ہو تو (ا) ھو مما لایدرک بالقیاس واجمعت ائمۃ اصول الحدیث ان مالایدرک بالرای فی حکم المرفوع ففی اثار السنن عن شرح الفیہ العراقی وما جاء عن الصحابی موقوفا علیہ ومثلہ لایقال من قبل الرای حکمہ حکم المرفوع کذا قال الرازی فی المحصول۔ (اوجز المسالک ا۔ ۳۵۲)

(۲) مولانا گنگوہی لکھتے ہیں :

"جو حدیث موقوف کہ اس میں قیاس کو دخل ہو قول صحابہ کا ہوتا ہے اور ایسے ہی موقوف کو صاحب فتح القدیر حسب قاعدہ اصول فقہ فرماتے ہیں کہ بمقابلہ حدیث مرفوع معتبر نہیں ہوتے اور جو حدیث موقوف کہ قیاس کو اس میں دخل نہ ہو یا وہ موید ومشید مرفوع ہو خود بحکم شرع ہوتی ہے اور یہ اثر علیؓ قسم ثانی سے ہے نہ اول سے کیونکہ شرطیت عبادت کی رائے اور قیاس سے ثابت نہیں ہوسکتے الخ"۔ (اوثق العریٰ صفحہ ۳۱)

ایک تیر پر ۲ شکار اس کو کہتے ہیں کہ اس سے نورستانی صاحب کے ایک اور اعتراض کا دفعیہ ہوا کہ اس نے ابن ہمام کا حوالہ دے کر لکھا ہے :

ان قول الصحابی حجہ فیجب تقلیدہ عندنا اذالم ینفہ شیئ اخر من السنہ۔ (فتح القدیر، المعلوم صفحہ ۵۵)

(۳) حدیث صورۃ موقوف ہے مگر معنی وحکما مرفوع ہے الخ اوثق العریٰ کے ساتھ ملحق رسالہ "القول البدیع صفحہ ۵۹"۔ لہٰذا قول علی "مرفوع حکمی" کے زمرہ میں آتا ہے۔

(۴) علامہ شامی نے لکھا ہے :

ان قول الصحابی انما کان لایدرک بالرای ای بالاجتہاد لہ حکم المرفوع فیکون من کلام الشارع صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مجموعہ الرسائل صفحہ ۴)

(۵) علامہ صدیق بن حسن خاں صاحب مرحوم نے علم کی فضیلت کے بارے میں معاذ بن جبل کی روایت نقل کی ہے۔ پھر لکھا ہے :

وروی ایضا من طرق شتی موقوفا علی معاذ وقد

یقال الموقوف فی مثل ھذا کالمرفوع لان مثلہ لایقال

بالرای۔ (الحد صفحہ ۷)

۶) علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے :

وقدروی الحاکم فی المستدرک ان تفسیر الصحابی

الذی شھدالوحی والتنزیل لہ حکم المرفوع

(الاتقان ۲-۱۷۶)

اور صفحہ ۱۷۹ پر لکھا ہے :

الاخذ بقول الصحابی فان تفسیرہ عند ھم بمنزلۃ

المرفوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور یوسف جے پوری صاحب نے حقیقۃ الفقہ کے صفحہ ۱۲۶ پر یہ قول نقل کیا ہے۔

۷) محمد ناصر البانی اہل حدیث کا قابل فخر محقق ہے۔ اور احادیث کے متعلق اس کا انوکھا اور ایک عجیب طریقہ واردات ہے۔ الحدیث حجۃ بنفسہ کے صفحہ ۹۱ کے حاشیہ پر یہی محسن اہل حدیث لکھتے ہیں :

وھووان کان موقوفا فلہ حکم المرفوع لانہ من

الامور الغیبہ التی لاتقال بمجرد الرای۔

۸) قطر کے ایک قاضی صاحب نے صاوی کے بعض مواضع پر اپنی کتاب "تنزیہ السنہ والقرآن" میں بعض مواضع پر گرفت کی ہے اس مانحن فیہا مسئلہ میں انہوں نے چند مسالک بیان کئے ہیں، آخری اور مختار مسلک یہ لکھا ہے :

وقال قوم ھو حجۃ ان لم یکن للرای فیہ مدخل

واستدل اصحاب القول الخامس بان قول الصحابی

الذی لامدخل لہ فی الرای لہ حکم الحدیث المرفوع

انہ محمل علی توقیف من النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صيانة للدين الاسلامي وهذا هوالمختار۔ (صفحہ ۱۶۹)

اور ڈاکٹر شمس الدین سلفی نے لکھا ہے :

ان مثله لايقال بالرای فله حکم المرفوع۔

(الماتریدیہ ۳-۱۲۷)

ائمہ احناف کی طرح ائمہ اہل حدیث مثلاً نواب صاحب، بے پوری صاحب اور البانی صاحب اور ان کے شاگرد ڈاکٹر صاحب اور خیر سے صاحب الخیر قطر کے قاضی صاحب بھی یہی رای رکھتے ہیں اب بتلائے بے چارہ صاحب ہدایہ ہے یا صاحب حقیقۃ الالحاد ہدایہ کے کتاب الاضحیہ میں ہے :

قالوه سماعا لان الرای لايهتدی الی المقادير

(ہدایہ ۴-۴۴۴)

شاید نورستانی صاحب اس خوش فہمی میں مبتلا ہو ۔

ونُنكر ان شئنا على الناس قولهم
ولا ينكرون القول حين نقول

بطور نمونہ فقہ حنفی کا حوالہ

لکھتا ہے :

"نمونہ کے طور پر آپ بھی پڑھئے لو استاجر امرءة ليزنی بها فزنی بها لايحد فی قول ابی حنيفة"۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۴۱، کنز، قاضی خان)

Scanned by CamScanner

حقیقت

(۱) فقہ کی مدون کتابوں میں بعض ضعیف اور غیر مفتی بھا اقوال شاذا ونادر موجود ہیں‘ مجموعی حیثیت سے ان کتابوں میں معتبر‘ مفتی بھا اور صحیح مسائل مدون کئے گئے ہیں۔ لیکن ہم فقہ حنفی یا کسی بھی فقہ یہاں تک کہ فقہ محمدیہ نامی کتاب کے ایک ایک جزئیہ کے بارے نہیں کہتے کہ ان کتابوں کا ایک جزئیہ بھی خلاف قرآن وسنت نہیں۔ عصمت صرف پیغمبر کے لئے ہے۔

(۲) مسئلہ مذکورہ میں زنا ہونے سے انکار نہیں‘ قابل سزا اور گناہ کبیرہ ہونے میں شک نہیں ہاں عدم مختار قول یہ ہے کہ حد نہیں۔ عبارت میں "لایحد" ہے۔ اور حد لازم نہ ہونے سے اس کا زنا‘ نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

(۳) کنز کے حاشیہ میں مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی نے لکھا ہے :

اما اذا اعطا ھا مالا ولم یشترط (التمکین) ثم جامعھا یحد اجماعا۔

(۴) سزا کی دو قسم ہے۔

(۱) حد : اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

(۲) تعزیر : اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے اس صورت میں تعزیر ہر حال میں اتفاقا ہے۔ مثلاً ترمذی میں ہے "من اتی بھیمۃ فلا حد علیہ" (ابواب الحدود ۲۔۲۷۰) لیکن جمہور کے ہاں حد نہیں اور تعزیر اتفاقا ہے۔ نیز یہ کام بالاجماع غلط‘ اخلاق سوز اور گناہ کبیرہ پر مشتمل ہے اسی طرح جو پیشاب پیے اور پاخانہ کھائے اس پر حد نہیں لیکن یہ کھانا پینا جائز بھی نہیں۔

(۵) در مختار میں ہمارا صحیح قول ملاحظہ کیجئے :

ولا حد بالزنا بالمستاجرۃ لہ ای للزنا‘ والحق وجوب

الحد كالمستاجرة للخلمة۔ (۳۔۱۷۲)

تو ہمارا مختار اور حق قول اس مسئلہ میں در مختار کا ہے۔ پتہ چلا کہ صحیح، مفتی بہ فقہ حنفی کے قول پر یہ لوگ اعتراض نہیں کر سکتے، شاذ اور ضعیف اقوال پر اعتراض کرنا فقہ حنفی کے اسراری گر سمجھتے ہیں تو نمونہ غلط ہے لہٰذا حیرت ختم کر کے فقہاء کے دماغ کی داد دے دیں۔

علامہ نورستانی کا دوسرا نمونہ

لکھتا ہے :

”اس طرح کہتے ہیں کہ مشت زنی بھی جائز ہے بلکہ اگر مرد کثیر الشہوت ہو اور زنا سے ڈرتا ہو اس کے لئے پھر واجب ہے جیسا کہ امام ابن عابدین الشامی فرماتے ہیں واما اذا غلبته الشهوة وليس له زوجة ولا امرءة (امة) ففعل ذالک لتسكينها فالرجاء ان لا وبال عليه كما قال ابوالليث ويجب لوخاف الزنا۔ (شامی) یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے یعنی ”فمن ابتغى وراء ذالک“ اور حدیث کے بھی خلاف ہے کہ ایسے مجرد نوجوانوں کے لئے روزہ رکھنے کا حکم ہے جیسے عبداللہ بن عمرؓ سے (اس کی روایت سے ان کی تحقیق ہوگی؟ امداد) متفق علیہ روایت ہے“۔ (فعلیہ بالصوم صفحہ ۴۲)

حقیقت

① (والذين هم لفروجهم حفظون) (پارہ ۱۸)۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ کام حرام ہے اور اگر بالفرض اگر اس کے جواز پر دلیل بھی ہو تو

بھی مروت کے خلاف ہے۔ پھر لکھا ہے۔ واحمد بن حنبل علی ورعہ یجوزہ
اور مالکیہ اس کو شنیع سمجھتے ہیں۔

تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں ہے :

ولا یحل لہ ان قصد بہ قضاء الشھوۃ لقولہ تعالی والذین ھم لفروجھم حافظون ......الی ان ھم العادون ای الظالمون المتجاوزون فلم یبح الا ستمتاع الا بھما فیحرم الا ستمتاع بالکف الخ۔ (ا۔۳۲۳)

اور "ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم" حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے :

"کہ تحریم الاستمناء کے لئے یہ مالکیہ کا استدلال ہے کیونکہ پیغمبر نے متبادل راستہ بیوی نہ ہونے کی صورت میں روزوں پر مداومت بتلائی ہے"۔

اس کے بعد حافظ صاحب نے لکھا ہے :

وقد اباح الاستمناء طائفۃ من العلماء وھو عند الحنابلۃ وبعض الحنفیۃ لاجل تسکین الشھوۃ فی قول عثمان۔

تو حافظ صاحب بعض احناف کا نام لیتے ہیں۔ جبکہ حنابلہ مطلقاً یاد فرماتے ہیں۔

(۲) ابو ہریرہؓ کا مرتبہ مسلم ہے۔ بخاری کی روایت ہے کہ انہوں نے پیغمبر سے پوچھا کہ میں غربت کی وجہ سے شادی کی استطاعت نہیں رکھتا ہوں اور اپنے آپ پر جوانی کی وجہ سے ڈرتا ہوں اور تین بار پوچھنے کے باوجود پیغمبر پاک خاموش ہوئے ابو ہریرہؓ کو یا معشر الشباب کی روایت معلوم تھا لیکن ان کا سوال جہاد کے اوقات میں سفر کے ساتھ متعلق تھا اور جہاد کی وقعت واہمیت کے پیش نظر اکثر اوقات میں افطار کیا کرتے تھے۔ ویسے تو ابو ہریرہؓ اہل الصفہ میں سے تھے اور حضر میں اکثر اوقات

روزے بھی رکھتے تھے۔ (فتح الباری ۹۔۹۸)

(۳) مولوی صاحب نے شامی کا حوالہ دیا ہے لیکن اس نقل میں کھوٹ ہے کیونکہ شامی کی عبارت میں ہے :

وکان عزبا لازوجۃ لہ ولا امۃ

اور قرآن میں ازواجھم اوما ملکت ایمانھم ہے تو یہ حکم تب ہے جب نوجوان کثیرالشہوۃ ہو اور بیوی یا لونڈی دونوں ندارد۔ لیکن نورستانی صاحب نے لکھا ہے۔ قرآن کریم نے تو شہوت رفع کرنے کی جگہ اپنی لونڈی یا بیوی بتلائی ہے' درست ہے لیکن آپ نے خود نقل کیا ہے کہ مسئلہ تب ہے کہ اسکی بیوی اور لونڈی نہ ہو' جب بیوی یا لونڈی ہو تو مسئلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شامی کی عبارت میں ــــــ "ولیس لہ زوجۃ ولا امۃ" صاف موجود ہے۔

(۴) علامہ شامی نے حافظ ابن حجر اور مفسر قرطبی کی طرح مسئلہ کی نوعیت بتلانے کے لئے یہ مسئلہ مطلب فی حکم الا ستمناء بالکف کی تشریح میں لکھا ہے لیکن خود علامہ شامی نے اسے حدود میں مکروہ لکھا ہے۔

(۵) "انما غلبتہ الشھوۃ" میں "الشہوہ" کا الف لام عہدی ہے' نفس شہوت مراد نہیں' اور شامی نے سراج سے عبارت نقل کی ہے وہ اس کے لئے قرینہ بھی ہے "ان اراد بذالک تسکین الشھوۃ المفرطۃ الشاغلۃ للقلب" یعنی ایسی آخری حالت شہوت کی کہ انسان اضطراراً "بلیتین" سے ایک کی طرف ضرور جائے گا۔ تو اھون البلیتین کی طرف جانے کی بوجہ ضرورت گنجائش سی بتلائی گئی ہے' اور اس ابو اللیث فقیہ کے الفاظ بھی ارجوا ان لاوبال علیہ کے ہیں۔

(۶) علامہ شامی نے یہ بھی لکھا ہے کہ صرف شہوت برائے شہوت اور حصول لذت کے لئے کرنے والا گنہگار ہے' نورستانی صاحب کی عبارت میں گڑبڑ ہے' شامی میں اس طرح نقل شدہ عبارت نہیں۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر ترتیب دے کر عبارت ادھر ادھر کی گئی ہے۔

⑦ علامہ شامی نے زیلعی کا حوالہ دیا ہے :

فان الزیلعی حیث استدل علی عدم حلہ بالکف بقولہ تعالی والذین ھم لفروجھم حفظون۔

⑧ زیلعی کا فتویٰ جو اسی شامی میں ہے اس طرح ہے۔ "قلم یبح الاستمتاع الابھما" اور اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ بیوی یا لونڈی اگر ہو تو پھر اسی طریقہ سے شہوت پورا کرنا سرے سے درست نہیں۔

مندرجہ بالا وضاحت کے بعد مجبوری کی وجہ سے عرض ہے کہ غیر مقلدین کے کتاب عرف الجادی صفحہ ۲۱۴ میں ہے :

"مشت زنی کرنی یا کسی اور طریقہ سے منی کو خارج کرنا اس شخص کے لئے مباح ہے جسکی بیوی نہ ہو اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو واجب یا مستحب ہوتا ہے"۔ (اردو ترجمہ بحوالہ خیر البرامین)

(نوٹ) اس مسئلہ پر رد کرنے کا بہتر انداز وہی تھا جو مقاماً محمودا کے صفحہ ۷۳ میں محمود الحسن رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ اس کتاب کی تخریج و تصحیح مولوی عبدالعزیز نے کی ہے' اس کی صفحہ ۷۴ میں ہے :

"وایضا فی الحدیث ان ید ناکح الید مثل امرءۃ حاملہ یوم القیامہ"۔

محمود الحسن صاحب رستمی کی نقل کردہ حدیث کی تخریج بھی نورستانی صاحب نے نہیں کی اور نہ اس کی تردید کی ہے اور خاموشی اختیار کر چکے ہیں' مناسب تھا کہ حدیث کی تخریج کرتے ورنہ تردید کرتے خود مولوی عبدالعزیز نے لکھا ہے نقل کر کے رد کرنا ضروری تھا۔ (شمشیر شاہنشاہ صفحہ ۵۸)

نیز مندرجہ بالا وضاحت سے العیاذ باللہ یہ قطعاً مقصود نہیں کہ یہ کام درست ہے' صرف یہی مقصد ہے کہ علمی خیانتوں کے ذریعہ اس عبارت میں شامی کے حوالہ سے

ہاتھ کی صفائی سے جو کام لیا گیا ہے وہ اس انداز میں مناسب نہیں۔

نورستانی صاحب نے اس کتاب میں نمونے دئے ہیں صفحہ ۱۹ میں ہے۔ "چند اقوال بطور مشتی نمونہ از خروار" شروع کئے ہیں اس کی حقیقت گزر گئی اور صفحہ ۴۱ میں ان ۲ مسئلوں کے بارے میں لکھا ہے "نمونہ کے طور پر آپ بھی پڑھئے" لیکن ہم نے پڑھا نمونہ نہیں نمونیا ہے خلط بحث اور تلبیس ہے اور حدیث میں ہے :

من غش فلیس منا (ترمذی ابواب البیوع ۱-۲۴۵)

نورستانی صاحب لکھتے ہیں :

"اس طرح فقہ کے کثیر التعداد مسئلے قرآن وحدیث کے صریح الفاظ کے خلاف ہیں اگر سب کو جمع کیا جائے تو اس کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے الخ"۔ (صفحہ ۴۲)

حقیقت

آپ کا نمونہ خراب نکلا اور قرآن وحدیث کے صریح الفاظ کے خلاف کی رٹ لگانا آپ لوگوں کی طبیعت بن چکی ہے آپ کی جمع کرنے اور کروانے کی ضرورت بھی نہیں آپ کے بڑوں نے آپ سے پہلے دفتر کے دفتر لکھے ہیں ان میں سے یہ ۲ مسئلے آپ کو اچھی خاصی وزن کے حامل معلوم ہوئیں، ان ۲ نمونوں کی حقیقت بتلانے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ گندم نما جو فروش والا معاملہ اچھا نہیں ہوتا، قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

علم تاریخ کے حوالوں کی حقیقت

نورستانی صاحب کے دلائل کا معیار تاریخ بھی ہے کتاب کے آخر میں لکھا ہے :

"کتاب وسنت وتفسیر و تاریخ است معیارم"

لیکن یہ ایک اٹل اور مسلمہ حقیقت ہے کہ تاریخ تاریک ہے، خلاف قرآن وسنت تاریخ دیوار پر پھینکنے کے قابل ہے۔ حافظ عراقی "فرماتے ہیں ۔

والعلم الطالب ان السيرا
يجمع ماقد صح وما قدنكرا

"طالب جان لے کہ علم تاریخ وسیر، صحیح اور منکر سب کو جمع کرلیتا ہے"۔

جماعت الدعوۃ کا ایک رسالہ ہے "دعوت" شمارہ محرم، صفرا لمظفر ۱۴۱۰ھ، اس کے صفحہ ۳۸ میں ہے۔

مذهبان انتشرا في مبداء امرهما بالرياسة والسلطان
مذهب ابی حنيفةؒ من اقصى المشرق الى اقصى افريقه
ومذهب مالک فی بلاد اندلس۔ وفيات الاعيان۔

نورستانی صاحب نے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے "امام ابو یوسف "منصب قضاء پر ۱۷۰ھ میں فائز ہوئے" لیکن حنفیت اس کی قضاوت سے پہلے دنیا کے چپے چپے تک پہنچی تھی۔ امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں :

"کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے لوگوں کو قاری حمزہ کی

قرات اور امام ابو حنیفہ" کی فقہ پر پایا ہے"۔

اس طرح حکیم اہل حدیث امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بھی فرما چکے ہیں "الدعوت" کی عبارت ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ کی ہے۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے۔

قال ابو محمد علی بن احمد المعروف بابن حزم الاندلسی منهبان انتشرا۔ (۶۔۱۴۴ تا ۱۴۵)

اس تاریخ میں ہے :

"کہ ابوالعباس کا قول ہے کان لسان ابن حزم وسیف الحجاج شقیقین وانما قال ذالک لکثرۃ وقوعہ فی الائمۃ" (۳۔۳۲۷ تا ۳۲۸)

اور (۱۔۱۶۹) میں ہے :

"لم یکد یسلم منہ احد"۔

اس سے تقریباً کوئی بھی نہیں بچا ۔

بوئے گل' نالہ دل' دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا پریشان نکلا

ابن خلکان کی تاریخ میں ایک غیر مقلد بادشاہ کا ذکر بھی آتا ہے۔

وکان قدعظم ملکہ واتسعت دایرۃ سلطنتہ حتی انہ لم یبق بجمیع اقطار بلاد المغرب من البحر المحیط الی برقعہ الا من ہو فی طاعتہ وادخل فی ولایتہ الی غیر ذالک من جزیرۃ الاندلس۔

اور اس کا نام تھا ابو یوسف یعقوب بن ابی یعقوب۔

اگر پیمانہ اپنوں اور پرایوں کے لئے ایک ہو تو اندازہ لگایئے کہ احناف کے قاضی

ابو یوسف کی قضاءت زیادہ پائیدار اور وسیع تھی یا اس امیر ابو یوسف غیر مقلد کا حدود اربعہ کہ وہ براہ راست بادشاہ تھے۔ اس غیر مقلد بادشاہ نے پانچوں نمازوں کی پابندی کا حکم دیا تھا اور جن وزیروں کے بارے میں قوم کو شکایت تھی ان کو موت کے گھاٹ بھی اتارا تھا بعض اوقات شرابیوں کو قتل بھی کیا ہے' اس کے دستور کا اساسی پہلو یہ تھا:

وامر برفض فروع الفقه وان العلماء لا یفتون الا بالکتاب العزیز والسنة النبویة ولا یقلدون احدا من الائمة المجتهدین المتقدمین الخ۔ (دیکھئے ابن خلکان ۷۔۱۲ المنصور الموحدی نمبر ۸۲۹)

کیا یہ ہے عدم تقلید کی ابتدا اور اس کی ترقی کا سبب؟

نورستانی صاحب لکھتا ہے:

"دین اسلام مذاہب مروجہ کے اندر محصور نہیں اور کسی ایک کے مذہب سے نکلنا اسلام سے نکلنا بھی نہیں کیونکہ یہ مذہب خود نو پیدا ہیں' عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم' تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں نہیں تھے بلکہ خود ائمہ اربعہ کے زمانہ میں بھی نہ تھے' جب یہ مذاہب اربعہ نو پیدا ہیں تو معیار حق وباطل کیسے بن سکتے ہیں"۔ (صفحہ ۳۱)

حقیقت

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے لکھا ہے:

"حنفی اور شافعی ہونا جزو ایمان نہیں ورنہ صحابہ وتابعین کا غیر مومن ہونا لازم آتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۵۔۳۰۰)

اور احناف میں سے ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی بننے کی تکلیف نہیں دی ہے"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۲)

یہ الگ بات ہے کہ ان سب کے باوجود تعارف کے لئے یہ اطلاقات اس طرح ہیں۔ جیسے سلفیہ۔ ظاہریہ۔ غزنویہ۔ ثنائیہ۔ روپڑیہ۔

اگر مذاہب اربعہ نو پیدا ہیں۔ تو جمعیت اہل حدیث کی بنیاد کیا صحابہ کے دور میں رکھی گئی ہے؟

تراجم علمائے حدیث ہند کے صفحہ ۳۴۶ میں ہے :

"سید محمد داؤد غزنوی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث کی بنیاد رکھی اور ۲۴ر جولائی ۱۹۴۸ء کو جمعیت کا اجلاس تقویۃ الاسلام لاہور منعقد ہوا جس میں سید داؤد صاحب صدر جمعیت منتخب ہوئے"۔

پتہ چلا کہ جمعیت اہل حدیث فرقہ کی عمر پاکستان کی عمر سے بھی تقریباً ایک سال کم ہے اور تبع تابعین کے دور میں جو مذاہب تھے۔ ان کی نسبت تو جمعیت اہل حدیث دودھ پیتی بچی بھی نہیں۔

نورستانی صاحب کی "الخطط" کا حوالہ

یہ رطب ویابس معلومات سے پر علامہ مقریزی کی تالیف ہے اول حنفی تھے پھر شافعی مذہب اختیار کیا تھا۔ اسی الخطط کے (۱-۴۳۰) میں (المشہد الحسینی) کے عنوان کے تحت ایسے بے بنیاد واقعات ہیں جو ایک شیعہ مقرر کے لئے ۱۰ محرم کو گلگت اور پاڑہ چنار میں تقریر کے وقت کام آسکتے ہیں۔ نورستانی صاحب نے اس کتاب کے صفحہ ۳۲ پر حوالہ دیا ہے۔ اور اختصار یا شاید کسی اور مقصد کے لئے درمیان میں ایک پیراگراف شعوری یا غیر شعوری طور پر نہیں لائے ہیں، اس عبارت میں یحییٰ کے علم وفضل کا بیان ہے :

وکان قد حج وسمع الموطا من مالک الاابوابا وحمل

عن ابن وهب وعن ابن القاسم وغيره علماء كثيرا۔

(المقتطف صفحہ ۳۳۳)

اسی تاریخ میں یہاں یہ عبارت ہے :

وقد کان مذهب الامام مالک ادخله الی الاندلس زياد بن عبدالرحمن الذی يقال له بسطور قبل يحيی وهذا اول من ادخل مذهب مالک الاندلس۔

اور ساتھ یہ بھی ہے :

وعادت الفتيا اليه وانتهی السلطان والعامه الی بابه۔

نیز ابن خلکان نے لکھا ہے کہ :

"یحییٰ بن یحییٰ عاقل الاندلس تھا اور مالک رحمہ اللہ کو فرمایا تھا انما جئت من بلدی لانظر اليک واتعلم من هديک وعلمک ولم اجی لانظر الی الفيل۔ (ابن خلکان ۶۔۱۴۴)

اور ابن خلکان نے یہ بھی لکھا ہے :

عفيفا من الولايات متنزها جلت رتبته عن القضاء۔

اور لکھا ہے کہ :

ان يحيی بن يحيی لم يل قضاء قط ولا اجاب اليه

(۶۔۱۴۴،۱۴۵)

مندرجہ بالا تاریخی واقعات کی روشنی میں درج ذیل اشارات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) یحییٰ بن یحییٰ سے بھی پہلے اندلس میں امام مالک کا مسلک زیاد بن عبدالرحمن کی وساطت سے موجود تھا۔

(۲) امام مالک کے شاگردوں میں یحییٰ بن یحییٰ انفرادی حیثیت رکھتے تھے اور امام مالک

انہیں بہت پسند کیا کرتے تھے۔

(۳) انہوں نے موطا جیسی بنیادی کتاب کا اکثر حصہ امام مالکؒ سے بلاواسطہ سنا اور امام مقرزیؒ کی شہادت کے مطابق اس نے علم کثیر حاصل کیا۔

(۴) عوام الناس بلکہ بادشاہ وقت اس کے علم و فضل کی وجہ سے دروازے پر عاجزی دیتے تھے۔

(۵) دنیاوی عہدوں اور شاہانہ دبدبوں اور جاہ حشمت سے اپنے آپ کو دور رکھتے تھے۔

(۶) قضاء کا عہدہ انہوں نے کبھی قبول نہیں کیا تھا۔

ان امور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیاوی لالچ کی بل بوتے پر نہیں بلکہ اخلاص اور علم دوستی کی وجہ سے یہ شاہ وقت کے لئے قیمتی سرمایہ تھے اور علم و فضل کی بنیاد پر اپنے استاد، امام دارالہجرہ کے بتلائے ہوئے مسائل عوام کو بتلاتے تھے بہرحال یحیٰی خود کبھی قاضی نہیں بنے۔

اور ایقاظ الفھم کے صفحہ ۵۷ میں ہے۔

وحکی اهل التواریخ الذی شاع مذهب مالک رحمه الله بالاندلس انما هو عیسی بن دینار وانما کان یعمل بمذهب الاوزاعی ومکحول۔

الخطط کے صفحہ ۳۳۲ میں ہے :

واتباع اهل الکوفة فی الاکثر فتاوی عبدالله بن مسعود۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا مجتہد ہونا بالکل مسلم ہے۔ (دیکھئے حقیقۃ الالحاد صفحہ ۴۸)

اس بحث کے آخر میں اسی تاریخ میں یہ عبارت ہے :

والتی لفقهاء هذه الامصار فی طول هذه الملة بوجوب

اتباع ھذہ المذاھب وتحریم ماعداھا والعمل علی ھذا
الی الیوم وقد تبینا الحال فی سبب اختلاف الامۃ
منذ توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ان
استقر العمل علی مذھب مالک والشافعی وابی حنیفۃ
واحمد بن حنبل رحمھم اللہ۔ (۱ خطط ۲۔۳۴۴)

اگر تاریخ است معیارم مطلقاً صحیح ہو تو مقدمہ ابن خلدون کی ایک عبارت پڑھیے :

وقف التقلید فی الامصار عند ھؤلاء الاربعۃ ودرس
المقلدون لمن سواھم (۱۔۴۴۷)

قاضی ابن عثمان اور علامہ نواب صدیق بن حسن خان

مولوی صاحب لکھتے ہیں :

"قاضی ابن عثمان دمشقی اول وہ شخص ہے جو شام میں شافعی مذہب لے کر گھسے اور دمشق کی قضاء پر فائز ہوئے اور مذہب شافعی پر فیصلے کرنے لگے اور جو مختصر مزنی کو یاد کرتا۔ سو دینار اس کو انعام کے طور پر دیا کرتے تھے"۔ (حقیقۃ الالحاد ۳۴)

حقیقت

انعام اور حوصلہ افزائی کے لئے یہ طریقہ درست ہے آخر اس میں کیا الحاد اور قباحت ہے تراجم علمائے حدیث ہند ایک تاریخی دستاویز ہے۔ ناشر مرکزی جمعیت طلبہ اہل حدیث ہے اس کے عدد مسلسل ۵۵ کے صفحہ ۲۰۹ میں ہے عبدالتواب غزنوی مرحوم۔ حضرت نواب صدیق خان مرحوم نے کتب احادیث کے حفظ پر انعام کا اعلان

فرمایا اور صحیح بخاری پر ایک ہزار روپیہ انعام مقرر کیا تو آپ نے بھی اس حفظ کا التزام کیا۔ جب ۳ پارے حفظ ہو گئے۔ حضرت نواب صاحب کی خدمت میں اطلاع کی۔ ممدوح نے تا ختم ۳۰ روپیہ ماہوار وظیفہ کا اعلان صادر فرمایا مگر افسوس کہ صدور فرمان سے ۱۵ویں روز ادھر نواب صاحب نے رحلت فرمائی اور ادھر سعی ناتمام ہو کر رہ گئی مگر اس ذوق سے آپ بالکل نا آشنا نہ ہو گئے بلکہ وقتاً فوقتاً اسے جاری رکھا۔

دیکھا آپ نے مسئلہ انعام کا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ عبدالتواب صاحب نواب صاحب کی رحلت کے بعد یہ سعی اس لئے ناتمام چھوڑ گئے کہ ماہوار وظیفہ نہیں ملتا تھا۔ حاشا وکلا بلکہ شاید نواب صاحب کی وفات کی وجہ سے وہ یوں غم سے نڈھال ہوئے ہوں گے کہ حافظہ پہلے کی طرح کام نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ عبدالتواب صاحب اس وقت تقریباً ۱۹ سال کے نوجوان تھے اور عین شباب کے وقت محسن کا وفات کوئی معمولی غم تو نہیں۔ مزنی کے حفظ پر سو دینار اور بخاری کے حفظ پر ایک ہزار روپیہ کا انعام مقرر تھا۔ اور مختصر مزنی میں بھی احادیث کے خلاف مسائل تو نہ تھیں۔

ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ کیجئے ''ابوالمکارم محمد علی' عدد مسلسل نمبر ۱۳۰

> ''اس دور میں کسی مقلد نے نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے پر ایک رسالہ لکھا جس کا جواب آپ نے ''اللجن المحمدیہ'' کے نام سے دیا۔ نواب صاحب کے ملاحظہ سے جب آپ کا یہ رسالہ گزرا۔ ازراہ قدردانی ۳۰ روپے ماہوار وظیفہ مقرر فرمایا۔
>
> (تراجم علمائے حدیث ہند صفحہ ۳۴۰)

حیوۃ الحیوان کا مطالعہ مولوی صاحب نے ضرور کیا ہوگا۔ خصوصاً سانپ کے اس واقعہ کے لئے دیکھا ہو گا جو اس کی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر ہے' جس میں خیر سے تقریب بھی تام نہیں۔ اسی حیوۃ الحیوان میں اسی ''حیہ'' کے فوراً بعد لکھا ہے کہ مسئلہ مصراۃ میں جب ہارون الرشید کی تسلی و تشفی عمر بن حبیب کے ذریعہ ہوئی تو دعائیں دیں ثم امرلی بعشرۃ آلاف درھم (صفحہ ۳۹۹ بحث اللحیہ)۔

اور ہدبہ بن خالد نے صبح چائے کے ناشتہ کے وقت مامون کو ایک حدیث سنادی فامرلی بالف دینار (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲۲)۔ اور جب مامون کو پتہ چلا کہ ابوحذیفہ بخاری نے آپ سے روایت کی ہے تو اسے دس ہزار درھم دینے کا آرڈر صادر فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۳۲)

بتلانا صرف یہ ہے کہ کسی طالب علم کے لئے خواہ فقہ کا ہو یا بخاری کا یا حدیث کے استاد اور راوی ہو۔ اگر اسے ازراہ قدردانی' بطور انعام برائے حوصلہ افزائی کچھ رقم دیا جائے تو محمود عمل ہے نہ کہ الحاد اور بے دینی۔

باب چہارم

رای اور اھل الرای کی حقیقت

ہر ایک شخص اپنے لئے اچھا اور دوسروں کے لئے برا نام تجویز کرتا ہے۔ نورستانی صاحب اپنے آپ کو اہل حدیث، اصحب الحدیث، اہل الاثر اور اصحب الاثر نام کا پروپیگنڈا، بطور ایک خاص فرقہ کے کرتا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کو امام اھل الرای اور اصحب کو اھل الرای کہنے پر مصر ہے۔

رای ۲ قسم ہے محمود اور مذموم، جو رای قرآن کے کسی آیت میں یا حدیث میں اس حد تک استعمال ہو کہ اس سے واقعی شرک وبدعت اور الحاد و کجروی کی راہ ہموار ہوتا ہو۔ یا تحریف کو "تاویل" کا نام دیا ہو وہ رای مذموم ہے جیسا کہ مقلدین کے لئے بطور مثال مولوی نورستانی صاحب کا یہ آیت لانا واذ قال الله یاعیسیٰ أانت قلت اللناس الخ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۱۸)

کیونکہ مقلدین نے کبھی بھی امام ابو حنیفہؒ کو قولاً اور عملاً الٰہ نہیں بنایا جیسا کہ امام بخاری کو قولاً عملاً کسی نے "الٰہ" نہیں بنایا۔

تفسیر قرطبی میں ہے :

کل ما یورده المخالف من الاحادیث الضعیفة والاخبار الواهیة فی ذم القیاس فهی محمولة علی هذا النوع من القیاس المذموم الذی لیس له فی الشرع اصل

معلوم۔ (آٹھواں پارہ صفحہ ۱۱۲)

نیز اصول السرخسی میں ہے :

لقد کانوا مجمعین علی ترک الرای بالکتاب والسنۃ۔

(۲-۶۶)

نیز اسی کتاب میں ہے کہ جس مسئلہ میں نص نہ ہو تو اس میں رای اور اجتہاد اور اس پر عمل باتفاق صحابہ درست ہے ہاں اگر نص ہو تو اتفاقاً درست نہیں۔

انھم کانوا مجمعین علی جواز العمل بالرای فیما لانص فیہ وکفی باجماعھم حجۃ۔ (اصول السرخسی ۲-۱۳۲)

اور قرآن وحدیث کے نصوص کی موجودگی میں رای اور قیاس مذموم ہے کیونکہ نص کے مقابلہ میں صرف قیاس لینا شیطان کا کام ہے اور جو قیاس ورای کو حدیث پر مقدم کرتا ہے تو مذموم ہے اور مجتہد کا اجتہاد وہاں ہے جہاں قرآن وحدیث کے صراحۃً نصوص موجود نہ ہو یا متعارض روایات ہو ہاں جب صراحۃً کوئی حکم قرآن وحدیث میں نہ ہو تو ان نصوص سے مغز اور موتیاں نکالنا مجتہدین کا کام ہے اسی طرح مختلف دلائل کی صورت میں مجتہد کی ترجیح کا اعتبار مقلد، حسن ظن اور اعتماد کی وجہ سے کرتا ہے۔ تو رای محمود کی حوصلہ افزائی ہے اور رای مذموم کی حوصلہ شکنی، مجتہد کی رائے مذمت کا مستحق نہیں وہ تو ہداۃ مہتدین ہیں۔ تو ایک رای کی قیاس دوسرے پر قیاس علی الضد ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ خود قیاس ورای کی مذمت کرتے ہیں اور پھر خود بدیہی البطلان قیاس "رای مذموم" سے کرتے ہیں۔

رای محمود استعمال کرنا ناگزیر نصوص سے ثابت ہے، شاورھم فی الامر اور امرھم شوری بینھم قرآن میں ہے اور مشورہ میں رای کا استعمال ناگزیر ہے یہ رای محمود ہے۔ طعن والی رای مراد نہیں۔

لکھتا ہے :

امام ذہبی میزان میں فرماتے ہیں "ابوحنیفۃ الکوفی امام اھل الرای"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۸)

حقیقت

عبدالعزیز صاحب نے صفحہ ۲۱ میں شرح العقیدہ سے حکایت نقل کر کے نتیجہ نکالا ہے :

"یہ ہے امام صاحبؒ کی جلالت شان اور حدیث کی قدر دانی اور حدیث کے سامنے ہر قسم کے آراء و قیاسات کے ہتھیار ڈالنا"۔

جب یہ اٹل حقیقت آپ کو علم ہے تو دیگر مبہم عبارات جمع کرنے کا کیا فائدہ۔ آپ کے صفحہ ۹۰ پر جو کچھ ہے وہی تو نہیں کہ :

"صدیوں کی بات کو اس دور پر فتن میں صرف فتنہ کے لئے چھپواتے ہیں"۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ :

"ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ یوں ہی میں نص صریح کے باوجود اگر رآی لیتا تو پیشاب کرنے کی وجہ سے غسل کا فتوی دیتا کہ اتفاقاً نجس ہے اور منی کے نجس ہونے اور نہ ہونے میں تو اختلاف ہے اس کے نکلنے سے وضو کا فتوئی دیتا۔ اور فتوئی دیتا کہ مونث چونکہ صنف نازک اور ضعیف ہے لہٰذا اسے مذکر کا ڈبل حصہ دینا چاہئے' (لیکن یہ فتوے اس لئے نہیں دیتا کہ حدیث کے سامنے آراء کے ہتھیار ڈالتا ہوں)"۔ (مرقات ۲-۸۵)

امام ذہبیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے جو مناقب ذکر کئے ہیں وہ "مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ" کے نام سے الگ رسالہ کی شکل میں شائع ہے صفحہ ۲۰ پر ہے کہ :

"امام ابو حنیفہ حدیث بلکہ صحابہ کے اقوال کی موجودگی میں رآی سے کام نہیں لیتے تھے"۔

اگر طعن امام پر اس لئے ہو کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کے دھنی ہے تو بہتان ہے ہاں شرائط کے ساتھ قیاس' مجتہد کا ہتھیار ہے۔ تفسیر قرطبی میں ہے :

ان القیاس اصل من اصول الدین وعصمۃ من عصم المسلمین یرجع الیہ المجتھدون ویفزع الیہ العلماء العاملون یستنبطون بہ الاحکام وھذا قول الجماعۃ الذین ھم الحجۃ ولا یلتفت الی من شذ عنھا۔

(پارہ ۸ صفحہ ۱۱۲)(قال انا خیر منہ)

اور اگر یہ طعن اس لئے ہے کہ امام صاحب' حدیث پر قیاس مقدم کرتے تھے لہٰذا امام اھل الرآی ہے تو علامہ ذھبی کے مناقب ہی کی بحث سے علامہ ابن حزم کا قول دیکھئے :

قال ابن حزم' جمیع اصحاب ابی حنیفہ مجمعون علی ان مذھب ابی حنیفہ : ان ضعیف الحدیث اولی عندہ من القیاس والرای۔ (مناقب صفحہ ۲۱)

نیز ابن حزم کا یہ جملہ سخاوی کے حوالہ سے مرقات ۳۔۲۶ میں اور الحد صفحہ ۱۳۹ پر بھی موجود ہے' اور امام کاسانی نے لکھا ہے :

انہ کان من صیادلۃ الحدیث وکان مذھبہ تقدیم الخبرو ان کان فی حد الاحاد علی القیاس بعد ان کان راویہ عدلا۔ (بدائع الصنائع ۵۔۱۸۸)

آپ کے اقرار اور ابن حزم کے مذکورہ اجماع کے بعد آپ کا یہ لکھا ہوا درست نہیں "علامہ عبدالکریم شہرستانی الملل والنحل میں لکھتے ہیں :

"بارہا انہوں نے قیاس جلی کو ان احادیث پر مقدم کیا ہے جن کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔ انتہی"۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں :

ردا للجاهل بعلم الامام الاعظم والمجتهد الاعلم الذی صار عياله فی الفقه جميع الفقهاء وقد انفرد بكونه تابعيا من بين المجتهدين من العلماء حيث قال فی حقه لم يبلغه حديث المنع او بلغه فخالفه بالرای والدفع۔

(مرقات ۴۔۲۰)

عبدالعزیز صاحب نے آخر میں الملل والنحل کا حوالہ دیا ہے تو سب سے پہلے اس لکھے ہوئے کی حقیقت دیکھ لیں۔

الملل والنحل کی حقیقت

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

وبالجملة فالشهرستانی يظهر الميل الی الشيعة اما باطنه واما مداهنة لهم فان هذا الكتاب الملل والنحل صنفه لرئيس من رؤسائهم۔ (منهاج السنۃ ۳۔۲۰۹)

اس کی وجہ بھی شیخ الاسلام نے صفحہ ۲۰۷ پر ذکر کیا ہے :

"امام ابن تیمیہ ہمارے اور مولوی عبدالعزیز دونوں کے ہاں ہردل عزیز ہیں"۔ (دیکھئے المعلوم ص ۲۶)

لیکن رعب ڈالنا مقصود نہیں۔ اسی معلوم کے صفحہ ۴۶ میں ہے اگر امام ابن تیمیہ کا قول بھی قرآن وحدیث کے خلاف ہو تب بھی اہل حدیث ماننے کے لئے تیار نہیں، شاباش۔ لیکن اس قول کے بارے میں یہ بھی تو نہیں کہا جا سکتا۔ اگر مان لے بہتر ورنہ

اپنا ارشاد ملاحظہ ہو :

"احناف (نام نہاد آج کل کے اہل حدیث' امداد) ایک شخص کو تو بالکل کھڈے میں گراتے ہیں لیکن جب اپنا مطلب ہو تو بڑھ چڑھ کر اس کی بات سے استدلال کرتے ہیں"۔

(حقیقۃ الالحاد صفحہ ۵۷)

المنتقی للذہبی کی تعلیق کے صفحہ ۱۰۱ پر ہے :

نقل الحافظ الذہبی فی تاریخ الاسلام عن ابن السمعانی تلمیذ الشہرستانی انہ کان متھما بالمیل الی اھل القلاع (یعنی الاسما عیلۃ) والدعوۃ الیھم والنصر لطاماتھم وانہ قال فی التحبیر' انہ متھم بالالحاد والمیل الیھم غال فی التشیع۔

آمدم بر سر مطلب امام ابوحنیفہ حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر مقدم نہیں کرتے اور شقیق بلخی سے امام شعرانی نقل کرتے ہیں :

وابعد ھم عن القول بالرای فی دین اللہ۔

(مقدمہ میزان الکبری صفحہ ۷۰)

تقریر ترمذی میں ہے :

ان من داب الامام ابی حنیفہ انہ یترک القیاس فی مقابلۃ قول الصحابی فضلا عن ان یبین حلھث النبی علیہ السلام کما صرح بہ المحققون من علمائنا۔

(صفحہ ۳۷)

اگر یہ مطلب ہو امام اھل الرای سے کہ وہ چاہے مذموم قیاس ہو یا نص کی موجودگی میں قیاس ہو ایسے کرنے سے امام اھل الرای ہے تو بہتان ہے وہ تو فرماتے

ہیں بعض (مذموم) قیاس سے مسجد میں پیشاب کرنا بہتر ہے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں :

وکیع سمعت ابا حنیفۃ یقول' البول فی المسجد احسن
من بعض القیاس۔ (مناقب الامام صفحہ ۲۱)
اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ لامام۔
(الصیمری صفحہ ۱۳' نیز ایقاظ الھمم صفحہ ۲۲)

سفیان بن عیینہ تبع تابعی حکمائے اہل حدیث میں سے تھے' دیکھئے حقیقۃ الالحاد صفحہ ۸۳۔ ان کی وفات ۱۹۸ھ میں ہوئی رضی اللہ عنہ' ان کا قول علامہ ذہبیؒ نے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو۔

سفیان بن عیینۃ یقول' شیٔان ماظننتھما ان یتجاوزا قنطرۃ
الکوفۃ' قراءۃ حمزۃ ورای ابی حنیفۃ وقد بلغا الآفاق۔
(مناقب الامام صفحہ ۲۰)

حکیم اہل حدیث کی زندگی میں فقہ حنفی چار دانگ عالم میں پہنچ چکی تھی۔ یحییٰ بن معین کی وفات ۲۳۳ھ میں ہوئی' ابن خلکان ان کا قول نقل کرتے ہیں :

القراءۃ عندی قراءۃ حمزۃ والفقہ فقہ ابی حنیفۃ علی
ھذا ادرکت الناس۔ (ابن خلکان ۵-۴۰۹)

بہرحال ۱۰۷ھ میں حکیم اہل حدیث کی ولادت ہے اور وفات ۱۹۸ھ ہے' اگر ان کی یہ یادداشت ۶۰ (ساٹھ) سال سے بھی فرض کرلیں تو یہ ۱۶۷ھ کی بات ہوگی یعنی ۱۶۷ھ میں حکیم اہل حدیث کے زمانہ میں فقہ حنفی اطراف عالم میں پہنچ چکی ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کیجئے' امام ابویوسفؒ ہارون الرشید کے دور میں ۱۷۰ھ میں قضاء کے عہدے پر فائز ہوئے' دیکھئے نورستانی صاحب کی تحقیق صفحہ ۳۲۔ تو تاریخ دانوں کے اس قول کے لئے کونسی دلیل ہے کہ حنفیت حکومت کے ذریعہ پھیلی ہے' ویسے تو اسلام کے مخالفین بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ' ابن اخلدون وغیرھا کی تقلید جامد مناسب نہیں تحقیق بہتر ہے۔

اگر امام اھل الرای سے مراد یہ ہو کہ وہ رای محض لیتے اور اس کا رشتہ سنت سے یکسر منقطع ہوتا تو غلط ہے کیونکہ ایسی رائے کوئی متبع اسلام اختیار نہیں کر سکتا۔ امام صاحب کے قواعد تو پکے تھے۔ جیسا کہ صفحہ ۸۴ پر نورستانی صاحب نے لکھا ہے۔

اصل ابی حنیفۃ فی الکلام کاصول اصحاب الحدیث۔

اگر رای سے صرف قیاس واستنباط کی صلاحیت ہو فقط تو الانصاف میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی درست نہیں کیونکہ امام احمد اور اسحاق بلکہ امام شافعی میں یہ صلاحیت تھی۔ حالانکہ قیاس کرنے کے باوجود یہ ائمہ اھل الرای نہیں۔ آخر میں شاہ ولی اللہ ؒ نے یہ صورت متعین کیا ہے۔

المراد من اهل الرای قوم توجهوا بعد المسائل المجمع علیها بین المسلمین او بین جمهورهم الی تخریج علی اصل رجل من المتقدمین فکان اکثر امرهم حمل النظیر علی النظیر والرد الی اصل من الاصول دون تتبع الاحادیث والاثار۔

لیکن یہ بھی "اھل الرای کی تعریف ہے۔ الانصاف کے اردو ترجمہ کے صفحہ ۱۴۰ میں بھی ہے۔ اور حقیقۃ الالحاد میں بھی ہے صفحہ ۳۰

"دعوت" جماعت الدعوۃ الی القرآن والسنۃ کا رسالہ ہے۔ محرم، صفر ۱۴۱۰ھ کے شمارہ میں صفحہ ۳۴ پر ہے :

"ثابت شد کہ امام اعظم ابو حنیفہ "اہل حدیث بود"۔

تو اہل حدیث کیا اس طرح ہوتے ہیں؟ اور کیا یتیم فی الحدیث بھی "اہل حدیث" ہو سکتا ہے؟

التعلیق المجد کے مقدمہ میں صفحہ ۳۱ پر مولانا عبدالحیٔ نے لکھا ہے کہ :

"امام احمد سے پوچھا گیا کہ امام مالکؒ بھی رای پر چلتے تھے؟ فرمایا
کہ ہاں لیکن ابو حنیفہ اس کی نسبت زیادہ چلتے تھے۔ اور رای
ابو حنیفہ کی طرح رای کا اثبات اوزاعی اور مالک کے لئے بھی امام
احمد سے نقل کیا گیا ہے"۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۲)

کتابوں میں ربیعۃ الرای کا نام بہت آتا ہے۔ مولانا عبدالحئ لکھنوئیؒ نے لکھا ہے
ھلال بن یحیٰ بن مسلم الرای البصری کو بھی لوگ رای کہتے تھے :

لسعۃ علمہ وکثرۃ فھمہ کما قیل ربیعہ الرای۔

(الفوائد البھیہ صفحہ ۲۲۳)

بعض چند حوالے مقدمہ میں تعصب کی وضاحت میں گزر چکے ہیں۔

شیعہ اور رای

شیخ الاسلام نے شیعہ کا اعتراض نقل کیا ہے فصل قال الرافضی وقال
بالرای والحدس والظن اور پھر اسے شیخ الاسلام نے جواب دیا ہے کہ عمرؓ اکیلے رای
کے ساتھ مخصوص نہیں جناب علیؓ سب سے زیادہ قول بالرای فرمایا کرتے تھے۔ ذرا
آگے چل کر لکھا ہے :

ومعلوم ان الرای ان لم یکن مذموما فلا لوم علی
من قال بہ۔ (منہاج السنہ ۳-۱۵۶)

علامہ شاطبی اور رای

آپ الاعتصام میں لکھتے ہیں :

الرای المذموم وھو معارضہ المنصوص۔ (۲-۳۳۵)

اور (۲-۳۳۴) میں ہے کہ اھل الرای سے کبھی کبھی اھل البدع بھی مراد ہو سکتے ہیں اس لئے مولوی صاحب کا فریضہ تھا کہ مبہمات کی وضاحت کرتے۔ شاطبیؒ کی عبارت ہے :

قال ابوبکر بن ابی داودؒ اھل الرای ھم اھل البدع (رای مذموم) وھو القائل فی قصیدتہ فی السنہ ۔

ودع عنک اراء الرجال وقولھم
فقول رسول اللہ ازکی واشرح

(ایقاظ الھمم صفحہ ۱۲)

یقیناً اگر ایک طرف حدیث نبوی صراحتہً ہو اور دوسری طرف بالکل ہی حدیث اور دلیل نہ ہو۔ اور صرف رای سے عبادت سمجھ کر "ثواب" حاصل کرنے کے جذبہ سے مخترع عبادت کرلے تو یہ بدعتی اگر نہیں تو اور کیا ہوگا؟ بدعتی اور دین کا دشمن ہوگا۔ المعلوم کے آخر میں "ودع عنک اراء الرجال" شعر موجود ہے تو صاحب شعر کا مطلب اس لئے بیان کیا کہ صاحب الیست اوری بمافیہ۔
اور یہ عبارت بھی اس شخص پر محمول ہے جو اعلام سے صفحہ ۲۲ پر مولوی صاحب نے نقل کیا ہے :

من قلدّ فقہ الرجل ان یقلد دینہ الرجال۔

جو نصوص کی موجودگی میں تقلید جامد کرتا ہے۔ ورنہ جب ایک مجتہد مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی تقلید جائز نہیں تو ابن حجر وامثالہ کی تقلید ان کی تصحیح وتضعیف میں کیوں کی جاتی ہے۔ تصدیق یا شہادت کی آڑ بھی اگر کوئی لے تو ان کے قانون کے مطابق پھر یہ تقلید بھی درست نہیں ہم تو کہتے ہیں کہ غیر مجتہد کے لئے مجتہد کی تقلید کی ضرورت ہے اور یہ لوگ تو غیر مجتہد کی تقلید کرتے ہیں۔ پھر ائمہ مجتہدین کی تقلید سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور اپنی تقلید کو "فی تصحیح مایصححون" جائز بلکہ لازم سمجھتے ہیں۔

کتاب الاعتصام کے اختتام پر آخری عبارت ہے :

اذا ثبت ان الحق هوا المعتبردون الرجال فالحق ایضا لایعرف دون وسائطهم بل بهم یتوصل الیه وهم الادلاء علی طریقه (۲-۳۶۲)

پتہ چلا کہ "آراء الرجال" میں آراء سے مذموم مراد ہیں اور مجتہدین جیسے رجال فن تو صحیح راستہ کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔ علامہ شاطبیؒ ہی نے لکھا ہے :

والرای اذا عارض السنه فهو بدعه وضلاله

(الاعتصام ۲-۳۳۵)

مھدی مغربی ظاہری اور رای

کتاب الاعتصام (۲-۹۱) پر ان کا تعارف ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ احادیث میں جس مہدی کی بشارت آئی ہے وہ میں ہوں۔ اس کے منشور کا ایک شق یہ تھا کہ جس نے میرے مہدی ہونے بلکہ میری عصمت میں بھی شک کیا تو اس کی سزا قتل ہے۔ اس کے دستور کا ایک شق یہ بھی تھا کہ جو امام 'امامت یا خطابت پر اجرت لے اس کے پیچھے میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ پھر علامہ شاطبی نے اس کا منشور و دستور یہ بھی نقل کیا ہے :

وکان من رایه ترک الرای واتباع مذاهب الظاهریه

قال العلماء وهو بدعه ظهرت فی الشریعه بعد المائتین۔

دیکھا آپ نے کہ ظاہری مذہب کی تابعداری "بغیر رای" کے یہ مسلک کس کا تھا اور اس سلسلے میں علماء کا فتویٰ شاطبیؒ نے نقل کیا کہ یہ بدعت ۲۰۰ سال کے بعد شریعت میں سر نکال چکی ہے۔ ۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اصحب الرآی اور ملا علی قاریؒ

لکھتے ہیں :

بشم من كلام الطيبى رائحه الكنايه الاعتراضية على العلماء الحنفية ظنامنه انهم يقلمون الراى على الحديث ولذا يسمون اصحب الراى ولم يدر انهم انما سموا بذلك لدقه رائهم وحذاقه عقلهم ولذاقال الشافعى كل الناس عيال ابى حنيفه فى الفقه

”طیبیؒ کے کلام سے حنفی علماء پر کنایۃً اعتراض کی بو سی آتی ہے کہ بقول اس کے احناف حدیث پر رای کو مقدم کرتے ہیں اسی لئے وہ اصحب الرای کے نام سے موسوم ہیں اور یہ پتہ اسے نہیں کہ انہیں تو اصحب الرای ان کے عقول کے صائب ہونے اور باریک بینی کی بناء پر کہا جاتا ہے تب ہی تو ناصر الحدیث امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں“۔

پھر المناقب الحسان سے ابن حجر کی یہ عبارت نقل کی ہے :

اعلم انه يتعين عليك ان لاتفهم من قول بعض العلماء عن ابى حنيفه واصحابه انهم اصحب الراى' ان مراد هم بذلك تنقيصهم ولا نسبتهم انهم يقد مون رائهم على سنه رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا على قول اصحابه لانهم براء من ذالك (مرقات ۳۔۱۱)

آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ احناف صحابہ کرام کے اقوال پر بھی اپنی رای کو مقدم

نہیں کرتے ہیں چہ جائیکہ العیاذ باللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر۔

اقوال صحابہ قاضی شوکانی کے ہاں حجت نہیں

صحابہ کرام معیار ایمان اور معیار حق ہیں۔ صحابہ کے عمل کو تائید یا ترجیح نصوص یا اس قسم کے دوسرے مواقع میں پیش کرنا جمہور علماء کا شیوہ اور وطیرہ ہے لیکن شوکانی کا تفرد اس سلسلہ میں ملاحظہ کیا جائے۔ حیات حافظ ابن قیمؒ عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین کی تصنیف ہے مشہور غیر مقلد پروفیسر غلام احمد حریری صاحب نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے اس کتاب کے صفحہ ۳۹۸ پر انہوں نے شوکانیؒ کی کتاب ارشادالفحول صفحہ ۲۲۶ اور ۲۲۷ سے شوکانی کا مسلک نقل کیا ہے، لکھتے ہیں :

> "حق بات یہ ہے کہ اقوال صحابہ دین میں حجت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی جانب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا، ہمارا ایک ہی پیغمبر ہے اور ایک ہی کتاب اللہ، تمام امت کو کتاب وسنت کی پیروی کا حکم ہے"۔

اس میں صحابہ اور بعد کے لوگ سب مساوی ہیں الخ۔ اور اس کے تعاقب میں عبدالعظیم صاحب لکھتے ہیں :

> "آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت اور آپ کے قضایا واحکام کے چشم دید مشاہدہ سے صحابہ کے فہم وشعور میں پختگی پیدا ہو گئی تھی اور وہ ہم سے روح شریعت کو بہتر سمجھتے تھے لہٰذا ہمارے حق میں ان کی رائے، ہماری اپنی رائے سے کہیں بہتر ہے، اقوال صحابہ کی حجت کے مخالفین کا یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا، اس ضمن میں عرض ہے کہ ہم صحابہ کو انبیاء تصور کر کے ان کے اقوال سے احتجاج نہیں

کرتے بلکہ ان کے فتاویٰ سے اس لئے استناد کرتے ہیں کہ ان کی رائے ہمارے اقوال کی نسبت اقرب الی الصواب ہے"۔

(صفحہ ۴۰۰)

اور اس کتاب کے صفحہ ۴۰۷ میں ہے :

"قیاس ورائے کی مذمت میں صحابہ سے جو اقوال منقول ہیں (جیسا کہ حقیقۃ الالحاد میں صفحہ ۸۶ تا ۸۸) ان سے مراد وہ رائے ہے جو شرعی نص کے خلاف ہو' ایسے شخص سے صادر ہو جو اہل اجتہاد میں سے نہیں ہے (امام ابو حنیفہؒ جیسے مستثنیٰ ہیں) یا محض ہوا و ہوس پر مبنی ہو' انتہی"۔

اس تفصیل سے ابن خلدون کی اس عبارت کا مطلب بھی واضح ہوا جو محقق صاحب نے نقل کیا ہے :

فاستکثروا من القیاس ومھروفیہ الخ۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۹)

اس رای کی بحث کی مناسبت سے میری رای یہ ہے کہ حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۸۵ تا صفحہ ۸۹ تک کے عبارات پر تنقیدی اور توضیحی نظر ڈالدی جائے تو بہتر ہوگا۔
نورستانی صاحب لکھتا ہے :

"ماقبض نبی الاہللن حمث قبض اس حدیث کے مقابلہ میں بھی تمام صحابہ نے اپنی رائے کو چھوڑ دیا"۔ (صفحہ ۸۵)

حقیقت

بہت اچھا کیا' حدیث کے مقابلہ میں رای پیش کرنے کی صحابہ کیسے جرات کرسکتے تھے؟ العیاذ باللہ

① حضرت ابوبکر صدیق رض

① اعلام الموقعین سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ وہ فرماتے تھے :

"مجھے کون سی زمین پر قرار رکھے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا کہ اگر میں اللہ کی کتاب کی کسی آیت میں کچھ اپنی رائے سے کہوں جس کا مجھے علم نہیں"۔ (صفحہ ۸۶)

حقیقت

کسی آیت میں اللہ کے ارادہ کے خلاف عمداً قول کرنا تحریف ہے یہ وہ قول بالرای نہیں جس سے اجتہاد کیا جاتا ہے کیونکہ مجتہد کا قول بما اراد اللہ کے قبیلہ سے ہے تو اس قول سے رای اور اجتہاد کی نفی کا قول کرنا تحریف ہے لہذا۔

واحیط بثمره فاصبح یقلب کفیه علی ما انفق فیها۔

آیت کو یوں استعمال کرنے کے وقت ابوبکرؓ کا مقولہ ملحوظ نظر رکھنا چاہئے تھا۔ اس کے بعد مسند دارمی کی عبارت نقل کی ہے کہ اگر قرآن وحدیث میں کوئی مسئلہ نہ ہوتا :

اجمع روس الناس وخیارھم فاستشار فاذا اجتمع رائھم علی امر قضی بہ۔

یہ ہماری دلیل ہے کیونکہ مجتہد قرآن وحدیث کی موجودگی میں استنباط نہیں کرتا کیونکہ قیاس تو مظہر حکم ہے ہاں جب صراحۃ مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ ملے تو پھر استنباط کرتا ہے۔ حیات حافظ ابن قیم میں صفحہ ۲۰۶ پر ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا :

"میں کلالہ کے بارے میں اپنی رائے سے فتویٰ دوں گا اگر درست ہوا تو خدا کی طرف سے الخ"۔

نیز اصول السرخسی میں ہے :

القول بالرای عن ابی بکر فھو اشھر من ان یمکن انکارہ لانہ قال فی الکلالۃ الخ۔ (۲-۱۳۳)

۲ حضرت عمرؓ

لکھتا ہے :

لاتجعلوا خطاء الرای سنۃ للامۃ۔

(داری، حقیقۃ الالحاد صفحہ ۸۷)

حقیقت

سنت جب ثابت ہے تو دین ثابت ہے، دین و سنت میں رای کو قطعاً دخل نہیں۔ نصوص کو چھوڑ کر اپنی آراء کے مطابق عبادت اس میں ثواب سمجھنا تو بدعت اور بے دینی ہے لیکن شرائط کے مطابق صحیح قیاس بے دینی نہیں۔ شبلی نے لکھا ہے :

"قیاس کی بنیاد اول جس نے ڈالی وہ حضرت عمر فاروق ہیں"۔

(الفاروق ۲-۲۴۸)

مذکورہ عبارت میں یہ ہے کہ اگر رای میں خطاء ہو تو امت کے لئے وہ سنت نہ ٹھہراؤ نیز سند کے لحاظ سے اس میں ابن لھیعہ ہے۔ (دیکھئے ایقاظ المھم صفحہ ۱۳)

اور مولوی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے ولہ مقال (زینۃ الصلوۃ صفحہ ۱۳)

۳ حضرت عثمانؓ

حضرت عثمان عام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ میں نے "حج تمتع" سے منع نہیں کیا یہ میری رائے تھی فمن شاء اخذہ ومن شاء ترکہ

(صفحہ ۸۷)

حقیقت

یہ تو ہماری دلیل ہے کہ بر سر عام عثمانؓ اپنی رائے استعمال کرنے کی خبر لوگوں کو دے رہے ہیں 'نورستانی صاحب نے اپنی رآی کے مطابق۔ عثمانؓ کی رای سے جو رای نہ استعمال کرنے کی اجتھاد کی ہے درست نہیں۔ اگر محقق صاحب فرمائے کہ اس نے جبر نہ کیا تھا "چاہے لے اور چاہے چھوڑیں" فرمایا تھا۔ تو عرض ہے کہ یہ تو ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ کا بھی فرمان ہے آپ نے صفحہ ۲۸ پر نقل کیا ہے۔

ھذا الذی نحن فیہ رای لانجبر علیہ احدا۔

اور صفحہ ۲۰ میں آپ نے لکھا ہے :

ھذا رای ابی حنیفہ وھو احسن ما قدرنا علیہ فمن جاء باحسن منہ فھو اولی بالصواب۔

میں تو اس حقیقت کو پہنچ چکا کہ عثمانؓ کا اعلان امام ابو حنیفہؒ کیلئے تائید ہے۔ تردید نہیں ۔

خرد کا نام جنون رکھ دیا جنون کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

④ حضرت علیؓ

ابو داؤد کی روایت نقل کی ہے کہ اگر دین کی بنیاد عقل پر ہوتی تو موزوں کے اوپر کے بجائے نیچے مسح کرنا زیادہ قرین قیاس تھا حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حقیقت

اگر موزے پہنے ہوئے ہوں تو اس پر مسح کرنا دین ہے اور دین رای کا نام نہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح مسح صحیح وصریح دلائل سے ثابت ہے تو رای کی دخل اندازی درست نہیں لیکن یہ مطلب تو اس کا نہیں کہ مجتہد اجتہاد نہیں کرسکتا کیونکہ اجتہاد تو وہاں ہے جہاں صراحۃً کوئی حکم قرآن وسنت میں نہ ملے یا جانبین میں مختلف احادیث کی وجہ سے ترجیح وتاویل ونسخ وتطبیق اور توفیق کی ضرورت ہو۔ یہاں تو صاف حکم نبوی اور عمل نبوی موجود ہے شیخ الاسلام نے لکھا ہے :

اجتمع رائي ورای عمر علی المنع من بیع امهات الاولاد۔ (منہاج السنۃ ۳۔۱۵۷)

اور صفحہ ۱۵۶ میں ہے :

لکنہ رای رایتہ وهذا امر ثابت۔

نیز اصول السرخسی میں ہے :

والقول بالرای عن علی مشهور فانه قال الخ۔

(۲۔۳۳)

⑤ حضرت عبداللہ بن عباسؓ

لکھتا ہے :

"شریعت تو بس وہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہے اور جو کوئی ان کے بعد اپنی رائے سے کچھ کہے تو میں نہیں جانتا کہ وہ شخص اسے اپنی نیکیوں میں پائے گا یا بدیوں میں"۔

(صفحہ ۸۸)

حقیقت

اس کی حقیقت اتنی ہے کہ قرآن وسنت کی موجودگی میں رائی برائیوں میں اضافہ کا باعث ہے۔ حجۃ اللہ میں ہے :

وکان ابن عباس اذا سئل عن الامرفان کان فی القران اخبر به وان لم یکن فی القران وکان عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اخبربه وان لم یکن فعن ابی بکر وعمر فان لم یکن قال فیه برایه۔ (ا۔۱۵۰)

اگر ایک مسئلہ صراحۃً قرآن میں موجود ہو تو "قال فلان" اس کے مقابلہ میں کہنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے لیکن اگر مسئلہ قرآن وحدیث اور شیخین کے اقوال میں نہ ہوتا تو ابن عباسؓ بھی اپنی رائی سے پھر اجتہاد کرتے تھے بلکہ صفحہ ۵۰ پر خود ابن عباس کا قیاس موجود ہے۔

لکھتا ہے :

"ابو ھریرہؓ نے "مامست النار" وضوء کی حدیث سنائی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ "انتوضاء من الحمیم" تو ابو ہریرہ نے غصہ ہو کر فرمایا یا ابن اخی اذا سمعت عن رسولؐ حدیثا فلا تضرب لہ مثلا

کیا اس قیاس کے وقت ابن عباسؓ العیاذ باللہ برائیوں میں اضافہ چاہتے تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ ترجمان القرآن نے حدیث، قیاس سے رد نہیں کیا بلکہ ابن عباسؓ کا مقصد یہ تھا کہ ابو ہریرہؓ نے رسول اللہؐ کے حدیث میں فہم کے لحاظ سے خطا کیا ہے اور یہ مجتہدین کی آپس کی باتیں ہیں بلکہ ابن عباس تو ابو ہریرہؓ کی نسبت زیادہ افقہ اعلم ہے اور مسئلہ مانحن فیہا میں دونوں طرف احادیث موجود تھیں تو یہ کس طرح سے

کہ ابو ہریرہؓ کی قول حجت ہو اور ابن عباسؓ کی نہیں۔

یہ بتلائے کہ اس مسئلہ میں پھر حدیث پیش کرنے کے بعد ابو ہریرہؓ کی روایت کو ابن عباسؓ نے رجوع کیا یا نہیں؟ اگر نہیں کیا تو کیا یہ بھی اعراض عن سنۃ الرسول ہے؟ یا حدیث رسول کی مخالفت ہے؟ بہرحال جب دونوں طرف کسی مسئلہ میں احادیث ہو تو اگر مناظرہ کی اصطلاح والی معارضہ اس صورت میں ہو تو گنجائش ہے کیونکہ ظاہری اعتبار سے تو روایات میں تعارض موجود ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر ابو ہریرہؓ کے غصہ میں آپ کے لئے حجت ہے تو حبر الامۃ کے رد کرنے میں ہمارے لئے بھی حجت ہے اور یہ حدیث رسول اللہ کا رد کرنا نہ ہوگا بلکہ یہ ابن عباس کی تنبیہہ ہوگی کہ مراد رسول کے بیان متعین کرنے میں ابو ہریرہؓ کی روایت میں فہم کے اعتبار سے خطا کا احتمال ہے۔ اگر ابن عباسؓ معصوم نہیں تو ابو ہریرۃ بھی معصوم نہیں۔ رضوان اللہ علیہما۔ ہاں حدیث کا ظاہری معارضہ اگر دوسری حدیث کے ساتھ نہ ہو تو اس کے مقابلہ میں قیاس کرکے حدیث رد کرنا قطعاً باطل ہے۔

۲ حضرت ابن عمرؓ

انہوں نے جابرؓ سے جو فرمایا تھا درست ہے۔ قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی اور کے کلام پر فتویٰ دینا ہلاکت ہے لیکن یہ تو معلوم نہ ہوا کہ اجتہاد ہی درست نہ ہو، پتہ نہیں کہ یہ اقوال کس لئے نورستانی صاحب لائے ہیں تعین دعویٰ اور تنقیح دعویٰ کے بعد معاملہ کی تہہ تک آسانی سے رسائی ہو سکتی تھی۔ مبہم ومجمل روایات سے تنقیح نہیں ہو سکتی۔ امام سرخسی نے لکھا ہے۔

وماروو فانما استبعد قوله بالراى فيماله نص وهنا
لايجوز منه ولا من غيره ولا يظن به۔ (۲-۱۳۲)

قارئین کرام آپ نے چھ صحابہ سے مولوی عبدالعزیز کے استدلال کی حقیقت کا فرداً فرداً مطالعہ کیا آیئے عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ سے عبدالعزیز صاحب کے

استدلال کی نوعیت دیکھ لیں۔ صفحہ ۸۸ پر عنوان ہے "تابعین کا زمانہ"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

فرماتے ہیں :

لارای لاحد فی کتاب اللہ وانما رای الائمۃ فیما لم ینزل فیہ کتاب ولم تمض فیہ سنۃ۔

(دارمی' حقیقۃ الالحاد صفحہ ۸۸)

وضاحت اور حقیقت

ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔ کہ عمر بن عبدالعزیز یا ائمہ قوانین بنانے والے شارعین نہیں بلکہ شارحین دین متین ہیں۔ اس طرح حجۃ اللہ میں بھی ہے (۱۔۱۵۰)

مطلب واضح ہے کہ اگر کتاب وسنت میں حکم نہ ہو تو ائمہ کی رائے کا اعتبار ہے ورنہ نہیں۔ اور حقیقت الفقہ کے صفحہ ۵۰ پر ادھوری عبارت نقل ہے۔ جے پوری صاحب نے میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو کا طریقہ اپنایا ہے۔ کتب عمر بن عبدالعزیز انہ لارای لاحد فی کتاب اللہ لیکن سلبی جملہ کے بعد یہ اثباتی جملہ نقل نہیں کیا وانما رای لائمۃ' یہ ہے رندداری؟
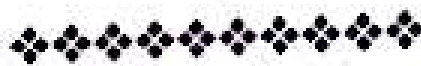
امام اعظمؒ کی منقبت اور شبہات کی حقیقت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء اور سید المعصومین ہیں۔ امام ابو حنیفہ غیر معصوم ہیں۔ اور ان مجتہدین کے امام ہیں۔ جن کے مذاہب اصولا وفروعا مدون ہیں۔ امام اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں تک کہ یوسف جے پوری جیسے متعصب غیر مقلد نے بھی انہیں امام اعظم سے یاد کیا ہے۔ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۵۱۔ جماعت الدعوہ کی طرف سے سے شائع شدہ کتاب الانتقاد کے صفحہ ۵۴ میں نواب صدیق حسن مرحوم نے لکھا ہے وابو حنیفہ الامام الاعظم' اسی طرح صفحہ ۱۵ پر بھی ہے مولانا عبدالحیٔ کے الفوائد البہیہ کے مقدمہ کے صفحہ ۵ میں ہے۔ "ومنهم امامنا الاعظم" اسی طرح یہی بحرالعلوم مولانا عبدالحیٔ نے مجموعہ فتاویٰ میں "امام اعظم" لکھا ہے (۲۔۴۹) اور مولانا ثناءاللہ مرحوم کے فتاویٰ ثنائیہ میں ہے۔

قال الامام الاعظم رحمه الله لى اللقه الاكبر۔

(۱۔۳۱۵)

فتاویٰ نذیریہ ۱۔۴۳۳۔ اور دعوت رسالہ محرم صفر کے شمارہ ۱۴۱۰ھ میں ہے ثابت شدہ کہ امام اعظم الخ صفحہ ۴۴ تراجم علمائے حدیث ہند کے صفحہ ۳۰۲ میں ہے "مذہب امام اعظم" نیز علامہ محمود الحسن رحمہ اللہ الحنفی مذہباً والنقشبندی مشرباً کو ترابانی نے مقاماً محمودا کتاب لکھی ہے۔ اس کی تصحیح و تعلیق' عبدالعزیز نورستانی نے کی ہے اس کتاب کے صفحہ ۵۷ میں ہے۔

ان امامنا الاعظم من التابعين والبالى من تبع التابعين۔

بحرالعلوم مولانا عبدالحئ اور امام اعظم

تعلیق مجد شرح موطا محمد مولانا عبدالحئ کی تصنیف ہے اور فروعی مسائل میں نورستانی صاحب بھی کبھی کبھار ان کا نام لیتا ہے اس کتاب کے مقدمہ میں صفحہ ۳۲ پر ہے کہ :

"امام ابو حنیفہؒ کے مناقب کے ادراک سے انسان قاصر ہے اور زبان اس کی وضاحت سے عاجز ہے اگر کوئی شافعی یا محدث اس پر طاعن ہو تو وہ سیوطی کی تبییض الصحیفہ' ابن حجر کی الخیرات الحسان اور ذھبی کا تذکرہ الحفاظ دیکھ لیں اس طرح تاریخ ابن خلکان' یافعی کی مرآۃ الجنان' ابن حجر عسقلانی کی تقریب وغیرہ۔ نووی کی تہذیب الاسماء واللغات اور غزالی کی احیاء العلوم دیکھ لیں۔ اور اگر مالکی ہو تو ابن عبدالبر وغیرہ کی کتابیں دیکھ لیں۔ اور اگر حنبلی ہو تو یوسف بن عبدالھادی حنبلی کی تنویر الصحیفہ مطالعہ کرلیں۔ اگر کوئی مجتہد ہو تو اسے مجتہدین و محدثین کے کلام سناؤ"۔

پھر لکھتے ہیں :

وان كان عاميا لامذهب له فهو من الانعام بل هواضل نقوم عليه بالنكير ونجعله مستحقا للتعزير۔

ایسے عامی لامذہب کو جو امام اعظم پر طعن کرتا پھرے۔ مولانا عبدالحئ نے جانوروں سے بھی گیا گزرا بتلایا ہے۔

۴ امام ابو حنیفہؒ پر نورستانی صاحب کا نقل جرح

لکھتا ہے :

"نعمان بن ثابت امام ابو حنیفہ مختلف فیہ راوی ہیں ضعفہ النسائی من جھۃ حفظہ وابن عدی واٰخرون۔ میزان ۴-۲۶۰۔ قال النسائی فی الضعفاء نعمان بن ثابت ابوحنیفۃ لیس بالقوی فی الحدیث۔ قال الدار قطنی ابوحنیفۃ والحسین بن عمارہ وھما ضعیفان۔

(المعلوم صفحہ ۳۸)

حقیقت

① مطلقاً جرح اگر ایسی عیب ہو جس کی وجہ سے مجروح قابل ترک ہو پھر تو دیگر ائمہ بھی مجروحین ہیں۔ جرح مبہم کا تو اعتبار ہی نہیں اور خصوصاً جو معاصرین نے کیا ہو یا متعصبین نے۔ مولانا عبدالحیؒ نے التعلیق الممجد کے مقدمہ میں صفحہ ۳۳ پر لکھا ہے کہ متعصب اور معاصر کی جرح کا اعتبار نہیں۔ پھر لکھا ہے۔

والتعصب امر لایخلوا منہ البشر الامن حفظہ خالق القوی والقدر۔

دراسات اللبیب کتاب کے حوالے غیرمقلدین اکثر دیتے ہیں۔ اسی کتاب میں ہے صفحہ ۲۸۹ ط لاہور۔

وھذا الدارقطنی قد طعن فی امام الائمۃ ابی حنیفۃ وضعف مادار علیہ من الاحادیث بسببہ وکذالک الخطیب البغدادی قد افرط فی ذالک ولم یعبأ بھما

وہن حنی حذوھما مع اتفاق علی توثیقہ وجلالۃ
قدرہ وعظیم منقبتہ الخ۔

اور علامہ یوسف المقدسی الحنبلی نے تنویر الصحیفہ میں لکھا ہے :

ومن المتعصبین علی ابی حنیفۃ الدارقطنی۔

(ما تمس الیہ الحاجہ صفحہ ۳۲)

(۲) نووی ؒ نے اپنے مقدمہ مسلم کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے کہ یہ اعتراض مت کریں کہ جرح تعدیل سے مقدم ہے کیونکہ یہ قاعدہ اس وقت ہے :

اذا کان الجرح ثابتا مفسرا بسبب والا فلا یقبل
الجرح اذا لم یکن کذا۔

تو نسائی کا صرف ولیس بالقوی کا وزن نہیں۔ ویسے تو نسائی کے متعلق حافظ ابن حجر نے لکھا ہے وہ متشدد اور متساہل ہیں۔

(۳) نورستانی صاحب نے جس عبارت کو میزان سے برائے اظہار بغض الامام پیش کیا ہے یہ عبارت حاشیہ پر ہے اور مطبع والوں نے عذر پیش کیا ہے۔

لما لم تکن ھذہ الترجمۃ فی نسخۃ وکانت فی
الاخری اوردتھا علی الحاشیۃ۔

لیکن جب مصر میں میزان شائع ہوا تو اصل کتاب میں بغیر اعتذار کے سمو دیا گیا۔
غیث الغمام علی حواشی امام الکلام بحر العلوم کی تصنیف ہے اس کے صفحہ ۱۳۶ پر ہے۔

ان ھذہ العبارۃ لیست لھا اثر فی بعض النسخ معتبرۃ
علی مارایتھا بعینی۔

اور پھر اس کے لئے تائیدات بھی ذکر کئے ہیں، بے اعتبار نسخہ کے ہتھیار سے امام ابوحنیفہ پر حملہ کرنا اس پر فتن دور میں اسلام کی کونسی خدمت ہے؟ بحر العلوم مولانا

عبدالحیؒ نے الرفع والتکمیل میں بھی اس کے الحاقی ہونے کا اقرار کیا ہے۔

④ میزان کا ایک قدیم نسخہ ۷۸۹ھ کا ہے یعنی حافظ ذھبی کی وفات سے ۳۱ سال بعد کا نسخہ۔ یہ محدث حلب سبط ابن العجمی کا نسخہ ہے اس میں یہ عبارت نہیں۔

⑤ دسیسہ کاری کا میزان یہ ہے کہ مقدمہ میزان میں خود ذھبی کی صراحت ہے۔

لااذکر فی کتابی من الائمۃ المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتھم فی الاسلام وعظمتھم فی النفوس مثل ابی حنیفۃ الخ۔ (۱-۲)

⑥ مناقب الامام للذھبی کے صفحہ ۲۸ پر ابن معین سے نقل ہے "ابوحنیفہ ثقہ"۔ اور تہذیب التہذیب لابن حجرالعسقلانی (۱۰-۴۵۰) پر اس عبارت کے نقل کے بعد ان کے قوی ضبط کا بیان ہے۔

لایحدث بالحدیث الابما یحفظہ ولایحدث بما لایحفظ۔

نیز ابن حجر عسقلانی کی طرح ابن حجر مکی نے بھی الخیرات الحسان میں لکھا ہے کہ :

"شعبہؒ اس کے جید الحفظ ہونے کا قسم اٹھاتے تھے۔ کان واللہ حسن الفھم جید الحفظ"۔

اور نورستانی صاحب نے صفحہ ۶۳ پر عبدالملک پر جرح کرتے وقت شعبہؒ کی جرح پر اکتفا کیا ہے تو جیسے وہ جرح کے امام ہیں تو تعدیل کے بھی ہیں جبکہ ان کا حلفیہ بیان ہو۔

بہرحال نسائی، ابن عدی و آخرون کی تضعیف کی ابن معین، شعبہ اور علی ابن المدینی وغیرھم کی ثقہ اور جید الحفظ کہنے کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ یہ نسائی اور ابن عدی بعید العہد تھے اور دار قطنی کی ولادت تو امام ابوحنیفہ کے ۲۰۰ سال بعد ہوئی ہے۔

۴ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور امام ابو حنیفہؒ

منہاج السنہ کے ۱-۱۶۶ پر لکھتے ہیں :

جاء بعد اولئک فی قرون الامۃ من یعرف کل احلزکاء هم وذکاءهم مثل سعید بن المسیب ....

ذرا دور جا کر ناموں کی فہرست کے بعد لکھتے ہیں :

ومن بعد هئو لاء مثل مالک بن انس وحماد بن زید وحماد بن سلمۃ واللیث بن سعد والاوزاعی وابی حنیفۃ ....

پھر چند نام نقل کر کے لکھتا ہے :

وابی یوسف ومحمد بن الحسن والشافعی۔

یا اللہ صاحب المعلوم کو بھی "یعرف کل احد زکاء هم وذکاء هم" کا مصداق بنا لے

اک بات ہماری بھی خدارا سن لو
روداد نہیں صرف اشارا سن لو
بندے کے سہارے کو خدا کافی ہے
بے سود ہے غیروں کا سہارا سن لو

امام ابو حنیفہؒ کی امامت فی الدین

شیخ الاسلام لکھتا ہے :

اما الصحابۃ والتابعون وائمۃ الاسلام المعروفۃ بالامامۃ

فی الدین کمالک والثوری والاوزاعی واللیث بن سعد
والشافعی واحمد واسحق وابی حنیفۃ وابی یوسف
(رحمھم اللہ) وامثال ھئولاء (منہاج السنۃ ا۔۱۶۷)

امام صاحب کی فقہ اور شیخ الاسلام

ان ابا حنیفۃ وان کان الناس خالفوہ فی اشیاء
وانکروھا علیھا فلایستریب احد فی فقھہ وعلمہ وقد
نقلوا عنہ اشیاء یقصدون بھا الشناعۃ علیہ وھی کذب
علیہ قطعا مثل مسئلۃ الخنزیر البری ونحوھا۔

(منہاج السنۃ ا۔۲۵۹)

امام الائمہ کے لئے لسان صدق ہے

لاریب ان کل من لہ فی الامۃ لسان صدق من
علمائھا وعبادھا متفقون علی تقدیم ابی بکر وعمر .....

تھوڑی دور جا کر لکھتے ہیں۔

کک ایضا لم یختلف علماء الاسلام فی ذالک ....
کما ھو قول مالک واصحابہ وابی حنیفۃ واصحابہ
وداود واصحبہ ....
پھر آگے لکھتے ہیں :

وابی یوسف ومحمد بن الحسن ومثل الشافعی الخ ....

.ومن لایحصی عدده الا اللہ ممن له فی الاسلام لسان صدق۔ (منہاج السنہ ۴۔۷۷)

حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۷۷ پر دیندار گروہ کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابن قیم کے اعلام سے یہ جملہ نورستانی صاحب نے نقل کیا ہے :

جعل اللہ سبحانہ لھم لسان صدق فی الاخرین۔

شاگرد کے اس جملہ کی وضاحت منہاج السنہ میں استاد نے کی کہ ۲ دفعہ لکھا ہے کہ صحابہ اور دیگر علماء کی طرح امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے لئے لسان صدق یعنی نیک یادداشت موجود ہیں۔ اس تشریح سے آپ کی کتاب کے صفحہ ۲ پر خطبہ کے آخری سطر کا مطلب واضح ہوگیا۔

لجعل اللہ سبحانہ لھم لسان صدق۔

اور جس مجتہد کا مذہب اصولا فروعا مدون ہو تو فروعی مسائل میں اس طرح کے "لسان صدق" والے مجتہد کی اتباع اور تقلید الحاد اور بے دینی بالکل نہیں۔

⑤ قلت عربیت کا اعتراض

غیر مقلد حافظ محمد یوسف بے پوری حقیقت الفقہ کے صفحہ ۹۲ میں لکھتا ہے :

لم یکن یعاب بشیئی سوی قلۃ العربیۃ۔ (ابن خلکان)

حقیقت

اگر یہ حصر حقیقی ہو تو اس نے پہلے ابن خلدون کے ضعیف قول سے ۱۷ روایات والی بات کیوں نقل کی ہے پھر اس کے قول کے مطابق یہ بھی تو عیب ہے اور عبداللہ بن مبارک کا قول کیوں نقل کیا کہ احادیث میں انہیں دسترس اور مہارت نہ تھی۔ ابن

خلکان نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہ کے مناقب وفضائل بیان کئے ہیں' اس کے بعد لکھا ہے :

وقد ذکر الخطیب فی تاریخہ منھا شیا کثیرا ثم اعقب ذلک بذکر ماکان الالیق فی ترکہ والا ضطراب عنہ فمثل ھذا الامام لایشک فی دینہ ولا فی ورعہ وتحفظہ ولم یکن الخ۔

جے پوری صاحب نے لایشک فی تحفظہ عبارت اس لئے نقل نہیں کی کہ حقیقت الفقہ کے صفحہ ۹۶ پر اس نے امام صاحب کو "سیئ الحفظ" لکھنا تھا۔ یہ ہے دینداری؟

ابن خلکان نے قلت عربیت کے لئے قصاص کے مسئلہ میں ان کا ایک قول "ولو قتلہ بابا قبیس" نقل کیا ہے۔ کہ بابی قبیس نہیں فرمایا۔ لیکن آگے امام صاحب کی طرف سے انہوں نے عذر بھی بیان کیا ہے لیکن حافظ صاحب اسے شیرمادر سمجھ کر ہڑپ اور ہضم کرچکا ہے کہ یہ جواب اس لغت پر بناء ہے کہ جس میں اسمائے ستہ کا اعراب تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہے اور یہ کوفیوں کی لغت ہے اور کوفی ہونے کی بناء پر انہوں نے یہی لغت کا استعمال کیا (ترجمہ امام ابو حنیفہ نمبر ۷۶۵) نحو کی مشہور کتاب ابن عقیل علیٰ الفیہ ابن مالک میں بھی اسی لغت کا ذکر ہے۔

بھاء الدین عبداللہ بن عقیل المصری صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں :

"واللغۃ الاخری فی اب" وتالیہ ان یکون بالالف رفعا ونصبا وجرا۔ نحو ھذا اباہ ورایت اباہ ومررت بابا‌ہ وعلیہ قول الشاعر ۔

ان اباھا وابا اباھا

قد بلغا فی المجد غا یتاھا

(۶) قلت حدیث اور امام ابو حنیفہؒ

مولوی عبدالعزیز نے پیغمبر کی نماز نامی کتاب میں امام صاحب کو یتیم فی الحدیث لکھا ہے۔ یوسف جے پوری نے ابن خلدون کا حوالہ نقل کیا ہے۔

بلغت روایتہ الی سبعہ عشر حدیثا۔ (حقیقت الفقہ صفحہ ۸۸)

اور صفحہ ۹۷ میں لکھا ہے کہ ۱۵۰ احادیث میں اور جن میں سے نصف میں بھول یا غلطی ہوئی۔ تو ۱۵۰ کا نصف ۷۵ روایات صحیح باقی رہ گئیں۔ وحید الزمان صاحب نے بخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے :

"محمد بن نصر مروزی محدث کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی بضاعت حدیث میں بہت تھوڑی تھی اور خطیب نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے صرف پچاس مرفوع حدیثیں روایت کی ہیں"۔

(کتاب التفسیر' سورہ الجمعہ صفحہ ۵۹)

اور نواب صاحب نے الحطہ کے صفحہ ۹۷ میں لکھا ہے :

فا بوحنیفہ رحمہ اللہ یقال بلغت روایتہ الی سبعہ عشر حدیثا ونحوھا۔

حقیقت

نورستانی صاحب نے ایک مسئلہ کی تحقیق کرتے وقت لکھا ہے :

"سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۵۸)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ سچ فرمایا۔ اگر پوری بصیرت کے ساتھ تناقضات دیکھنا

چاہتے ہیں۔ تو محسن اہل حدیث علامہ البانی کے عبارات میں دیکھ لیں :

"تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع لہ فی تصحیح الاحادیث وتضعیفھا"۔

کتاب راہنمائی کے لئے کافی ہے۔

مقدمہ ابن خلدون کی اصل عبارت یوں ہے :

واعلم ایضا ان الائمۃ المجتھدین تفاوتوا فی الاکثار من ھذہ الصناعۃ والا قلال فا بوحنیفۃ یقال بلغت روایتہ الخ۔

اسکے بعد ابن خلدون نے عذر بیان کیا کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث کے علم کے اعتبار سے بھی کبار مجتھدین میں سے تھے اور چونکہ روایت کے شرائط ان کے سخت تھے تو روایات کی تعداد ان کی کم ہے۔ حدیث کا سمجھنا اور جاننا الگ ہے اور روایت کرنا الگ ہے۔ ابن ابی عمارہ مدنی سے مسح علی الخفین میں، آبی اللحمؓ سے استسقاء میں ایک ایک حدیث نقل ہے، افضل الناس بعد الانبیاء ابوبکر صدیقؓ سے کل تقریباً ۱۴۲ روایات منقول ہیں۔ احادیث کا علم اور احادیث کی روایت کرنا دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے :

ان الصدیق رضی اللہ عنہ کان ملتزما ان لایروی اذا کان محفوظۃ بالمبنی دون المروی بخلاف اکثر الصحابۃ ولذا قلت روایتہ کابی حنیفۃ تبعالہ فی ھذہ الخصوصیۃ۔ (مرقات ۳-۲۱۰)

اسی طرح علامہ شبلی نے لکھا ہے :

"تذکرۃ الحفاظ میں عبداللہ بن مسعود کے تذکرہ میں ہے یشدد فی الروایۃ۔

اور محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کم حدیثیں روایت کرتے تھے یہاں تک کہ سال سال بھر قال رسول اللہ نہیں کہتے تھے۔ چند سطروں کے بعد لکھا ہے :

"حضرت عمرؓ کی احتیاط اور دیگر صحابہ کی احتیاط میں فرق تھا اور صحابہ صرف راوی کے ثقہ ہونے کا لحاظ رکھتے تھے لیکن حضرت عمرؓ راوی کے ثقہ ہونے کے ساتھ بھی اس بناء پر احتیاط ملحوظ رکھتے تھے کہ راوی نے واقعہ کی پوری حقیقت سمجھی یا نہیں؟

(الفاروق ۲۔۲۴۰)

علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے :

روی الصدیق عن رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام مائۃ حدیث واثنین واربعین حدیثا وسبب قلۃ روایتہ مع تقدم صحبتہ وملازمتہ النبی علیہ الصلاۃ والسلام انہ تقدمت وفاتہ قبل انتشارالا حادیث واعتناء التابعین بسما عھا وتحصیلھا وحفظھا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۸٦، فصل فی ماروی عنہ من الحدیث المسند)

اور نواب صاحب نے الحطہ میں عذر بھی قول مذکور سے پیش کیا ہے :

والامام ابوحنیفۃ انما قلت روایتہ لما شدد فی اشتراط الرؤیۃ والتحمل الخ۔ (صفحہ ۸۰)

جو کہ مقدمہ ابن خلدون کی عبارت ہے لیکن بحرالعلوم مولانا عبدالحیؒ نہایت نالاں اور سخت ناراض ہیں اور نواب پر سخت گرفت کی ہے کہ اس نقل پر یہ خاموش کیوں ہیں؟ (دیکھئے عمدۃ الرعایہ مقدمہ شرح وقایہ صفحہ ۳۴)

یہ چونکہ معلوماتی اور تحقیقاتی مقدمہ ہے کیونکہ نورستانی صاحب نے صفحہ ۳۸، ۳۹ اور ۴۰ میں اس مقدمہ کے کافی حوالے ذکر کئے ہیں لہٰذا اجمالاً اس مقدمہ کی خوشہ چینی

کرتے ہیں۔

① ایک تو یہ جواب بطور تسلیم ہے اگر فرض کر لے بھی تو عذر بالا ہے۔

② بتقدیر ثبوت ایک شاذ روایت ہے ثقات نے جو تعداد بیان کی ہے ان کے خلاف روایت ہے۔

③ ابن خلدون تاریخی واقعات میں تو ماہر ہیں۔ لیکن شمس الدین سخاوی نے الضوء اللامع میں ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ علوم شرعیہ میں ماہر نہ تھے۔

④ یقال صیغہ تمریض ابن خلدون نے استعمال کیا ہے۔ اکثر اس سے جزم اور اذعان حاصل نہیں ہو سکتا۔

⑤ ابن خلدون مقدمہ کے اوائل میں لکھتا ہے (المقدمۃ فی فضل علم التاریخ صفحہ ۷) کہ انسان تاریخی باتوں میں سچائی کے راستہ سے انحراف سے نہیں بچ سکتا اور پاؤں کے پھسلنے اور ٹھوکر لگنے سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتا کیونکہ تاریخ دان تو رطب ویابس جمع کرتے ہیں۔

⑥ جس نے موطا امام محمد۔ کتاب الحجج۔ کتاب الآثار۔ سیر کبیر اور کتاب الخراج جیسی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اسے معلوم ہوگا کہ ابن خلدون کی یہ بات درست نہیں۔

⑦ مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق۔ دار قطنی، حاکم، بیہقی اور طحاوی کے تصانیف میں صحیح طریقہ سے امام صاحب کے بہت زیادہ روایات ہیں۔

⑧ امام ابو حنیفہؒ کا زمانہ صحابہؓ کا آخری اور تابعینؒ کا ابتدائی زمانہ ہے اور علم حدیث کا اس دور میں دور دورہ تھا۔ اس زمانہ میں چھوٹے فرد کے احادیث کثرت کو پہنچ گئی تھی تو عقل کیسے تسلیم کرتی کہ انہیں صرف ۱۷ احادیث پہنچ چکی تھیں۔

⑨ امام ابو حنیفہ بالاتفاق مجتہد تھے (ابن خلدون نے ۳۷۱ پر لکھا ہے ووقف التقلید فی الامصار عند ھؤلاء الاربعۃ) تو ۱۷ احادیث پر وہ مجتہد کیسے بن گئے؟

⑩ عبادات ومعاملات میں فروعی مسائل میں ان کے استنباطات ان کے شاگردوں کی کتابوں میں ہے مثلاً امام محمد کی جامع صغیر، جامع کبیر، سیر کبیر، سیر صغیر، مبسوط

وزیادات۔ جن میں سے اکثر قیاس سے مستنبط ہیں۔ تو اگر احادیث انہیں نہیں پہنچی تو یہ اجتہادات کیسے کئے؟

(۱) ابن حجر نے ان کے ۴ ہزار اساتذہ ذکر کئے ہیں تو اگر ایک' ایک استاد سے ایک' ایک حدیث بھی سن لی ہو تو ۴ ہزار روایات ہوئیں۔ ورنہ ۷۰ اساتذہ تو ضرور ہیں۔ مقدمہ صفحہ ۳۴'۳۵ ۔

مقدمہ کی تحقیق کے علاوہ بارہویں دلیل یہ ہے :

قال مسعر بن کدام' طلبت مع ابی حنیفة الحدیث فغلبنا واخذنافي الزهد فبرع علینا وطلبنا معه الفقه فجاء منه ماترون۔ (مناقب الامام صفحہ ۲۷)

اور مسعر اپنے دور کے بہترین محدث تھے تو اب دلالۃ النص سے حدیث ہی میں امام صاحب کے مقام کا اندازہ لگائے۔ امام سرخسی نے لکھا ہے۔

قال بعض الطاعنین انه کان لایعرف الحدیث ولم یکن علی ماظن بل کان اعلم اهل عصره بالحدیث ولکن لمراعاة شرط کمال الضبط قلت روایته۔

(اصول السرخسی ا۔ ۳۵۰)

نیز امام شعرانی نے بھی ان کے شرائط کی سختی کو عذر میں پیش کیا ہے' مقدمہ میزان صفحہ ۶۴ حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی عقود الجمان میں لکھتے ہیں :

کان ابوحنیفة من کبار حفاظ الحدیث واعیانهم ولولا کثرة اعتنائه بالحدیث ماتهیاله استنباط مسائل الفقه۔ بحواله (الحدیث والمحدثون صفحہ ۲۸۴)

اور بالکل سچ فرمایا کیونکہ نورستانی صاحب کے بارے میں ہمارا حسن ظن ہے کہ انہیں ۱۸ احادیث تو ضرور یاد ہوں گی لیکن اس کے لئے مسائل کا استنباط زورے

وارد۔ اور جن مسائل کا استنباط کیا ہے اس کا حشر تم دیکھ رہے ہو۔

شیخ الاسلام اور مقام امام

ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے :

وھٰـؤلاء اهل العلم الذين يبحثون الليل والنهار عن العلم وليس لهم غرض مع احد بل يرجحون قول هذا الصحابي تارة وقول هذا الصحابي تارة بحسب ما يرونه من ادلة الشرع كسعيد بن المسيب وفقهاء المدينة مثل عروة ابن الزبير ..... وابی حنيفة ..... وابی يوسف و محمد بن الحسن وامثالهم ثم الشافعی واحمد بن حنبل واسحق الخ (منہاج السنہ ۳۔۱۴۲)

پتہ چلا کہ دیگر عبقری شخصیات کے ساتھ امام ابو حنیفہ اور صاحبین بھی ان خوش نصیبوں میں سے تھے کہ شب و روز علم کی بحث میں مصروف رہتے تھے اور صحابہ کے اقوال میں سے بعض کو 'بعض پر ترجیح' دیتے تھے 'بجا ارشاد فرمایا نورستانی صاحب نے ومن الصحابة اخذنا بعض اقوالهم۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۲۰)

⑦ امام ابو حنیفہؒ اور فقہ اکبر

شبلی صاحب اور دیگر بعض علماء کی تحقیق ہے کہ فقہ اکبر امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف نہیں 'یوسف جے پوری غیر مقلد سیرۃ النعمان کے حوالہ سے لکھتا ہے :

"سچ ہے کہ امام ابو حنیفہ صاحب کی تصنیف کا ایک صفحہ بھی دنیا میں نہیں۔ (حقیقت الفقہ صفحہ ۲۱۷)

مولوی عبد العزیز صاحب نے صفحہ ۳۰ پر سیوطیؒ کی عبارت نقل کی ہے

وصف ابو حنیفہ الفقہ و الرای

نورستانی صاحب لکھتا ہے قال :

"میرے خیال میں اس تصنیف سے مراد تعلیم ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ نے اپنے بعد کوئی تصنیف نہیں چھوڑی۔ فقہ اکبر ان کے نام سے مشہور ہے مگر یہ فقہ کی کتاب نہیں بلکہ عقائد کی کتاب ہے لہٰذا اس عبارت کا معنی یوں ہوگا کہ امام ابو حنیفہؒ نے فقہ اور رائے کی تعلیم دی"۔ واللہ اعلم۔

حقیقت

(۱) جمہور کا مسلک یہ ہے کہ "خیال" دماغ کے تجویف اول کے آخری حصہ میں موجود قوت کا نام ہے اور حس مشترک سے صورت کا غائب ہونے کے بعد محسوسات کی صورتیں اس میں محفوظ رہتی ہیں ظن غالب یہ ہے کہ ان سطور کے لکھتے وقت نورستانی صاحب کی قوت خیالیہ کچھ کمزور ہے۔ کیونکہ اس دعویٰ کی دلیل یوں دی "مگر یہ فقہ کی کتاب نہیں بلکہ عقائد کی کتاب ہے" لیکن اصول فقہ کی بنیادی کتابوں میں فقہ کی تعریف جو امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے وہ یہ ہے :

والفقہ معرفۃ النفس مالھا وما علیھا۔(التوضیح صفحہ ۲۸)

یعنی نفس کے لئے مضر اور نافع چیزوں کا جاننا فقہ ہے۔ لیکن امام صاحب کی یہ تعریف عقائد اور اخلاق اور اعمال ظاہرہ سب کو شامل ہے لیکن بعد والوں نے اعتقادیات کے متعلقات کا نام علم الکلام رکھدیا اور اخلاقیات کے متعلقات کا نام علم اخلاق رکھدیا اور اعمال ظاہرہ کے متعلقات کو فقہ کے ساتھ مخصوص کردیا۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ پر تو بعد والوں کی اصطلاح حجت نہیں۔ اس مذکورہ تعریف میں (عملاً) قید کی ضرورت ہے یا نہیں؟ صاحب التوضیح لکھتے ہیں کہ :

وابو حنیفہ رضی اللہ عنہ انمالم یزد ھنا القید عملا (عمدا) لانہ اراد الشمول ای اطلاق الفقہ علی العلم بما لھا وما علیھا سواء کان من الاعتقادیات اوالوجدانیات اوالعملیات ومن ثم سمی الکلام فقھا اکبر۔

(التوضیح صفحہ ۲۹ اور صفحہ ۳۰)

لیکن نورستانی صاحب کی طرف سے عذر پیش کی جا سکتی ہے کہ ان کے حافظہ میں فقہ کی مختلف تعریفیں تھیں اور ذہن غالبا کنز، قدوری کی طرف بھی گیا ہوگا اور ان کتابوں میں تو اعتقادیات کا بیان نہیں لہذا امام ابو حنیفہؒ کی اصطلاح پر بحث کرتے وقت بھی امام ابو حنیفہ کی بیان کردہ تعریف ذہن سے باہر ہوا۔ اور واقعی ان کا خیال، خیال ہی رہا۔ جب فقہ اکبر کے بارے میں بحث ہے کہ امام صاحب کی تصنیف ان کے ہاں نہیں تو دلیل دیتے وقت اصطلاحی تعریف وہ حافظہ میں چاہئے تھا جو امام ابو حنیفہؒ نے کی ہے، از کیاء کے مناسب تو یہی ہے اب توضیح کی عبارت میں "من الاعتقادیات اور صاحب توضیح کی تفریع ومن ثم سمی الکلام فقھا اکبر سے تو خیال درست ہوا ہوگا اور اس دلیل پر نظر ثانی فرمائیں گے کہ "یہ فقہ کی کتاب نہیں بلکہ عقائد کی کتاب ہے" اللھم وفقنا لما تحب و ترضی۔

(۲) علامہ سیوطی کی عبارت اگر سیاق سباق سے دیکھ لیں تو مولوی صاحب کی تاویل، نری تحریف سمجھئے۔ علامہ سیوطی ابو جعفر منصور کے حالات مین لکھتے ہیں اور وہ بھی ذھبیؒ کے حوالہ سے :

فی سنہ ثلاث واربعین شرع علماء الاسلام فی ھنا العصر فی تدوین الحدیث والفقہ والتفسیر

تو ان ۳ فنون میں تدوین کی بات چل رہی ہے، نہ کہ ان تینوں کے تعلیم کی، تدوین

حدیث' فقہ اور تفسیر پر علماء نے قلم اٹھائے ہیں۔ اور واقعی حقیقۃ مقاصد کے لحاظ سے دین کا علم ان ۳ فنون سے عبارت ہے' پھر لکھتا ہے :

لصنف ابن جریج بمکۃ ومالک الموطا بالمدینۃ .....

ذرا چل کر لکھتے ہیں :

وصنف ابن اسحاق المغازی وصنف ابو حنیفۃ رحمہ الله الفقہ والرای۔

پھر لکھا ہے :

وکثر تدوین العلم و تبویبہ۔

آگے اس عبارت سے علماء کے تصانیف مراد ہیں۔ اور آخری عبارت صاف دلیل ہے کہ بحث کا تعلق علم کے مدون اور مبوب ہونے کے ساتھ ہے نہ کہ صرف تعلیم و تعلم کے ساتھ۔ بلکہ آخری جملہ چلا چلا کر اعلان کرتا ہے کہ نورستانی صاحب کی تاویل درست نہیں اور خیال ان کا خیال فاسد ہے اور وہ یہ عبارت ہے :

وقبل ھذا العصر کان الائمۃ یتکلمون من حفظھم او یروون العلم من صحف صحیحۃ غیر مرتبۃ۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۶۱)

(۳) صنف . بمعنی "علم" کی دلیل قرآن و حدیث سے دیں ورنہ کم از کم تعامل و اقوال و افتاء صحابہ رضوان اللہ علیہم سے اور حقیقی معنی جب مجبور و متعذر نہیں تو لازمی یا مجازی معنی لینے کی کیا ضرورت؟

کن شخصیات نے فقہ اکبر' امام صاحب کی تصنیف سمجھی ہے

بعض محققین فقہ اکبر کے بارے میں کہتے ہیں کہ امام صاحب کی تصنیف ہے اور بعض یہ امام صاحب کی تصنیف نہیں سمجھتے۔ جن شخصیات نے یہ کتاب امام صاحب کی

سمجھی ہے بطور مثال چند ذکر کرتا ہوں۔

① شیخ الاسلام ابن تیمیہ" :

کلا ... فی الرد علی القدریۃ معروف فی الفقہ الاکبر۔ (منہاج السنہ ۲۔۲۴)

② نواب صاحب کی کتاب جو جماعت الدعوۃ نے شائع کی ہے الانتقاد۔ اس کے صفحہ ۱۳ میں ہے : قال الامام فی نفسہ فی الفقہ الاکبر

③ مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم نے لکھا ہے :

قال الامام الاعظم رحمہ اللہ فی الفقہ الاکبر۔

(فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۳۱۵)

فتاویٰ نذیریہ :۴۳۴۔ پہلے یہ حوالہ الامام الاعظم کی مناسبت سے گزرا ہے۔

④ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی قصیدہ نونیہ کے نام سے مشہور ایک تصنیف ہے اس کے صفحہ ۶۹ میں ہیں ۔

وکذالک النعمان قال وبعدہ
یعقوب والالفاظ للنعمان

من لم یقر بعرشہ سبحانہ
فوق السماء وفوق کل مکان

ویقر ان اللہ فوق العرش لا
یخفی علیہ ھوا جس الاذھان

فھو الذی لا شک فی تکفیرہ
للہ درک امام زمان

ھذا الذی فی الفقہ الاکبر عندھم

ولہ شروح علۃ لبیان

ابن قیمؒ کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ کی کتاب فقہ اکبر ہے۔

تنبیہہ : بندہ نے فقہ اکبر کا مطالعہ کیا ہے لیکن "ھذا الذی" کا مشارالیہ بیت کذائیہ اس مضمون کے لحاظ سے جو ان اشعار میں ہیں اس کی حقیقت کو معلوم نہ کرسکا۔ ہرچہ شرح فقہ اکبر ہے جو ملا علی قاری کی تصنیف ہے یہ تو ابن قیم کے زمانہ کے بہت بعد کے ہے۔ ہاں فقہ اکبر میں یہ ہے کہ "ید" اور اس جیسے الفاظ کی تاویل "قدرت" سے نہ کرو۔ لیکن اوپر والی مضمون جس انداز پر ابن قیمؒ نے فقہ اکبر کا نام لے کر ذکر کیا ہے وہ فقہ اکبر میں نہیں۔ یعنی اس کتاب میں امام صاحب سے یہی مضمون ثابت نہیں۔ حققوا ولا تقلدوا ۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اسماء وصفات سے انکار کرتے ہیں قطعاً نہیں۔ چھوٹے چھوٹے نابالغ بچے جب ایمانیات یاد کرتے ہیں تو کہتے ہیں "امنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ"

یوسف جے پوری غیر مقلد کی دلیل برائے قلت حدیث

نورستانی صاحب کی دلیل کے بعد جے پوری کی دلیل اور استنباط ملاحظہ کیجئے۔

"ابن مسعودؓ نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا۔ اعتبروا الناس باخدا نھم" (منہاج السنہ ۳-۲۶۱)

امام صاحب کے بارے میں حقیقۃ الفقہ کے مؤلف لکھتے ہیں :

"اکثر خوش لباس رہتے تھے ۴۰۰ درھم قیمتی چادر اور قمیص ابو مطیع بلخی نے دیکھا ہے الخ"۔

اور سیرۃ النعمان کی اس عبارت کے بعد استنباط یوں کرتے ہیں :

"ایسے شخص کو طلب حدیث کے لئے عراق، حجاز، مصر، یمن، شام کا سفر کرنا اور علم حدیث کی طالب العلمی میں برسوں کاٹنا اور

احادیث حفظ کرنی اور زحمت طول سفر اٹھانی دشوار بلکہ ناممکن کہنا چاہئے"۔ (حقیقت الفقہ صفحہ ۷۳)

حقیقت

یہ بھی عجیب دلیل اور استنباط ہے کیا قیمتی چادر و قمیص اور خوش لباسی بھی طلب حدیث کے لئے رکاوٹ بن سکتی ہے؟ علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے :

"وقد اشتری تمیم الداری حلۃ بالف درھم کان یصلی فیھا وکان مالک بن دینار یلبس الثیاب العدنیۃ الجیاد۔ وکان ثوب احمد بن حنبل یشتری بنحو الدینار"۔ (تفسیر قرطبی ۷۔۱۹۶ قل من حرم زینۃ اللہ کے ذیل میں دیکھئے)

نیز امام مالک رحمہ اللہ کے حالات پڑھئے کیا یہ سارے شخصیات خوش لباسی کے باوجود حدیث کے آفتاب و ماہتاب نہیں تھے۔ ہاں قیمتی پوشاک جبے اور قبے اگر ذاتی حلال مال کے ذریعہ سے نہ ہو اور اس کے ذریعہ رعب و دبدبہ جمانے کی کوشش ہو تو عیب ہے کتاب الحفظ کے ۲ شعر ملاحظہ ہو ۔

ماکل من یسمی بالعزیز لھا
اھل ولاکل برق سحبۃ غدقۃ

بین العزیزین فرق فی فعالھما
ھذاک یعطی وھذا یاخذ الصدقۃ

بہرحال جے پوری کا اس سے یوں استدلال قطعا درست نہیں کہ "ناممکن" کا فتویٰ دیں فتویٰ ناممکن یعنی امتناع کا اور دلیل اس قدر کمزور۔

محمد محمد ابوزھو کی کتاب ہے "الحدیث والمحدثون" اس کے صفحہ ۲۴۰ پر ہے :

"ولعل الذی دعا اباحنیفۃ الی عدم الاکثار من الرحلۃ

فی طلب الحدیث ان الکوفۃ کانت فی الصدر الاول
مھبط الصحابۃ الذین بثوا احادیثھم وعلمھم فی التابعین
من اھل العراق الی غیر ذالک من الاعتبارات الخ"۔

مقصد حدیث کا علم سیکھنا ہے اسفار تو اس کے لئے ذریعہ ہیں۔

قلت حدیث کی بے پوری تائید

لکھتا ہے :

"نیز عبارت ھذا بھی موید ہے 'منھاج السنہ (۲۔ ۲۴) وجعفر
بن محمد ھو من اقران ابی حنیفۃ ولم یکن ابوحنیفۃ
یا خذعنہ مع شھرتہ بالعلم۔ (حقیقت الفقہ صفحہ ۱۹)

حقیقت

شیعہ امام ابو حنیفہ کی طرف ایک غلط عقیدہ منسوب کر کے بہتان باندھتا ہے کہ امام صاحب نے بچپن میں 'موسیٰ بن جعفر سے پوچھا تھا الخ۔ تو شیخ الاسلام امام صاحب کی صفائی کرتے ہیں شیعہ جھوٹ بولتا ہے 'امام صاحب نے موسیٰ بن جعفر سے نہ کچھ پوچھا ہے اور نہ اس کے ساتھ ملا ہے 'پھر لکھتے ہیں۔ کہ موسیٰ" کو چھوڑ ئے۔ جعفر بن محمد جو امام صاحب کا ہم عصر ہے یہ بھی امام صاحب کے اساتذہ میں سے نہیں۔

لیکن وضاحت طلب امر یہ ہے کہ اگر امام ابو حنیفہ نے جعفر بن محمد یا موسیٰ بن جعفر میں سے کسی سے علم حاصل نہیں کیا تو کیا اور کسی سے بھی علم حاصل نہیں کیا ہے یہ بھی تو قلت حدیث کے لئے عجیب استنباط ہے شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔

"واما ابوحنیفۃ فشیخہ الذی اختص بہ حماد بن ابی
سلیمان وحماد عن ابراھیم وابراھیم عن علقمۃ وعلقمۃ

عن ابن مسعود۔ وقد اخذ ابوحنیفۃ عن عطاء وغیرہ"۔

(منہاج السنۃ ۴۔۱۴۳)

اور لکھا ہے :

"ہل اخذ عمن کان اسن لھما کعطاء بن ابی رباح وشیخہ الاصلی حماد بن ابی سلیمان وجعفربن محمد کان بالمدینۃ۔ (منہاج السنۃ ۴۔۱۴۳)

شیعوں کے اعتراض کا جواب

یوسف جے پوری غیر مقلد لکھتا ہے کہ :

"یہ چاروں امام ایک زمانہ میں نہیں ہوئے پھر لکھتا ہے آپس میں کوئی پچھلا، پہلے کی تقلید نہیں کرتا تھا اور نہ لوگوں سے کہتا تھا کہ میری اتباع کرو" (منہاج السنہ جلد۱ صفحہ۹۱، اصل میں جلد۲ صفحہ۹۱ حقیقت الفقہ صفحہ۵۹)

حقیقت

ابن مطہر شیعہ نے منہاج الکرامۃ میں اہل السنۃ والجماعت پر اعتراضات کئے ہیں ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ یہ لوگ قیاس کرتے ہیں "والاخذ بالرای" دوسرا اعتراض ہے اور تیسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ شریعت کے احکام میں اہل السنت تحریف کرتے ہیں۔ اور چوتھے اعتراض کے لئے شیعہ کے الفاظ پڑھئے۔ "واتخذوا مناھب اربعۃ لم تکن فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولازمن الصحابۃ واھملوا تاویل الصحابۃ مع انھم نصوا علی ترک القیاس وقالوا اول من قاس ابلیس تو شیخ الاسلام تفصیلا جوابات دیتے ہیں، لکھتے ہیں کہ اگر ابن

مطہر شیعہ کا یہ مطلب ہو کہ ائمہ اربعہ نے صحابہ کی مخالفت کر کے ان مذاہب کے بنانے پر اکتفاء کیا تو یہ نری جھوٹ اس لئے ہے کہ سرے سے ان چاروں ائمہ کا زمان ایک نہیں۔ اپنے اپنے دور میں ہر امام قرآن وسنت کی مخالفت کرنے والے کی تردید کر چکا ہے اور "ان قوما اتبعوا هنا وقوما اتبعوا هنا

اور اگر شیعہ کا مطلب یہ ہو کہ صحابہ کے زمانہ میں بنفس نفیس یہ چاروں ائمہ نہیں تھے تو یہ کوئی دلیل نہیں :

"وان اراد ان نفس اصحابها لم يكونوا فى ذالك الزمان فهولاءمخنور فيه فمن المعلوم ان كل قرن ياتى يكون بعد القرن الاول"۔ (منہاج السنہ ۲-۹۱)

رہی یہ بات کہ پچھلے نے پہلے تقلید کیوں نہیں کی تھی، تو یہ اس لئے کہ مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں۔ اور لوگوں سے اپنے اتباع کے لئے کہنے کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے متبعین

ملا علی قاری نے لکھا ہے :

"فا بوحنيفة رحمه الله له حظ عظيم ونصيب جسيم من ذالك فان غالب اهل الاسلام من اتباعه فى فروع الاحكام"۔ (مرقات ۱۱-۴۶)

واقعی مسلمانوں کی اکثریت احکام فرعیہ میں ان کی تقلید واتباع پر مجموعی حیثیت سے اعتماد اور حسن ظن کئے ہوئے ہیں۔

فرحمه الله رحمة واسعة كاملة

باب پنجم

ظاہریہ، سلفیہ اور اہل حدیث اصطلاحات کی حقیقت

شاہ ولی اللہؒ نے اھل الرای کی وجہ تسمیہ ذکر کیا ہے جس کا حوالہ حقیقت الالحاد کے صفحہ ۳۰ پر ہے۔ بالکل اسی جگہ "ظاہریہ" کی وجہ تسمیہ یوں ہے :

"والظاہری من لایقول بالقیاس ولا بأثار الصحابۃ والتابعین کداود وابن حزم۔

(حجۃ اللہ۔۱۶۱، الانصاف کا اردو ترجمہ صفحہ ۱۴۱)

شاہ ولی اللہ کی تحقیق تو یہ ہے کہ ظاھری صحابہ کے آثار کو حجت نہیں سمجھتے، لیکن شاہ انورؒ کی تحقیق، شاہ ولی اللہ سے قدرے مختلف ہے وہ فرماتے ہیں :

"ونسب الی الظاهریۃ انهم لایحتجون باقوال الصحابۃ واقول هذه النسبۃ الیهم فی معرض الخفاء فان ابن حزم الاندلسی من کبار الظاهریۃ وهو یتمسک فی کتابہ المحلی والمعلی باقوال الصحابۃ کما نتمسک باقوالهم۔

(العرف الشذی ۲۔۹۲)

ہاں شوکانی کے تفرد کی بحث مختصرا گزر چکی ہے شاہ ولی اللہ نے داؤد ظاھری کی طرح ابن حزم کو بھی ظاھری کہا جبکہ شاہ انورؒ نے ظاہریوں کے بڑے پیشوا، اسے کہا ہے۔ اس کے بعد صاحب المعلوم کی ایک عبارت ملاحظہ ہو :

"یہ بھی معلوم نہیں کہ اہل ظواہر کے امام ابن حزم ہیں یا داؤد
بن علی۔ شاباش"۔ (المعلوم علی المجہول صفحہ ۱۲)

دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حزم بھی ظاہری ہے اور ظاہریہ کے امام ہیں۔ اگرچہ داؤد ظاہری کی نسبت چھوٹا امام ہے۔ لیکن ظاہری اور اہل حدیث میں منافات بھی نہیں۔ ابن حزم کو اہل حدیث یعنی محدث کہا جاسکتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے :

"قد طعن فیہ بعض اھل الحدیث کابن حزم وغیرہ"۔

(منہاج السنہ ۲۔ ۱۰۳)

ابن حزم کا مختصر تعارف

علامہ ابن حزم مرحوم کی ولادت ۳۸۴ھ کی ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ :

"یہ پہلے شافعی المذہب تھے پھر ظاہری بن گئے تو اپنے متشددانہ
و متعصبانہ رویہ کی وجہ سے اپنے وقت کے فقہاء کا ہدف بن گیا
تھا"۔ (ابن خلکان ا۔ ۴۲۸، نمبر ۴۲۸)

لیکن کبھی ظاہری سے بھی مشہور و مقبول اور متداول کتاب مخفی بن جاتا ہے۔ جیسے ابن حزم کے لئے ترمذی۔
علامہ سلیم القرآن والحدیث علامہ عبدالسلام "ابن حزم کے مسئلہ پر گرفت کر کے لکھتا ہے :

"وھذا رای سخیف وقول ضعیف ساقط مرذول ومخالف
عن المنقول والمعقول"۔ (تنشیط الاذہان صفحہ ۱۳۵)

اور خیر سے شیخ صاحب آج کل بیک وقت حنفی بھی ہے اور سلفی بھی۔ لیکن حیرت کی بات نہیں کیونکہ ڈاکٹر شمس السلفی نے لکھا ہے :

"والحنفی لن یکون سلفیا"۔ (الماتریدیہ ا۔ ۲۰۹)

جے پوری غیر مقلد کہتا ہے "نیل الاوطار مطبوعہ مصرا۔ ۳۸۲ پر علامہ شوکانی فرماتے ہیں :

"قد تقرر عند ائمۃ الاصول وغیرهم علم حجیۃ اقوال الصحابۃ لاسیما اذا خالفت الثابت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

"ائمہ اصول وغیرہ کے نزدیک یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ اقوال صحابہ شرعی دلیل نہیں خاص کر جب وہ حدیث کے خلاف ہوں اور لا حجۃ فی اقوال التابعین' تابعین کے اقوال حجت شرعیہ نہیں"۔ (حقیقۃ الفقہ صفحہ ۸۵)

نیز فتح البیان کے حوالہ سے صفحہ ۸۵ پر لکھتے ہیں :

"اقوال الصحابۃ لاتقوم بها الحجۃ فضلاعن اقوال من بعد هم"۔

دیکھا آپ نے جے پوری اور شوکانی صاحبان بلا چنین وچنان مجموعی حیثیت سے مطلقاً صحابہ اور تابعین کے اقوال سے نالاں نظر آتے ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ

حقیقۃ الفقہ حصہ دوم صفحہ ۱۸۸ پر ہے "سلف صالحین سے مراد خصوصاً صحابہ ہیں اور عموماً صحابہ و تابعین مقدمہ عالمگیری (ا۔ ۷۶) اور اعلاء السنن کے مقدمہ میں ہے (ا۔ ۷۹) فالطلاق السلف فی کلام التابعین لایکون الاعلی الصحابۃ فقط وفی کلام من بعد هم علی الصحابۃ والتابعین جمیعا۔

نیز علامہ شامیؒ نے لکھا ہے :

"والمراد بالسلف الصحابۃ والتابعون"۔

(مجموعہ الرسائل صفحہ ۳۱۳)

(لطیفہ) جب شوکانی اور جے پوری کے ہاں صحابہ اور تابعین کے اقوال سرے سے شرعی حجت نہیں اور سلف نام ہے صحابہ کا خصوصاً اور صحابہ و تابعین کا عموماً تو انہیں سلفیہ کہنا "قدریہ" جیسے تسمیہ بالضد کہیں نہ ہو ۔

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگان عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

دعوۃ سلفیہ البانی صاحب کے ہاں کیا ہے؟ فرماتے ہیں :

"الدعوۃ السلفیۃ انما ھی دعوۃ اسلام الحق کما انزلہ اللہ تعالی علی خاتم رسلہ وانبیائہ"۔

(تو اس تعریف کی وجہ سے احناف بھی سلفیہ ہیں)

اور پھر ایک صاحب نے اپنے نام کے ساتھ موسس الدعوۃ السلفیہ لکھا ہے اس کو خوب کھری کھری سنا کر کہا ہے :

"لکان ھذا الانحراف الخطیر من اثار الخروج علی الجماعۃ (التوسل وانواعہ صفحہ ۱۰۰)

اہل حدیث، اصحاب الحدیث اور اہل السنّت

لکھا ہے :

"فبشر عباد الذین یستمعون القول الخ۔ صرف اور صرف اہلحدیث پر ہی صادق ہے۔ (صفحہ ۸۰)

حقیقت

آیت میں تقلید محض کی حوصلہ شکنی کی طرف اشارہ علامہ آلوسی نے کیا ہے :

"وفی الآیہ دلالہ علی حط قدر التقلید المحض۔

(روح المعانی صفحہ ۲۵۴)

مولوی صاحب نے جو ۲ دفعہ "صرف" اور "ہی" کے ساتھ حصر کیا ہے یہ تعصب ہے۔

اہل حدیث نام کا ثبوت

مذہبی نام کے ثبوت کے لئے لکھتا ہے :

"وہ اپنا نام اس حدیث کی روشنی پر رکھتے تھے "یحمل ھذا العلم الخ مشکوۃ۔ (حقیقۃ الالحاد صفحہ ۸۳)

حقیقت

جماعت المسلمین کا تو مطالبہ یہی ہے کہ اھل حدیث کا نام ایک مذھب کی حیثیت سے ثابت کرلے اور "مذھب اہل حدیث کی حقیقت" کے نام پر الاعتصام کے ایڈیٹر کے ساتھ ان کا مکالمہ طبع شدہ موجود ہے یہ تحریہ نام آپ انہیں ضرور پیش کرکے قرضہ چکالے۔

آپ نے دو جگہ مذکورہ حدیث مشکوۃ کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے ایک صفحہ ۴ پر مفتی محمد شفیع و مولانا اشرف علی رحمہما اللہ کی طرف غالی' جاھل اور مبطل کے اشارہ کرتے وقت' اور دوم صفحہ ۸۳ پر انہی الفاظ سے ذکر کرکے لکھا ہے کہ اھل حدیث کا تحریہ نام حدیث سے ثابت ہے۔

تحقیق

مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث شرف اصحٰب الحدیث کے صفحہ ۱۶ اور الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع کے (ا۔ ۱۲۸) پر موجود ہے۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی تشریح میں ہے :

"من حدیث بقیہ بن الولید کہ کثیر الروایت است از مجہولان و کثیر الغرائب مردم اختلاف دارند دروے، بعض گفتہ اند کہ ثقہ است و مامون ولیکن مدلس بود و معاذ بن رفاعہ یا معان بن رفاعہ دروے نیز اختلاف است بعض اورا ثقہ گویند و بعض ضعیف (ا۔ ۱۸۳)

نیز مرقات میں ہے :

"ومعان قال ابو حاتم وغیرہ لایحتج بہ (ا۔ ۳۰۳)

اور بقیہ کے بارے میں ابو مسہر کا قول ہے :

"بقیۃ احادیثہ لیست نقیۃ لکن منہا علی تقیۃ"۔

اور مجمع الزوائد میں ہے :

"رواہ البزار وفیہ عمرو بن الخالد القرشی کذبہ یحیٰی بن معین واحمد ابن حنبل ونسبہ الی الوضع۔ (ا۔ ۵۵)

الجامع کی تحقیق دکتور محمود الطحان نے کی ہے اس حدیث پر اس کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

"ھذا الحدیث مختلف فی تصحیحہ وتضعیفہ فلہ طرق کثیرۃ کلھا ضعیفۃ وقد قوی بعض العلماء بعضھا و قد ذکر العراقی فی "التقیید والایضاح" کلاما طویلا علی ھذا الحدیث لعنہ قولہ "ومع ھذا فالحدیث ایضا

غیر صحیح لان اشھر طرق الحدیث روایۃ معان بن رفاعۃ السلامی عن ابراھیم عن عبدالرحمن عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھکذا رواہ ابن ابی حاتم فی مقدمۃ الجرح والتعدیل وابن عدی فی مقدمۃ الکامل والعقیلی فی تاریخ الضعفاء فی ترجمۃ معان بن رفاعۃ' وقال انہ لایعرف الابہ ثم قال "وھذا اما مرسل اومعضل" ......"ثم نقل العراقی فی تصحیح الامام احمد لہ وتعقب ابن القطان لہ الخ ......" (ورواہ الخطیب فی کتاب شرف اصحاب الحدیث صفحہ۲۸' صفحہ۲۹ عن طرق متعددہ۔ الجامع ا۔۱۲۸)

کتاب البدع والنہی عنہا کی ابتداء اس حدیث سے ہے اور اس کی تعلیق میں ہے :

"واوردہ ابن عدی من طرق کثیرۃ کلھا ضعیفۃ کما صرح بہ الدارقطنی وابو نعیم وابن عبدالبر لکن یمکن' ان یتقوی بتعدد طرقہ ویکون حسنا کما جزم بہ ابن کیکلدی العلائی الخ۔ (صفحہ ا)

نیز علامہ سیوطی نے لکھا ہے :

"الحدیث من الطریق الذی اوردہ مرسل اومعضل وابراھیم الذی ارسلہ قال فیہ ابن القطان لانعرفہ البتۃ ومعان ایضا ضعفہ ابن معین وابوحاتم وابو حبان وابن عدی والجوز جانی نعم وثقہ ابن المدینی واحمد۔

اور امام احمدؒ کی تعدیل کے بعد عراقی کے حوالہ سے لکھا ہے :

"وقد ورد هذا الحديث متصلا من رواية علی وابن عمرو وجابربن سمرہ وابی امامہ وابی ہریرہ وکلہا ضعیفہ لایثبت لہا شئی ولیس لہا شئی یقوی المرسل۔ (تدریب الراوی ا۔۳۰۳)

ہاں البانی صاحب نے جرح نہیں کیا ہے۔

نوٹ : یہ حقیقت بھی ذہن میں رہے :

"حتی کہ اہل حدیث میں بھی گروہ بندی ہے"۔

(دیکھئے پیغمبر کی نماز صفحہ ۵)

نیز علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے :

"ابراہیم بن عبدالرحمن العذری تابعی ماعلمتہ واہیا۔ ارسل حدیث' یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ' رواہ واحد عن معان ابن رفاعہ عنہ لیس بعمدہ ولا سیما اتی بواحد لایدری من ہو"۔(میزان الاعتدال۔ القسم الاول صفحہ ۴۵

حدیث کی صحت تسلیم کرتے ہوئے بھی عرض ہے کہ فخریہ نام رکھنا اس انداز سے اور حدیث اس مرتبے کا؟ بلکہ اگر غور سے دیکھو تو اہل حدیث کے اسم کے اثبات میں اس حدیث میں ایک لفظ بھی نہیں۔ ہاں اگر کام کی بات ہو۔ نام کا معاملہ نہ ہو تو تقریب غیر تام ہے اور باطل پرست' جاہل اور غالی نہ حکیم الامت ہیں اور نہ مفتی محمد شفیع رحمہما اللہ۔ بلکہ جاہلین' باطل پرستوں اور غالیوں کا مقابلہ انہوں نے گفتار و کردار اور تصنیفات کے ذریعہ جو کیا ہے۔ تو دنیا انگشت بدندان ہے ہاں انہوں نے فروعی مسائل پر ہنگامہ برپا کرنے کے لئے اپنی قوت استعمال نہیں کی۔

نام نہاد اہل حدیث، محدثین اور اہل حدیث کو بدنام کرتے ہیں

نورستانی صاحب لکھتا ہے :

"لوگوں کو اپنے ایمان اور اسلام کی خیر منانی چاہئے، دوسروں کو بے دین کہنے کی کیا ضرورت ہے"۔ (صفحہ ۱۰۲)

اور کتاب کی ابتدا میں لکھتے ہیں کہ :

"مفتی صاحب غیر مقلدین (اھل حدیث) حضرات کو عوام کے سامنے بے دین ثابت کرنا چاہتے ہیں ورنہ اس بات کو شائع کرنے سے کیا مطلب"۔ (صفحہ ۴)

اور اس سے پہلے لکھا ہے :

"دیندار گروہ اھل حدیث پر طعنہ زنی اور ان کو بے دین ثابت کرنے کے درپے ہیں"۔

حقیقت

ایک تو محدثین کا وہ دیندار طبقہ ہے جن کی تعریف علامہ ابن قیمؒ اور دیگر شخصیات نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے اور صفحہ ۷۷ پر نورستانی صاحب نے ان کا ذکر خیر کیا ہے یہ تو دین کے جرنیل، مخلصین اور عاملین بالدین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے دینداروں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں (آمین) لیکن آج کل کے عوام اور علماء کالعوام جو محض ڈینگیں مارنے اور نام پر خوش ہیں ان کا محدثین عظام سے کیا نسبت۔ مثل مشہور ہے صاحب البیت ادریٰ بما فیہ۔ واقعی گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔

تنزیہ السنہ والقرآن جو احمد بن حجر قاضی محکمہ شرعیہ حکومت قطر کی تالیف ہے۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ :

"نواب صدیق حسن صاحب مجتہدین میں سے ہیں۔ واقعی اس طرح کے بے لاگ مجتہد نے جو حلیہ اور شناختی کارڈ آج کل کے نام نہاد اہل حدیثوں کا ذکر کیا ہے وہ ٹھوس مواد پر ہی مشتمل ریمارکس ہو سکتے ہیں"۔

نواب صاحب نے اپنی کتاب الحطہ فی ذکر صحاح الستہ کے صفحہ ۱۵۲ پر لکھا ہے :

"لقد نبتت فی هذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعى لانفسها علم الحديث والقران والعمل بهما على العلات فی كل شان مع انها ليست فی شيئ من اهل العلم والعرفان لجهلها من العلوم الآلية التی لابد منها لطالب الحديث فی تكميل هذا الشان"۔

پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں :

"واما هولاء الجهلة فجل تحديثهم عبارة عن اختيار بعض المسائل المختلف فيها بين المجتهدين والمحدثين فی باب الطاعات دون المعاملات۔ (الحطہ صفحہ ۱۵۳)

پھر ارقام فرماتے ہیں :

"هذه شيمة كلهم امير هم وفقير هم وصحيحهم وسقيمهم لقد اخبترت اياهم مرارا۔ فما وجدت احدا يرغب فی طريق الصالحين اويسير سيرة المسلمين بل صادفت جملتهم منهمكين فی الدنيا الدنية مستغرقين فی زخارفها الرديئة جامعين للجاه والمال۔ طامعين فيه من دون معاملات الحرام والحلال، خلاة الاذهان من حلاوة الاسلام۔ قساة القلب بالنسبة الى المسلمين

کالمردہ الطغام"۔ شعر ۔

تاملتهم ثم تاملتهم

فلاح لی ان لیس لهم فلاح

"وکیف یفلح قوم یخالف قولهم فعلهم وفعلهم قولهم، یقولون عن خیر البریۃ وهم شرار البریۃ، انا سئلوا عن شیئ قالوا فیہ قولا سدیدا وانا قد روا علی شیئ لم یبالوا بہ بل نالوا منہ نیلا شدیدا"۔

(نظم)

عجبت من شیخی وزهدہ

وذکرہ النار واهوالها

یکرہ ان یشرب فی فضۃ

ویسرق الفضۃ ان نالها

فیا للہ العجب من این یسمون انفسهم الموحدین المخلصین وغیر هم بالمشرکین المتبدعین وهم اشد الناس تعصبا وغلوا فی الدین۔ قد انفقوا فی غیر شیئ نفائس الاوقات والا نفاس"۔

اور بحث کے آخر میں نتیجہ نکالتا ہے :

"فما هذا دین، ان هذا الا فتنۃ فی الارض وفساد کبیر"۔

(الحد صفحہ ۱۵۵)

اب قارئین کرام کے سامنے نواب صاحب کے ذکر کردہ علامات کے اہم نکات اور خلاصے نکالتا ہوں تاکہ اہل حدیث کے بزرگ کو معلوم ہوجائے کہ ہم کس حد تک

نواب صاحب جیسے مسلمان اور عالم کے کلام کا ملخص پیش کرسکتے ہیں۔نواب صاحب لکھتے ہیں :

① یہ فرقہ ۔ ھیئت کذائیہ نومولود ہے' معلوم ہوا کہ یہ فرقہ ہے۔

② شہرت پسند اور ریا کار ہیں۔

③ جاہل ہونے کے باوجود براہ راست قرآن وحدیث پر علم و عمل کے مدعی ہیں۔

④ علوم آلیہ مثلاً صرف ونحو سے عاری ہیں۔

⑤ ان کی حدیث دانی کی پرواز طاعات کے متعلق چند فروعی مسائل تک ہے۔

⑥ ان میں کوئی بھی مومنین کی سیرت اور سلف صالحین کے طریقہ پر عملاً چلنے کی رغبت نہیں کرتے۔

⑦ دنیا اور اس کی ملمع سازی کے حصول کے خواہش مند ہیں۔

⑧ حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر مال وجاہ کے جمع کرنے والے اور طمع رکھنے والے ہیں۔

⑨ اسلام کے مٹھاس سے محروم ہیں۔

⑩ مسلمانوں کی نسبت سخت دل اور سرکش ہیں۔

⑪ ان کے قول وفعل میں تضاد اور دوغلہ پن ہے۔

⑫ چاندی کے برتن میں پینے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ اگر موقعہ ملے تو چاندی چرا بھی لیتے ہیں۔

⑬ اپنے آپ کو مخلص موحد کہتے ہیں اور دوسروں کو مشرک وبدعتی۔ (غالباً نواب صاحب کا مطلب یہ ہے کہ مشرک نہ ہوں گے اور شرک کی نسبت ان کی طرف کرتے ہوں گے جیسا کہ شاہ انور اور شیخ الھند کی طرف نورستانی صاحب کی نسبت۔ اور جو اہل بدعت نہ ہو ان کو اہل بدعت کے ساتھ پیوست کریں گے جیسے کہ شیخ عبدالسلام کے متعلق لکھا ہے کہ موصوف اھل بدعت کے ساتھ تھے۔ (دیکھئے شمشیر صفحہ ۷۶)

بندہ کے ہاں پہلے بھی شیخ صاحب اھل بدعت کے ساتھ نہیں تھے۔

(۱۴) بہت بڑے متعصب ہیں۔

(۱۵) دین میں غلو کرنے والے ہیں۔

(۱۶) عزیز ترین عمر معمولی معمولی اور نسبتاً غیر اہم فروعی مسائل میں ضائع کرتے ہیں۔

اب اپنا جوتا' اپنا سر

"لما هذا دین۔ ان هذا الا فتنه فی الارض وفساد کبیر۔ (صفحہ ۱۵۵)

نواب صاحب مرحوم نے ایک سانس میں ان پر ۳ فتوے لگائے ہیں۔(۱) بہت بڑا فساد ہے۔(۲) دنیا میں خطرناک فتنہ ہے۔(۳) یہ بے دینی ہے۔

بے دینی کی حقیقت اور "حقیقۃ الالحاد" نورستانی صاحب نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے بے دینی کی حقیقت سے واقف ہو گئے؟ ذرا غصہ کم کیجئے کیا نواب صاحب اہل حدیث حضرات کو عوام کے سامنے بے دین ثابت کرنا چاہتے ہیں ورنہ بقول شما ان باتوں کے شائع کرانے سے کیا مطلب؟ نیز فتاویٰ ثنائیہ میں ہے :

"نواب صاحب پکے اہل حدیث تھے"۔ (فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۳۸۴)

اور مجتہد بھی تھے۔ حوالہ گزرا۔ اگر یہ اجتہاد غلط ہو تو پھر بھی اجر کا مستحق ہو گا۔

صحیح محدثین کی عزت و توقیر مسلم ہے اللہ ہمیں محدثین کے ساتھ استہزاء کرنے سے بچائے۔ آپ نے اس سلسلہ میں امام ذھبیؒ کی عبارت صفحہ ۳۶ پر جو لکھی ہے وہ حقیقت ہے لیکن تذکرۃ الحفاظ سے امام ذھبیؒ کی ایک اور عبارت پڑھ لیں :

"فلقد نصحتک فعلم الحدیث صلف فاین علم الحدیث؟ واین اهله؟ کدت ان لا اراهم الا فی کتاب اوتحت تراب' تذکرہ الحفاظ۔ ابوبکر الصدیقؓ (۱۔۴)

اور ایقاظ الھمم کے صفحہ ۸۵ میں شکایت یوں ہے :

یقرؤن الحدیث کما یقرء صغار الکتاب القرآن بل قراءۃ صغار الکتاب القرآن احسن الخ۔

اہل حدیث نام ضرورت کی وجہ سے

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری غیر مقلد اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

"اہل حدیث نہ کوئی نیا فرقہ ہے (نواب صاحب کی عبارت گزر گئی ولقد نبتت فی ھذا الزمان فرقۃ) نہ اس کا نام (اہل حدیث) کوئی مذہبی اسم ہے بلکہ طریق عمل کا نام ہے جو حسب ضرورت رکھا گیا۔ (فتاویٰ ثنائیہ ا۔۳۳۸)

شمس العلماء میاں نذیر حسین ؒ

آپ عمر بھر نماز جمعہ و عیدین شاہی مسجد دہلی کے حنفی امام کے پیچھے پڑھتے رہے، اپنی مسجد کو اہل حدیث کی مسجد سے موسوم نہ ہونے دیا اور نہ ہی اس نام سے رجسٹر کرائی جیسے آج کل یہ جماعت دیہہ بدیہہ، محلّہ بہ محلّہ، مدرسہ اہل حدیث، مسجد اہلحدیث، دارلحدیث ـــــ کے سوا دوسرا نام ہی نہیں رکھتی۔

عبداللہ غزنوی ؒ کا طرز عمل

انفرادی حیثیت سے صرف اسلام کی خدمت بیعت وارشاد کے ذریعہ سے کرتے رہے نہ انہوں نے کوئی مدرسہ اہل حدیث بنایا نہ کوئی جماعت۔

حافظ محمد لکھوی ؒ کا طریق کار

آپ کے معتقدین یا مدرسہ کے معاونین مقلد و غیر مقلد بلا تفریق بلا امتیاز سب ہی تھے (۲) بعض حالات میں اہل حدیث کہلانے والوں کو ایسا ڈانٹا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کے اہل حدیث ان کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔

مولانا محمد داؤد صاحب مرحوم

ایک دن بندہ نے عرض کیا حضرت وہ بھی آخر اہل حدیث تو ہیں آپ نے جواباً فرمایا کیا تم صرف آمین اور رفع یدین کرنے پر اہل حدیث سمجھتے ہو باقی جو چاہیں کریں یا کہیں۔

(۲) کیا کوئی شخص امام صاحب، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی وغیرہ وغیرہ کے اہل حدیث یا محدث ہونے پر اختلاف کر سکتا ہے، سب ہی اہل حدیث اور محدث تھے مگر آپس میں ان کا اختلاف اہل علم پر اظہر من الشمس ہے لہٰذا کلام امام رحمہ اللہ سو فیصدی صحیح اور حق ہے کہ کیا اہل حدیث کا کوئی ایک مذہب ہے یعنی ایک نہیں لہٰذا مذہب معین اہل حدیث کا لکھنا ایک بہت بڑا مغالطہ ہے جس میں عوام پھنسے ہوئے ہیں یا پھنسائے جاتے ہیں۔

(بشکریہ المنبر۔ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی فروری ۱۹۸۲ء)

نواب صدیق حسن مرحوم افادۃ الشیوخ کے صفحہ ۹۰ پر باب دوم کی ابتداء میں لکھتے ہیں :

"دیگر اجلہ حدیث و اکابرین فن"

یعنی اجلہ حدیث سے نواب صاحب حدیث کے فن کار مراد لیتے ہیں، نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ نے بھی یہی اصطلاح استعمال کیا ہے کہ محدثین کے سرتاج امام

المحدثین، امام بخاریؒ کے متعلق لکھا ہے : "ھذا امام فی صنعتہ" کہ اپنی صنعت یعنی اسناد و روایت کے فن میں امام ہیں۔ (منہاج السنہ ۴-۵۹)

شیخ الاسلام کے جو دو حوالے حقیقۃ الالحاد کے صفحہ ۸۴ پر ہیں کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اہل حدیث مذہب پر تھے، تو ان سے مراد بھی محدثین کے زمرہ میں ان کا نام شامل ہونا مقصود ہے۔ نیز منہاج السنہ (۳-۱۷۸) میں ہے :

"وقد استقر امر اھل السنۃ علی ان ھؤلاء مشھود لھم بالجنۃ الطلحہ والزبیر وغیر ھما ممن شھدلہ الرسول بالجنہ وکان طائفۃ من السلف یقولون لانشھد بالجنۃ الالرسول صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ وھذا قول محمد بن الحنفیہ والاوزاعی وطائفۃ اخرٰی من اھل الحدیث کعلی بن المدینی وغیرہ الخ"۔

شیخ الاسلام نے عبارت کے اول میں اہل السنت کے مسلک پر صاد کیا ہے اور اہل السنت میں سے محدثین کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے، نہ مذہبی اسم کے لئے۔ قرینہ یہ ہے کہ بطور مثال علی بن المدینی کا نام لیا ہے کہ کوئی خاص فرقہ نہ سمجھا جائے۔ بلکہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت بھی اشارۃً ہمارے لئے دلیل ہے کہ صفحہ ۹۰ میں لکھا ہے :

"اہل حدیث کی ہمت اور لگاؤ جمع احادیث نبوی اور ان کی شرح وبیان و تنقید و جرح وتعدیل میں خرچ ہوئی۔ اور ان کارناموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے محدثین ہیں"۔

اور صفحہ ۸۴ پر یہ عبارت ہے :

"امام مسلم اپنی صحیح میں ائمہ سلف کو بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مثل ایوب السختیانی وابن عون ومالک بن انس

وشعبة بن الحجاج ویحیی بن سعید القطان وعبدالرحمن
بن مهدی ومن بعد هم من اهل الحدیث"

یعنی یہ شخصیات محدثین ہیں۔ نورستانی صاحب نے ائمہ سلف انہیں امام مسلم کے حوالہ سے لکھا ہے کیا "سلفیہ" اصطلاح اس وجہ سے ہے کہ ان ائمہ سلف کی یہ لوگ تابعداری کرتے ہیں؟ اگر یہی ہو تو احادیث کی روایت اور فہم میں جیسے یہ واسطے ہیں۔ اسطرح ہمارے لئے امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد فہم و درایت کے اعتبار سے احادیث سمجھنے کے لئے واسطے ہیں۔

اس کی دلیل کہ امام شافعی اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے لئے اہل حدیث لفظ اگر استعمال ہو جیسے کہ صفحہ ۸۲ پر مولوی صاحب نے استعمال کیا ہے یا صاحب حدیث مستعمل ہو۔ تو مراد اس سے حدیث کی صنعت کا جاننا ہے نہ مذہبی نام وجہ یہ ہے۔ کہ امام بیہقی نے سند کے ساتھ اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ :

"امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا۔ الشافعی کان صاحب حدیث؟ تو فرمایا۔ ای واللہ صاحب حدیث۔ قلت وانما ارادبہ انہ کان من اھل المعرفۃ بالحدیث ومن القائلین بہ۔ (کتاب بیان خطاء من اخطا علی الشافعی رحمہ اللہ للبیہقی، صفحہ ۳۱)

نورستانی صاحب نے امام شعبیؒ کا جو حوالہ دیا ہے کہ "امض بنا نفر من اصحب الحدیث" اور ترجمہ کیا ہے کہ ہمارے ساتھ کچھ اہل حدیث چلے۔ دیکھئے صفحہ ۸۱۔ تو یہاں بہتر ترجمہ یہی ہے "کہ ہمارے ساتھ حدیث کی معرفت رکھنے والے افراد چلے" تاکہ مذہبی نام کی طرف راہ ہموار نہ ہو۔

سفیان بن عیینہؒ اور اہل حدیث

صفحہ ۸۳ میں لکھا ہے :

"سفیان بن عینیہ فرمایا کرتے تھے یا اصحاب الحدیث
تعلموا معانی الحدیث"۔

حقیقت

عبارت میں صاف قرینہ ہے کہ مراد حدیث کے معانی کے طالبین علم میں نہ مذہبی فرقہ۔ اور درایت ومعانی احادیث کے علم پر مجتہدین اور فقہاء کا کافی عبور ہے تو حکیم اہل حدیث نصیحت کرتے ہیں کہ فقہاء سے بھی علم کی تحصیل کرلیں۔

امام ترمذیؒ نے "ابواب الجنائز" باب ماجاء فی غسل المیت کے ذیل میں لکھا ہے :

"وکذلک قال الفقهاء وهم اعلم بمعانی الحدیث اس کے ساتھ یہ عبارت لگاؤ۔ تعلموا معانی الاحادیث ای من الفقهاء"۔

تو مذکورہ بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام ابوحنیفہؒ افقہ ہونے کی وجہ سے حدیث کے معانی کا بھی زیادہ جاننے والے ہیں۔ اسی طرح ہارون بن یزید کے اس ارشاد کا مطلب سمجھ لیجئے۔ اصحب الحدیث قد اذونی کہ احادیث سیکھنے والے شاگرد مراد ہیں۔ یعنی فی القراۃ صاف قرینہ ہے کہ مذہبی عنوان مراد نہیں' ہاں اگر یہ خیال آئے کہ اصحب الحدیث واہل حدیث سے محدثین اس لئے مراد نہیں ہوسکتے کہ وہ کسی کے مقلد نہیں ہوتے تو یہ خیال درست نہیں کیونکہ نسائی کے مصنف 'امام شافعیؒ' کا مقلد تھا۔ اس طرح ابوداؤد السجستانی 'امام احمد بن حنبلؒ' کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن بڑے بڑے ائمہ محدثین کی تقلید کی حقیقت پہلے گزر گئی ہے نیز معنوی اہل حدیث اور احناف میں مانعۃ الجمع تو نہیں۔ تب ہی تو نواب صدیق حسن کے قرآن وحدیث دونوں کا استاد مولانا محمد یعقوب "الحنفی مذھبا" تھا۔ (الحمد)

حقیقت یہی ہے کہ اہل السنت مذھب ہے۔ فن نہیں اور اہل السنت ہی میں

سے جنہوں نے علم حدیث کو بطور فن اپنایا وہ اہل حدیث ہیں خواہ اپنے مسلک کے لحاظ سے حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی۔ اسی وجہ سے ملا علی قاریؒ نے قال ابن المدینی ھم اصحاب الحدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"ای المحدثون من حفاظ الحدیث ورواتھم اوالعاملون بالسنۃ المبینۃ والکتاب فالمراد بھم اھل السنۃ والجماعۃ (مرقات ۱۱۔۴۷۰)

نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں خطبہ کی اس عبارت کی وضاحت صفحہ ۳ پر یوں ہے۔ خطبہ میں ہے فان التصانیف فی اصطلاح اھل الحدیث وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وھم المحدثون رضوان اللہ علیھم قال العراقی المحدث فی عرف المحدثین من یکون کتب وقرء الخ

نواب صاحب نے الحطہ کے صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے :

لاھل الحدیث خمس مراتب۔

یہ ہمارے دعویٰ کا ثبوت ہے کہ یہ نام حدیث کے سیکھنے، سکھانے والوں اور محدثین کے مراتب میں استعمال ہوتا ہے۔

نیز آپ کہہ سکتے ہیں کہ حدیث میں اہل حدیث، معانی میں اہل معانی، نحو میں اہل نحو، صرف میں اہل صرف اور لغت میں اہل لغت کا قول معتبر ہے۔ لیکن یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ دین میں اہل حدیث کی رائے کا اعتبار ہے نہ کہ روافض کا ہاں یوں کہا جائے گا کہ دین میں اہل السنۃ کی رائے وزنی ہے نہ کی روافض کی۔

سب اہل حدیث، اہل السنت نہیں ہوتے۔ اہل السنت تو اہل حدیث میں وہ ہیں جو عقائد میں اہل السنت والجماعت کے ہم خواہ ہوں۔ ان میں ناصبی، مرجئہ، متھم بالتشیع، قدریہ اور خوارج نہیں ہوتے لیکن مثلاً ان پانچ فرقوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے اہلحدیث کے نام نامی سے بھی مشرف ہو سکتے ہیں کیونکہ ان میں فن حدیث کے وہ

راوی کہ بخاری و مسلم دونوں نے یا ایک ایک نے ان سے روایات لی ہیں۔ (اہل السنت)

نورستانی صاحب نے لکھا ہے :

"جب کوئی راوی شیعہ وغیرہ ثقہ ہو اور ایسی روایت کا راوی ہو کہ وہ روایت اس کے مذہب کے موید نہ ہو تو وہ حدیث مقبول ہے"۔ (المعلوم علی المجہول صفحہ ۹۵)

اسی طرح شیخ الاسلام نے لکھا ہے :

"ولهذالم يكن في كتبهم الامهات كا لصحاح والسنن والمسانيد الرواية عن المشهورين بالدعاء الى البدع وان كان فيها الرواية عمن فيه نوع من بدعة كا لخوارج والشيعة والمرجئة والقدرية (منہاج السنۃ ۱-۱۴)

علامہ سیوطی نے تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی میں لکھا ہے :

"اردت ان اسردهنا من رمى ببدعة ممن اخرج لهم البخاري ومسلم اواحدهما"۔

پھر تقریباً ۸۲ راویوں کی اچھی خاصی فہرست نقل کی ہے ان میں متہم بالتشیع بھی ہیں اور مرجئہ سے متاثر بھی، اگر ناصبی اور قدری ہیں تو خوارج بھی ہیں پھر اس کے بعد آخر میں لکھا ہے :

"فهولاء المتبدعة ممن اخرج لهم الشيخان اواحدهما۔
(تدریب الراوی ۱-۳۲۸)

مولوی عبدالعزیز صاحب نے صفحہ ۸۲ میں زمانہ تابعین کا عنوان لگایا ہے اور عبدالملک کو اہل حدیث کا ترازو بتلایا ہے اور پھر خود اسی کتاب کے صفحہ ۶۳ پر اپنے ہی بڑے غیر مقلد کی تعلیق سے لکھا ہے کہ :

"شعبہ بن الحجاج نے اس کو چھوڑ دیا اور امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری کے اندر عبدالملک کے ساتھ احتجاج نہیں کیا"۔

تو کبھی اہل حدیث کے ترازو سے بھی امام بخاری احتجاج نہیں کرتے اور کبھی بعض خفیف غیر غالی قسم کے مبتدعین سے روایت نقل کرتے ہیں۔ پتہ چلا کہ اہل السنت مذھب میں جنہوں نے علم حدیث کو بطور فن اپنایا وہ اہل حدیث ہیں اور ضروری نہیں کہ سب اہل حدیث' اہل السنت ہی ہو۔ بلکہ بعض راوی حدیث کے اہل السنت مذھب سے تعلق نہیں رکھتے۔

بحث کے آخر میں خطیب بغدادی کا کلام نقل کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں :

"سمعت عبیدبن جناد یقول لاصحاب الحدیث ینبغی للرجل ان یعرف من این مطعمہ وملبسہ ومسکنہ وکذا وکذ اثم یطلب العلم۔ (الجامع ا۔۹۸)

اس بحث کو درج ذیل شعر پر ختم کرتا ہوں ۔

اهل الحديث هم اهل النبي وان
لم يصحبوا نفسہ' انفاسہ صحبوا

متاخرین کی اصطلاح

نورستانی صاحب نے لکھا ہے :

"دیندار گروہ اہل حدیث کا نام متاخرین کی کتابوں میں غیر مقلدین آتا ہے اور متاخرین در متاخرین کی کتابوں میں وہابی آتا ہے"۔

(صفحہ ۸۴)

حقیقت

وہابی کا لفظ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کے دور سے شروع ہے۔ مولوی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ متقدمین کے اختتام کے بعد متاخرین جو گزرے ہیں، ان کی کتابوں میں ہمارا نام غیر مقلدین ہے اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بعد متاخرین در متاخرین کی کتابوں میں وہابی نام ملتا ہے۔ لیکن وہابی بعض علاقوں میں دیوبندیوں کو کہتے ہیں جیسا امام الشرکیات والبدعات کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور یہ دیوبندی علماء تو تقلید شخصی کے منکر نہیں۔

کتابوں کی اصطلاح یہ ہے کہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق متقدمین ۳۰۰ھ سے پہلے جو علماء گزرے ہیں ان کا نام ہے اور ۳۰۰ھ کے بعد کے علماء متاخرین ہیں۔
(مجموعہ الرسائل لابن عابدین صفحہ ۱۶۱)

شیخ محمد بن عبدالوہاب الحنبلی ۱۲۰۶ ہجری میں وفات ہو چکے ہیں۔ تو ۳۰۰ ہجری تا تقریباً ۱۲۰۰ ہجری متاخرین ہیں اور ان کی کتابوں میں غیر مقلدین کے نام موجود ہوں گے۔ لہٰذا مولوی صاحب بطور مثال ۳۰۰ ہجری سے لے کر ۱۲۰۰ ہجری تک ہر صدی میں تین، تین نام "غیر مقلد" کی تصریح کے ساتھ کتابوں سے پیش کریں۔ صرف ۲۷ نام غیر مقلد کی تصریح کے ساتھ بتلائے تاکہ دعویٰ مبرھن ہو جائے۔ اگر یہ ۲۷ غیر مقلد ایسے آپ کو مل گئے جو چار ائمہ میں سے کسی کی بھی تقلید نہیں کرتے تھے اور رتبہ اجتہاد پر فائز نہ ہونے کے باوجود آپ کی طرح علم رکھتے تھے اور پھر بھی غیر مقلد تھے تو آپ کی تحقیق زندہ باد۔ بات متاخرین کی چل رہی ہے نہ متقدمین کی۔ ایقاظ الھمم جو مولوی صاحب کی ممدو معاون کتاب ہے اس کے مولف ۱۲۱۸ھ میں وفات ہو چکے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :

"فلقد طفت من اقصی المغرب ومن اقصی السودان الی الحرمین الشریفین فلم الق احدا یسال عن نازلہ فیرجع الی کتاب رب العالمین وسنہ سید المرسلین

وآثار الصحابۃ والتابعین الاثلاثۃ رجال۔ (صفحہ ۲۸)

بنارس شہر میں مولوی عبدالحق سے پہلے، بھوپال میں صدیق بن حسن مرحوم غیر مقلد سے پہلے، غزنی میں عبداللہ غزنوی سے پہلے، اور دہلی میں شمس العلماء مولوی نذیر حسین سے پہلے غیر مقلدین جو گزرے ہوں ان کا اتہ پتہ بتلائیے۔

اہل حدیث اور مولانا عبدالعزیز

لکھتا ہے:

"روم اور جزیرہ اور شام اور آذربا۔یجان اور باب الابواب کی بندرگاہوں کے لوگ سب مذہب اہل حدیث تھے"۔

حقیقت

اہل حدیث سے محدثین مراد ہیں یہ مراد نہیں کہ عدم اجتہاد کے باوجود تقلید نہیں کرتے تھے اپنے نواب صاحب کی بھی سنئے انوار الباری (۱-۱۵۷) پر لکھتا ہے:

"کتاب مسالک الممالک میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ واثق باللہ عباسی نے چاہا کہ سد سکندری کا حال معلوم کرے چنانچہ اس نے اس کے لئے ۲۲۸ھ میں سلام باجی کو جو چند زبانوں کا ماہر تھا۔ پچاس آدمیوں کے ساتھ سامان رسد دے کر روانہ کیا یہ لوگ بلاد آرمینیہ، سامرہ تو خان سے گزر کر ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں سخت بدبو نکلتی تھی پھر دو روز چل کر ایسی سرزمین میں پہونچے جہاں ان کو ایک پہاڑ نظر آیا وہاں ایک قلعہ بھی تھا اور کچھ لوگ تو اس میں تھے مگر آس پاس آبادی کے نشانات نہ تھے۔ ۲۷ منزل وہاں سے آگے اور طے کیں اور ایک قلعہ پر پہنچے جہاں سے ایک

پہاڑ قریب تھا اور اس کی گھاٹیوں میں سدیاجوج ماجوج تھی۔
اگرچہ اس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحرا اور متفرق مکانات
بہت تھے۔ سد مذکور کے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان
تھے۔ ان کا مذہب حنفی تھا۔ زبان عربی اور فارسی بولتے تھے"۔

(بحوالہ امام اعظم ابو حنیفہ مولف مفتی عزیز الرحمن صفحہ ۳۲۹)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ احناف دنیا کے گوشوں گوشوں' دشتوں اور صحراؤں
میں بہت طویل مدت سے آباد ہیں۔

نورستانی صاحب کا عنوان

صحابہ کرام کے زمانہ میں نام اہل حدیث۔

حقیقت

شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ کی ابتداء میں محدثین اور فقہاء کی اہمیت بیان کی ہے اس
سے انکار نہیں۔ پہلے بتلا چکا ہوں کہ اہل حدیث کوئی خاص مذہبی فرقہ نہیں بلکہ اہل
السنت والجماعت میں سے ایک گروہ محدثین کا نام ہے۔ شاہ صاحب مقدمہ میں لکھتے
ہیں :

"وان هذا العلم له طبقات ولاصحابه فيما بينهم درجات
وله قشور داخلها لب واصداف' وسطها دروان اقرب
القشور الى الظاهر فن معرفة الاحاديث صحة وضعفا
واستفاضة وغرابة وتصدى له جهابذة المحدثين والحفاظ
من المتقدمين۔ (مقدمہ حجۃ اللہ صفحہ ۲)

"علم حدیث کے طبقے مختلف ہیں اسلئے باہم اہل حدیث کے درجے

مختلف ہیں۔ اس علم میں بعض حصے بمنزلہ پوست کے ہیں جن کے اندر مغز بھرا ہوا ہے اور بعض بمنزلہ سیپوں کے ہیں جن کے اندر موتی ہیں اور فنون حدیث میں سب سے زیادہ ظاہر اور قریب فن وہ ہے جس سے احادیث کی صحت وضعف، شہرت اور غرابت کا حال معلوم ہوتا ہو۔ محدثین میں سے فن کے ناقدین اور علمائے متقدمین میں سے حفاظ حدیث نے اس فن کا اہتمام کیا ہے"۔

شاہ صاحب کی عبارت میں حدیث اور اہل حدیث کے طبقات ودرجات اور جھابذہ المحدثین کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ کی دلالت اس پر ہے کہ اہل حدیث سے حدیث کا فن اور اس کے رجال مراد ہو، اہل حدیث یعنی محدثین کی تعریف کے بعد شاہ صاحب فقہائے محققین کی قدر ومنزلت یوں بیان کرتے ہیں :

"ثم يتلوه فن معانيه الشرعية واستنباط الاحكام الفرعية والقياس على الحكم المنصوص فى العبارة والاستدلال بالايماء والاشارة ومعرفة المنسوخ والمحكم والمرجوح والمبرم وهذا بمنزلة اللب واللوعند عامة العلماء وتصدى له المحققون من الفقهاء"۔

"اس کے بعد اس فن کا مرتبہ ہے کہ جس میں معانی شرعیہ احادیث کے بیان کئے جاتے ہیں اور ان سے فرعی احکام نکالے جاتے ہیں۔ عبارت، اشارت، دلالت کے ذریعہ حکم منصوص پر قیاس کرتے ہیں کہ منسوخ اور محکم احکام سمجھے جاویں اور قوی، ضعیف کا علم حاصل کیا جائے۔ عام علماء کے نزدیک یہی فن بمنزلہ مغز اور موتی کے ہے، فقہائے محققین نے اس فن کی طرف نہایت توجہ کی"۔

اس عبارت میں شاہ صاحب نے مجتہدین اور محققین فقہاء کا مقام واضح کیا ہے

اور فرمایا ہے کہ محققین فقہاء ہی مغز اور موتیوں کے نکالنے کا اہم فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اور روایت و درایت والے دونوں صد آفرین اور شاباش کے مستحق ہیں۔

بہرحال صحابہ کے زمانے میں جب اہل حدیث نام موجود تھا تو مجتہدین اور فقہاء بھی ضرور موجود تھے بلکہ اگر معاملہ قدامت کا ہو تو وہ اسناد روایت سے پہلے فقاہت کو حاصل ہے۔

آخری گزارش

بندہ فقہ حنفی کے مفتی بہا مسائل فرعیہ پر مجموعی حیثیت سے عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن کسی دوسرے فقہی مسلک و مذہب کا ابطال یا استہزاء درست نہیں سمجھتا بلکہ دوسرے مذہب کے فقہاء اور مجتہدین کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتا ہے۔ اور فروعی مسائل جو خیرالقرون کے مبارک زمانوں سے مختلف فیہا چلے آرہے ہیں۔ ان میں سے کسی مسئلہ کو الحاد اور بے دینی کی صورت اور عنوان سے پیش کرنا تعصب سمجھتا ہے۔

اللهم اجعل خير عمري اخره وخير عملي خواتيمه وخير ايامي يوم القاك فيه ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رؤف الرحيم۔ اللهم افتح لي ابواب رحمتك وفضلك واكفني بحلالك عن حرامك واغنني بفضلك عمن سواك۔

الراجی الی رحمۃ اللہ القوی

امداد الحق الحنفی الشیوی

ضلع و تحصیل صوابی ڈاک خانہ و مقام شیوہ

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

ستاسو دہ دعاگانو

محتاج

سید عبداللہ شاہ توحیدی الحنفی

خادم جماعت اشاعت التوحید والسنت